یعنی

حضرت اورنگ زیب سلطان ہند عالمگیر علیہ الرحمۃ کے وقایع زندگی
جو ان کے خود نوشتہ مکاتیب اور مستند مورخین کی روایات پر مبنی ہیں
(جن سے انکے حقیقی کیرکٹر، رواداری، عدل جوئی اور تشریح مذہبی کا کافی
ثبوت ملتا ہے) نہایت درایت اور تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں

مرتبہ

جناب چودھری نبی احمد صاحب سندھوی (ایم۔ آر۔ اے۔ ایس)

۱۳۵۹ھ
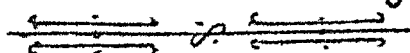
فہرست مضامین

مرتبہ چودھری نبی احمد سندیلوی (ایم آر اے ایس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"وقائع عالمگیر" اُن کوششوں میں سے ایک کوشش ہے جو اس زمانے میں (بطور ردِ عمل اُن کوششوں کے جو عالمگیر بادشاہ کو بدنام و رسوا کرنے کی کی جا رہی ہیں) اس بادشاہ کی اصلی تصویر بر روئے کار لانے کی ہو رہی ہیں۔ مثلاً علامہ شبلی مرحوم نے اُس زورِ قلم کے ساتھ جو اُن کا حصہ تھا اس میدان کو طے کیا "مضامینِ عالمگیر" یادگار ہیں۔
نواب میرزا یار جنگ نے "عالمگیر پر ایک نظر" لکھ کر حقِ انصاف ادا کیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ رسالہ بھی ہے جو چودھری نبی احمد صاحب نے لکھا ہے۔

اصل کتاب پر کچھ لکھنے سے پہلے خود چودھری صاحب کی بابت دو ایک باتیں لکھدینا بصیرت افروز ہوگا۔ موصوف پولس کے محکمہ میں ملازم ہیں جو اپنی نوعیت کار کے لحاظ سے اُس دماغی شگفتگی سے بیر رکھتا ہے جو ایک تاریخی مضمون لکھنے کے لئے درکار ہے۔ آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ ہر کلیہ استثناء رکھتا ہے۔ یہ کہنا سچ ہوگا تاہم صرف اس قدر کہدینا ایک دوسری حقیقت کا پردہ دار ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ "وقائع عالمگیر" کے مؤلف میں بعض اُن اوصاف نے ظہور کیا ہے جو ہمارے قصبات کی آب و ہوا میں صدیوں تک پرورش پاتے رہے تھے۔ یہی وہ قصبات تھے جہاں امیر خسرو، ابو الفضل، فیضی، نصرت خاں اور اور ہزاروں نامور پیدا ہوئے جنھوں نے ہندوستان کے علمی، اخلاقی، سیاسی زندگی کو خونِ جگر سے سینچا اور پروان چڑھایا۔

ایک قصبے کی خصوصیات کیا تھیں شہری شرفا کے جو خاندان ضروریات معاش سے فارغ کر دیئے جاتے تھے۔ علمی درسگاہیں، خانقاہیں، کتاب خانے، صنعت و حرفت اس نظم کی مجموعی اثر سے ایک زندگی پیدا ہو جاتی تھی جو شہروں کے اثرات سے سست ہو جانے والے دماغوں کو تازگی بخشتی رہتی تھی اور ملک اُس کی برکت سے سدا بہار رہتا تھا۔ اپنی خاص نوعیت کے اعتبار سے قصبات اُن آفتوں سے بھی محفوظ رہتے تھے جو دار السلطنت اور بڑے بڑے شہروں میں انقلاب کے ہاتھوں نازل ہوتی رہتی تھیں۔

اس طرح قصبات کی زندگی پوری قوت کے ساتھ صدیوں تک ملکی زندگی میں قلب کا کام کرتی رہی جو افسوس ہے کہ آج قلب بے حرکت ہو آثار پیش نظر۔

"پورب" جو شاہجہاں کا "شیراز" تھا اُس کے مردم خیز علم آفریں قصبات میں سے ایک سندیلہ بھی تھا جس کا طرۂ امتیاز غالباً سلامت فہم تھی۔ اس سلامتی فہم کی اخیر یادگار مولوی حمد اللہ شارح "سلم العلوم" تھے۔

قصبۂ مذکور کے ایک فرزند مولف "وقائع عالمگیر" ہیں۔ سلامت روی اس تالیف کا جوہر ہے۔

"وقائع عالمگیر" میں کوشش کی گئی ہے کہ خود بادشاہ عالمگیر کی تحریروں سے اُن کی تصویر ناظرین کتاب کی آنکھوں کے سامنے پیش کردی جائے اور اُن کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنی نگاہ سے دیکھکر رائے قائم کریں ظاہر ہے کہ ایسی رائے کس قدر صحیح ہوگی۔

مختلف اجزا کی ایسی ترتیب جس سے مدعا کی صورت آنکھوں میں پھر جائے مولف کے خوبی مذاق کی شاہد عدل ہے۔

عالمگیر بادشاہ کی مختلف تحریروں سے اُن کی زندگی کے مختلف پہلو نمایاں کئے گئے ہیں۔ دعویٰ اتنا ہی کیا ہے جتنا تحریر سے ثابت ہو سکے۔ یہ شاید سچی تفتیش کا ایک دلچسپ نمونہ ہے۔ تحریروں کا مفہوم واقعات سے واضح کیا ہے۔

جن اشخاص یا مقامات کا ذکر اُن تحریروں میں آگیا ہے اُن کی مختصر تفصیل

حاشیوں میں کردی ہی جو بجائے خود ایک دلچسپی رکھتے ہیں عالمگیری ہندو امرا کی بصیرت افروز طویل فہرست شامل کی ہی اور ایک بہت اہم اصل فارسی فرمان عالمگیری کی نقل درج کی ہی جو بنارس کے ایک پوجاری کے قبضے میں ہی اور جو گویا بے تعصبی و رواداری کی پکی سند ہی۔ ایک بار خود میں نے جنگم باڑے میں وہاں کے جنگم کی مہربانی سے عالمگیری اصلی فرامین دیکھے تھے جو مثل فرمان بالا مجسم شہادت وسعت مشرب کے ہیں۔

بہرحال چودھری صاحب نے اپنے ذوق سلیم کی مدد سے تاریخی ذوق رکھنے والے اصحاب کے لئے ایک صحت بخش ضیافت مہیا فرمائی ہی جس کی نسبت یہ اُمید بیجا نہیں کہ اہل ملک شکر کے ساتھ اُس سے فیض یاب ہونگے۔ پہلی مرتبہ کے مطبوعہ نسخوں کا کامیابی سے شائع ہو کر دوبارہ طبع کا سامان ہونا بجائے خود مقبولیت کی علامت بلکہ دلالت ہی۔ اللھم زد فزد

خاکسار

محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی (صدر یار جنگ)

حبیب گنج ضلع علی گڑھ
۱۳ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

کسی شخص کے ذاتی حالات اور خصائل جیسے صحیح اور بے کم و کاست اُس کے چند خطوں سے دریافت ہوتے ہیں دوسروں کی لکھی ہوئی تاریخوں کے ہزاروں صفحوں سے بھی معلوم نہیں کیے جا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مورخ کی نظر میں جو قدر بادشاہوں، وزیروں، امیروں یا اور مشاہیر کے مکتوبوں یا رقعوں کی ہوتی ہے وہ کسی دوسرے تاریخی مواد کی نہیں ہوتی۔ ان خطوط کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ کسی کاتب یا میر منشی کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اُسی شخص کے قلم سے نکلے ہیں جس کی طرف وہ منسوب کیے جاتے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے رقعوں کا بلاشبہ یہی حال ہے۔

سارے قرائن یہی کہہ رہے ہیں کہ "رقعاتِ عالمگیری" وہ خطوط ہیں جن کو بادشاہ نے کسی نہ کسی وقتی ضرورت کی بنا پر خود ہی لکھا اور قلم برداشتہ اور بے ساختہ لکھا۔ شاہزادوں کے نام جو رقعے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ نصیحت اور تلخ نصیحت سے خالی ہو، بلکہ بعض رقعے تو اس ڈھنگ کے ہیں کہ اگر اُن کو تنبیہ نامہ کہیے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ ان نصیحت ناموں نے مخاطبوں پر اثر اتنا ہی کیا جتنے اثر کی امید کسی نصیحت سے ہو سکتی ہے مگر لکھنے والے کے اخلاق و خصائل کی خوبی اور پختگی اور اُس کی دانشمندی اور عاقبت بینی لفظ لفظ سے ٹپک رہی ہے۔

"رقعاتِ عالمگیری" صدیوں سے فارسی ادب کے درسیات میں داخل ہے صرف

اس لئے کہ بچوں کو فارسی میں خط لکھنے کا ڈھنگ آجائے۔ مگر ان مکتوبات کی تاریخی اہمیت کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ جناب چودھری نبی احمد صاحب سندیلوی نے اس جانب توجہ فرماکر اس کمی کو پورا کیا ہر رقعے سے متعلق جتنے مستند تاریخی واقعات مل سکتے تھے اُن کو بڑی کاوش سے جمع کر کے ساتھ ساتھ درج کردیا ہے۔ اس طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے مکتوبات کی قابلِ قدر تاریخی شرح مرتب ہوگئی جسے مؤلف نے "وقائع عالمگیر" کا لقب دیا ہے۔

"وقائع عالمگیر" کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سوانح عمری کہنا چاہیے بلکہ اگر خود نوشت سوانح عمری کہئے تو کسی طرح غلط نہ ہوگا۔ اس زمانے کے تاریخ نویسوں کی اسے ستم ظریفی کہیے کہ عالمگیر پر ریاکاری اور تعصب کا الزام ہے حالانکہ "وقائع عالمگیر" کو پڑھکر (جو مستند تاریخی واقعات اور حالات کا مجموعہ ہے) کوئی شخص اُس عالی مرتبت فرمان روا کو سوا عادل اوصاف کے کوئی اور لقب مشکل ہی سے دے سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے تاریخ دانوں میں تخیل کی کچھ ایسی کمی ہے کہ وہ اب سے تین ساڑھے تین سو برس پہلے کے لوگوں کو بھی اُسی معیار سے جانچتے ہیں جو اُنھوں نے آج اپنے خیال کے مطابق قائم کیا ہے۔ آج کل کے اکثر مصنفوں کا [illegible] کہ وہ پہلے سے ایک رائے قائم کرلیتے ہیں اور اُسی کے مطابق واقعات کی تشریح کرتے اور کھینچ تان کے وہی مطلب نکال لیتے ہیں جس سے اُن کی رائے کو تقویت پہنچے۔ بخلاف اس کے "وقائع عالمگیر" کے مؤلف نے اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے۔ بلکہ تالیف کا اسلوب ایسا اختیار کیا ہے کہ پڑھنے والا واقعات سے خود ہی نتیجہ نکال لے۔ پس یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "وقائع عالمگیر" مورخانہ تالیف کی ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

الہ آباد
جنوری سنہ ۱۹۳۰ع

(ڈاکٹر) عبدالستار صدیقی

۷۸۶

تمہید

چودھری نبی احمد صاحب مؤلف وقائع عالمگیر نے اپنے ایک عزیز دوست سے (جو نہایت قابل سرکاری افسر ہونے کے علاوہ بہت قادر نگار مصنف بھی ہیں) اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کی فرمایش کی تھی۔ انھوں نے مہربانی یا نامہربانی سے میری طرف انگلی اٹھادی۔ گویا اپنے چہرہ کی مکھی اڑا کر میرے چہرہ پر بٹھادی۔ میں نے اپنی نوبت میں نواب صدریار جنگ بہادر سے درخواست کی جو مقبول ہوئی۔ میں سمجھا کہ "دال علی الخیر" (سرکاری گواہ) بننے کے صلہ میں جاں بخشی ہوئی۔ مگر چودھری صاحب کی عدالت سے "کفاعلہ" قرار نہ پایا۔ مجبوراً تعمیل حکم کرتا ہوں اور نواب صدر یار جنگ بہادر اور ڈاکٹر صدیقی صاحب کی دل چسپ و پر از معلومات مقدمہ و دیباچہ کے مقابلہ میں اپنی ژولیدہ نگاری کو صرف اس قدر حیثیت دیتا ہوں کہ ؎

مجھ سے رونق نہیں ہے گھر کے لئے
رکھ لیا ہے نظر گزر کے لئے

دوسری مشکل یہ آپڑی کہ سطور ہذا کی تحریر کے وقت میرا احرام نیت بیت اللہ روضۂ رسول اللہ کے لئے بندھا ہوا ہے۔ ان حالات میں میری اس [illegible]

تحریر سے اگر ناظرین کرام بد حظ ہوں تو مجھے موردِ ملامت نہ بنائیں بلکہ خود چودھری صاحب کو اس کا ذمہ دار قرار دیں ؎

ترا ہر چہ در وے نماید محال | گنہ بر کسے نہ کز بست ایں خیال
من ار چہ بداں می گراں سر شوم | کجا با حریفاں برابر شوم
سزد گر بزرگانِ گوہر شناس | سخن را بانصاف دارند پاس
کزیں پلہ صاف نو تہیں کنند | فرومانده را عیب پوشی کنند
خریدار زر گرچہ باشد بسے | سغالینہ را ہم ستانند کسے

بہر حال اب سنئیے۔ مروجہ تاریخوں کا سوادِ اعظم اورنگ زیب کے خلاف زہر سے بھرا پڑا ہے تاہم یہ بھی واقعہ ہے کہ دنیا نظر انصاف کے ساتھ دیکھنے والوں سے بھی خالی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک انگریزی مورخ نے لکھا ہے۔

"Akbar, his son, grand son & great grand son were of the greatest & most powerful monarchs the world has ever seen"

لین پول نے اورنگ زیب کی مستقل سوانح عمری لکھی ہے۔ سرجادو ناتھ سرکار نے اورنگ زیب کو گویا اپنا مضمون ہی بنالیا ہے۔ مسلمان مصنفوں کی ذکر سے میں قصداً احتراز کرتا ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ چودھری نبی احمد صاحب نے جو راستہ حق نمائی کا

اختیار کیا وہ ایسا صاف، بے خطر اور منزل رساں ہے کہ اس سے عصبیت و جنبہ داری کے شبہے کا شائبہ بھی مراحل دور ہے انھوں نے گویا اورنگ زیب کا قلب نکال کر دنیا کو اس کی اصلی حالت مشاہدہ کرا دی جس کے بعد کوئی متعصب سے متعصب شخص بھی اورنگ زیب کے متعلق مغالطات عامۃ الورود میں مبتلا نہیں ہو سکتا ہاں یہ امر آخر ہے کہ دیدہ و دانستہ حق سے اعراض کیا جائے۔

اورنگ زیب کی زندگی کو شروع سے مطالعہ کیجیے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہستی اک ایسی ہستی تھی جسے خلاق مطلق نے کسی کارِ عظیم کے لیے پیدا کیا تھا۔ قرآن کریم میں سلطنت کی قابلیت کا معیار قرار دیا ہے "بصطۃً فی العلم والجسم" اس کسوٹی پر اورنگ زیب کو پرکھیے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ایک نمونہ کا بادشاہ تھا۔ وہ نہایت ذی علم، علم و عمل کو باہم منطبق کرنے والا، جری، ذی حوصلہ، اولوالعزم، دور بیں، موقع شناس، وفا نواز، خدا ترس تھا۔ میں نے اورنگ زیب کے یہ چند اوصاف کلیات کے طور پر لکھ دیئے ہیں جو مع اپنی تمام جزئیات کے اس کے خود نوشت خطوط مندرجۂ کتاب وقائع عالم گیر سے ثابت ہوں گے۔

اس کی تحریریں، اس کے احکام اور فتاوی کی تدوین اس کے عالم اور اس کی روزانہ زندگی اس کے عامل ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ اس کی شہزادگی کے واقعات اور ملک گیری کے حالات اس کی جرأت اور حوصلہ مندی کا بین ثبوت ہے وہ اپنے بیٹوں اور عمال کو جس طرح کارگزاری کے لئے ابھارتا ہے وہ اس کی اولوالعزمی کی شاہد ہیں باپ کی زندگی میں سلطنت پر قبضہ، دکن اور دیگر صوبجات کی فتوحات نہ صرف اس کی دور بینی اور موقع شناسی پر حجت ہیں بلکہ اس کی خدا ترسی کی بھی گواہ

ہیں۔ باوجود ایک عظیم الشان خودمختار شہنشاہ ہونے کے اتنا بڑا مردم شناس اور وفانواز ہے کہ ایک قدیم لازم بیمار پڑتا ہے تو اورنگ زیب بھی اپنے شوق کی اُن چیزوں سے مجتنب ہو جاتا ہے جن سے اطبا بیمار کو پرہیز کی ہدایت کرتے ہیں انتہا ہے۔ پھر اس کا اظہار بھی کرتا ہے جو اس حدیث شریف کی تعمیل ہے کہ تم جس سے محبت کرو اُسے اس پر ظاہر بھی کردو۔ سبحان اللہ! بھائیوں سے لڑنے باپ کو نظر بند کرنے اور دکن اور دوسرے صوبوں کو فتح کرنے کے متعلق اس نے جو خطوط لکھے ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حالات میں اس کے لئے شرعاً و عرفاً سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان اور اگر وہ اس کے خلاف کرتا تو حالات جاریہ کے اعتبار سے عنداللہ و عندالرسول قابل مواخذہ ٹھیرتا ؎

ما نہ بودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

پھر باپ کو جس احترام کے ساتھ رکھا ہے اور جس ادب کے ساتھ ہمیشہ اس کا ذکر کرتا ہے جس اہتمام کے ساتھ اس کے وصایا کو پورا کرنا چاہتا ہے ان سے سوائے اس کے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ اُس نے کیا، وہ بیچارہ مظلوم بندگان خدا کی صلاح و فلاح کے لئے کیا سیواجی کے بیٹے کی مثل اپنے بیٹے کے غور و پرداخت، صدہا امرائے ہنود کے ساتھ مراعات، غیر مسلم معبدوں اور اُن کے معتکفین، مجاورین کی واجبی حفاظت یہ سب اس بنا پر تھا کہ وہ اسلامی اصول کے ماتحت سلطنت حکومت کرتا تھا جہاں ذمیوں کو وہ جملہ حقوق دیئے جاتے ہیں جن کی ایک امن پسند رعایا کو ضرورت ہوسکتی ہے اس سے

زیادہ کوئی بات نوشیرواں کے عدل اور سولن کے قوانین کے بھی قابو سے باہر ہے

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے

حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست

حالانکہ آج کل تاجِ شاہی میں صلیب کو سب سے بلند اور نمایاں جگہ دینے اور بادشاہ کے القاب میں

Defender of The faith

کے جو حقیقی معنے ہیں وہ سب پر روشن ہیں۔

سلطنت پر رعایا کی جانب سے دعویٰ ہو سکنے کے واقعے کو آج سلطنت کی انصاف پسندی کی دلیل قرار دیا جاتا ہے اورنگ زیب کے عہد میں بھی یہ ہوتا تھا۔

مسکرات کے بندش کے لئے آج صدہا کانفرنسیں اور بین الاقوامی لیگیں ہوتی ہیں مگر ناکام رہتی ہیں تخت نشینی کے بعد یہ اصلاح اورنگ زیب کی پہلی کامیاب اصلاحوں میں ایک تھی۔ عمالِ سلطنت میں سے کسی پر کوئی الزام عائد ہوتا تو اس کی باضابطہ تحقیقات ہوتی۔ الّا شہزادوں کو بلا تحقیقات سزا دی جاتی آج شہزادے کجا حکمرانوں کے ہم قوموں کو سزا دلا سکتا تو کیا ان پر الزام عائد کرنا بھی کارے دارد۔

آج کے نہ صرف شاہنشاہوں بلکہ پریسیڈنٹوں تک کی پرائیوی پرس کا اورنگ زیب کے ذاتی مصارف سے مقابلہ کرو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا اور جس کسبِ ریاض کے ساتھ اورنگ زیب ان کی کفالت کر سکتا تھا اُس کی مثال تو یکقلم مفقود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف تو اورنگ زیب انسان تھا اور الانسان مرکب من الخطا والنسیان۔ دوسری طرف دوسرے انسانوں کے وساوس خناسیہ بھی

جو نعوذ باللہ خدا و رسول سے بھی باک نہیں کرتے چہ جائے کہ غریب اورنگ زیب سے

قیل ان الرسول قد کہنا　　قیل ان الا لہ ذو ولد

من لسان الورٰی فکیف انا　　ما نجی اللہ والرسول معاً

خدا چودھری نبی احمد صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس کتاب میں ایسا تاریخی اور جغرافیائی مواد فراہم کر دیا ہے جو ہزاروں صفحوں کے عمیق مطالعہ اور معتدبہ ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے میں جانتا ہوں کہ موصوف ماشاء اللہ ایک کامیاب پولیس افسر ہیں اور مقدمات کے رد و ثبوت میں کبھی اپنی طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کرتے اور ملزم کو پورا موقع اپنی صفائی کا دیتے ہیں یہ چودھری صاحب کی یہ خصوصیت اس کتاب کی ترتیب سے بھی ثابت ہے کیوں کہ انھوں نے بجائے اورنگ زیب کی وکالت کے خود اُس کو مع اپنے تمام اسبابِ ثبوت کے انصاف کی عدالت میں پیش کر دیا جو یقیناً اُسے نہ صرف ضابطہ سے رہا بلکہ عزت و معذرت کے ساتھ بری کرے گی

فجزاہ اللہ خیر الجزا بفضلہ و بجاہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ علم
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

علی گڑھ:
صباح ۵ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۴۸ھ
۵ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

محمد مقتدی خاں شروانی

نذر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو اپنے
مخدوم و مکرم جناب مولوی سعید احمد صاحب
قبلہ مارہروی کے نامِ نامی پر اُن کی قومی
اور علمی خدمات کی یادگار میں معنون کرتا ہوں ۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

نبی احمد

شمیم انگیزاں عطرِ محبت کی

شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہ گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

قرابت یہ جگانی ہند سے اکبر نے جب چاہی — کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا
تو خود مرزا نے جے پور سے نسبت کی خواہش کی — اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و لشکر تھا

وہ دن تھے جب حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر — گئے انبیر تک جو تخت گاہِ ملک و کشور تھا
اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ گھر میں جلوہ آرا تھی — اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا
دلہن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے — کہ کوسوں تک زمیں پر فرشِ دیبائے مشجر تھا
دلہن کی پالکی خود بیٹے کاندھے پر جو لائے تھے — وہ شاہنشاہِ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا
یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی — کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطر تھا

تمہیں نے سنے کہ ساری داستاں میں یاد ہو تا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

(شبلی نعمانی مرحوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

فرزند عالی جاہ![1]

این نقل زبانی شخصے معتبر بگوش[2] رسیدہ بود در رشتۂ تحریر کشیدہ کہ بگوش آں فرزند ہم برسد۔ روزے اعلیٰ حضرت[3] علی مردان خان وسعد اللہ خاں را در خلوت خاص عز اختصاص بخشیدہ از زبان گوہر فشاں فرمودند کہ رتق و فتق ملک و مال منحصر در فہم و

---

[1] شاہ زادہ محمد معظم ۱۲ [2] اعلیٰ حضرت سے مراد اورنگ زیب کی ہر جگہ شاہ جہاں ہوتی ہی ۱۲

[3] گنج علی زیک کے لڑکے اور مملکت ایران کے سر برآوردہ امیر تھے۔ حکومت کی جانب سے قندھار کے حاکم تھے۔ لیکن شاہ ایران کی سرد مہری سے تنگ آکر شاہ جہانی دربار میں حاضر ہوئے اور ہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہوکر منصب ہفت ہزاری سے سرفراز کئے گئے۔ مہمات سلطنت میں ان کی رائے مقدم سمجھی جاتی تھی۔ کابل اور کشمیر کی صوبہ داری کے فرائض انجام دینے کے بعد شاہ زادہ مراد بخش اور پھر اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار وغیرہ کی مہم میں تعینات ہوئے اور خوب کام انجام دیئے۔ آپ کا انتقال ۱۲ رجب ۱۰۶۷ھ کو بمقام لاہور ہوا اور اپنی ماں کے مقبرہ میں لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ ۰ لاکھ روپیہ کی لاگت سے مشہور شالامار باغ ان ہی کا بنوایا ہوا ہی جو خلیل اللہ کی نگرانی میں تیار ہوا تھا۔ ان کے بڑے لڑکے عبد اللہ بیگ کو عہد عالمگیری میں گنج علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا

انصاف ست نعوذ باللہ اگر بادشاہ بے جوہر مرتبہ خلافت فائز آید و وزرا و امرائے بے تدبیر را بر روئے کار آورد، اختلال کلی در نظم و نسق بلاد رود دہد پریشانی رعایا بے سروسامانی برایا و نتیجہ کم حاصلی و ویرانی شود شما حبتہ للہ بافقرا و صلحی صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے دعا می خواستہ باشید کہ رونق سلطنت نکاہد و ہیچ کلام بد بر زباں نیارد و بعد ماہر کہ از پسراں فرماں روا شود بہ توفیقات خیر موفق باشد مارا بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می یابد کہ بہین پور بعدوے نیکو کاراں واقع شدہ و مراد بخش بکار شرب دل بستگی دارد و محمد شجاع جز بیر حشمی حقیقتے ندارد۔ مگر عزم و شعور اورنگ زیب اقتضای کند کہ متحمل ایں امر خطیر می تواند شد۔ آثار کاکت ستھم عظیم در نوع انسانی اوست تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔

(احکام عالمگیری پروفیسر سرکار صفحہ ۶)

(۲)

شاہزادہ[1] داراشکوہ اور ایرانی تورانی امیروں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ شاہزادہ اپنی خودپسندی کی وجہ سے اُن کو خاطر میں نہیں لاتا تھا مگر شاہزادہ اورنگ زیب ان امیروں کے ساتھ اُن کے درجہ کے موافق حسن اخلاق سے پیش آیا کرتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کا اثر ان امیروں پر زیادہ تھا حضرت شاہجہاں کو اندیشہ پیدا ہوگیا مبادا آگے چل کر کوئی وقت پیدا ہو۔ اس لئے بہین پور کو راہ راست پر لانا چاہا لیکن اُن کی عدم توجہی دیکھ کر اورنگ زیب کی جانب مخاطب ہوا اور اُن کو سمجھانا شروع کیا کہ امیروں کے ساتھ مساویانہ سلوک

---

[1] شاہزادہ داراشکوہ خلف شاہجہاں ۱۲

نہ ہونا چاہیے جب اورنگ زیب نے اثر قبول نہ کیا تو اُن کو لکھا۔

بابا! سلطان و فرزندان ایشاں را باید کہ بلند ہمت باشند و حالی فطرتی را کار فرمایند شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوکی می کنید کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند اگر برائے عاقبت بینی ست کار پا البتہ بہ تقدیر ست ازیں پست فطرتی بغیر از ذلت فائدہ نہ خواہد شد۔

(۳)

(عالمگیر کا جواب باپ کے حضور میں)

آنچہ از راہ فضل و کرم در باب غلام ستہام مرقوم قلم عنایت رقم شدہ بود کالوحی من السماء نازل گردید۔ پیر و مرشد برحق سلامت۔ تعز من تشاء و تذل من تشاء محض بہ تقدیر قادر عباد خالق ارض و بلاد ست بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آں انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من عز نفسہ اعزہ اللہ عمل می نماید و انکسار قلوب را اذنب ذنوب و اخبث عیوب می شمارد و آنچہ بر نشان کراہت ترجمان صادر شدہ انکارے بر آں ندارد لیکن بہ یقین می داند کہ بموجب غرض وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند ؎

زبان عرض ندارم بغیر عذر گناہ
بہ بخش جرم من روسیاہ و نامہ سیاہ

یہ رقعہ بھی قصہ طلب ہے۔ اس لئے میں واقعات کو ذرا تفصیل کے ساتھ نقل
کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو رقعہ کے واقعات سمجھنے میں آسانی ہو۔

جس وقت عالمگیر مہاراجہ جسونت سنگھ اور دارا شکوہ کو شکست دے چکا تو
عرضداشت کے ذریعے سے شاہ جہاں کو خبر دی اور پھر دریائے چنبل عبور کرنے کے
بعد دوسرا عریضہ لکھا۔

شاہ جہاں نے دستِ خاص سے جلی نامہ لکھکر بھیجا۔ پھر انعام کے طور پر ایک تلوار
بھیجی جس پر "عالم گیر" منقوش تھا خانی خان نے ان واقعات کو تفصیلاً عالم گیر کی
وفات کے دس سال بعد لکھا ہے۔

شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"عالم گیر کا نکتہ چین ایسے موقع پر کہہ سکتا ہے کہ عالم گیر نے اور جو کچھ کیا حفاظتِ
خود اختیاری کی وجہ سے کیا لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دے کر آگرہ کے
قریب پہونچ گیا اور شاہ جہاں نے اس کو بار بار بلایا اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے
تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنا چاہی × × ×
اور عالم گیر کی ولی عہدی کا منصب اور پایہ تخت کی سلطنت دینا تجویز کیا۔ تو اس
حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا، گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعہ میں نظر بند کر دینا،
اخلاق کے مذہب میں کفر سے بدتر ہے۔ تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ کو
تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور عالم گیر کے نام شاہ جہاں کے درد انگیز خط جن سے پتھر کا
دل پانی ہوتا ہے بعینہٖ نقل کئے ہیں۔ عالم گیر کو جو امیر شاہ جہاں کی خدمت میں

حاضر ہونے سے روکتے تھے اُن کو فتنہ پرداز اور مفسد تعبیر کیا ہے اور اس درد انگیز داستان کو ایسے درد انگیز الفاظ میں لکھا ہے کہ عالمگیر کے حق میں بے اختیار نفرین نکل جاتی ہے لیکن بالآخر عالمگیر متاثر ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلتا ہے تو یہی مورخ عاقل خاں لکھتا ہے :-

" دریں اثنا کہ آں حضرت (عالمگیر) اسم مبارک بہ تحسان دولت سگالاں آشتہ متردد بودند ناگاہ نامہ دل خاں برسید۔ فرمانے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بخط مبارک بدارا شکوہ نوشتہ ازراہ اعتماد بہ کمال اہتمام واحتیاط بہ وحوالہ نمودند کہ اصلا احدے را بریں راز وقوف نداد، خود را بہ طغا بدار الخلافت شاہجہاں آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آں جناب رسانیدہ جواب بیارد و در نظر انور حضرت جہاں پناہی درآورد مضمون آں منشور ناطق بداں بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہجہان آباد ثبات قدم ورزد و از آں جا پیشتر نہ گزرد کہ مادریں جا مہم را فیصل می فرمائیم" (ص ۹۴ - ۹۲ - اورنگ زیب ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا وہ بھی یہی کہتا ہے کہ یہ سارا جال جہاں آرا بیگم نے عالمگیر کے لئے بچھایا تھا اور انتظام کر رکھا تھا کہ جوں ہی عالمگیر قلعہ میں داخل ہو اُس پر اچانک حملہ کر کے گرفتار کر لیا جائے (ص ۱۱۴ ترجمہ جلد اول)

لین پول کہتا ہے کہ جو جال اورنگ زیب کے لئے تیار کیا گیا تھا اس میں شاہجہاں خود پھنس گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۴ ترجمہ لین پول)۔

شاہجہاں کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر نے

یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادہ اعظم کو شاہ جہان کی خدمت میں عفو تقصیرات کیلئے بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپئے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد جب قلعہ کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہوگیا تو شاہ جہاں کے ہر قسم کے آرام وراحت کے سامان مہیا کر دیئے (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۲ - اورنگ زیب پر ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر شہادت دیتے ہیں کہ اورنگ زیب کا برتاؤ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ادب سے خالی نہ تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت کو کثرت کے ساتھ تحائف بھیجتا تھا اور سلطنت کے بڑے معاملات میں اعلیٰ حضرت کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور جو عریضہ لکھتا تھا اُس سے ادب اور فرمان برداری ظاہر ہوتی تھی۔ اس طرح سے اعلیٰ حضرت کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور وہ عالمگیر کو معاملات سلطنت میں لکھنے لگا اور اپنے باغی فرزند کی گستاخانہ حرکت معاف کر کے اُس کے حق میں دعائے خیر کر دی۔" (ملاحظہ ہو ترجمہ سفرنامہ برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

عالمگیر کی جاگیر چھین لی گئی۔ تنخواہ بند کر دی گئی۔ دکن میں دشمن کے مقابلہ کے وقت اُس کی فوج اُس کے پاس سے بلالی گئی۔ ۵۰ ہزار فوج خود اُس کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے روانہ کی گئی۔ قلعہ اکبرآباد میں اُس کے قتل کا بندوبست کیا گیا۔ لیکن اُس نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کبھی گستاخانہ عریضہ نہیں بھیجا۔ رقعہ کو غور سے پڑھئے اور خوب پڑھئے نکتہ نکتہ سے پدر پرستی ٹپکتی ہے۔ عالمگیر اعلیٰ حضرت کے رتبہ سے واقف تھا۔ اس لئے گمان نہیں کیا جا سکتا کہ اُس نے بدتمیزی کا گمان اپنے دل میں کیا ہوگا۔

لیکن شاہجہاں اب بھی دارا شکوہ کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ

جہاں آرا بیگم جو شاہ جہاں کی دنیا میں سب سے بڑھکر عزیز تھیں دارا شکوہ کی نہایت طرف دار تھیں۔ شاہ جہاں نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالم گیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اُن کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالم گیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا (ملاحظہ ہو عالم گیر پر ایک نظر شبلی علیہ الرحمہ صفحہ ۹۶)

خافی خاں نے عالم گیر کی وفات کے دس سال بعد جو کتاب لکھی اُس میں لکھا ہے۔

"خلد مکاں (عالم گیر) جس کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کے ڈر کی وجہ سے خافی خاں نے خلاف واقعہ لکھا) مکرر ارادہ دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی و شومیٔ برادر ناہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ نمود آخر چوں دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں) طرف رعایت و اعانت غالب و راغب است و سر رشتۂ اختیار بہ حکم تقدیر از دست رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستہ ...... (ج ۲ ص ۳۴)

ان واقعات کو پیش نظر رکھکر رقعہ ملاحظہ فرمایئے اور اُس وقت صحیح نتیجہ قائم فرمایئے۔

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بہ عرض اشرف می رساند صحیفہ کہ بہ خط خاص پس از تمادیٔ ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایۂ سعادت حاصل کرد کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود وضوح انجامید۔ از سبب گرفت و گیر خطوط استفسار شدہ بود۔ بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازیں مرید در ابتدائے حال و آغاز وقوع مراتبے کہ بہ تقدیر ایزد متعال رو دادہ بہ اعتقاد آں کہ چوں آں حضرت

عقل کل اند و اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشته شاید ظہور
این امور از قضا و قدر در شکست کار این مرید و رونق بازار دیگران که ارادت اللہ
بدان تعلق نہ گرفت کوشش نہ فرمایند سلوک را بہیچ مستحسن
قرار دادہ بود و میخواست کہ بعد رفع شورش در رضا خاطر والا کمر اہتمام بہ میان جا
بستہ بدان وسیلہ سعادت دارین حاصل کنند و ہر چند می شنید کہ موجب ارتفاع فساد
و برہم خوردگی مہمات عباد بہ تحریک آن حضرت است و برادران بفرمودۂ اقدس
دست و پای می زنند و جانی می کنند گوش بہ سخنان مردم نینداختہ اندیشۂ انحراف
در شاہراہ عقیدت نمی پیمود لیکن ازان جا کہ اخبار بے توجہی حضرت بتواتر رسیدہ
چنانچہ از نوشتہ کہ بہ خط ہندوی بہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان و مان او بر سر آن
خراب گشتہ ہویداست یقین حاصل شد کہ آن حضرت این مرید را نمی خواہند و آنکہ
از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال بزیر دو سعی و تردد این فدوی
کہ مصروف بر اجرای احکام دین متین و انتظام مہمات مملکت است ضائع شود۔ بہیچ
طریق ازین فکر باز نیامدہ درین کار مصر اندنا گزیر بہ مراعات لوازم حزم و احتیاط
پرداختہ از حدوث مفسدہ ہای ممتنع استدراک اندیشہ مند گشتہ انچہ بہ خاطر نتوانست
از قوۃ بہ فعل آورد و بر صدق این دعوی خدای توانا شاہد ہست
انشاء اللہ تعالی بعد ازان کہ کار معاندان بہ یکے ازین دو وجہ ساختہ شود چرا
ازین ہمہ عبث احتیاط خواہد نمود۔ در باب آب دار خانہ قلمی بود۔ آب خاصہ
در غسل خانہ درین وقت کہ آن حضرت پیوستہ در محل می باشند چہ در کار است؟
و مہر بر کار خانہ ملبوس نمودن از رہ گزر تصدق شدن خواجہ معمور می شد الحال

کہ دیگر دریں عہدہ مامور گردید پوشاکِ مبارک بدستورِ سابق بے تعلل خواہد رسید۔

(خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

(۵)

مبین پورِ خلافت[1]

باوجود سلامتِ نفسِ فتح اللہ خاں[2] را چرا رنجیدہ گردید؟ ما در ایامِ شاہزادگی
با امرا ہمچناں سلوک می کردیم کہ ہمہ راضی بودند و در حضور و غیبت بخوشدلی تعریف و
توصیف ما می کردند بل با وصفِ اقتدارِ برادرانِ نامہربان[3] بعضیہا ترکِ رفاقتِ او
کردہ ملازمتِ ما اختیار کردند وجمعے کہ باشارۂ برادرِ نامہربان حرکاتِ ناملائم کردہ
حرف ہائے بے ادبانہ بر زبان آوردند تازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ از سرِ انصاف
اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند تا نقشِ سرداری و بہادری ما بر لوحِ خاطرِ اشرف اقدس
اعلیٰ حضرت (صاحب قرانِ ثانی) مرتسم گشت وکارہائے دست بستہ بزورِ بازوے
ایں موضعیف صورت گرفت۔ شما مثلِ فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔ ہیچ
سپاہی جگردار ہمہ کارہ را کہ بکارِ عمدہ بشما می آمد شکستہ دل نمودید۔

---

[1] شاہزادہ معظم ۱۲ [2] محمد صادق نام اور چار ہزاری منصبدار تھے۔ دکن میں جاں فروشانہ
خدمات انجام دیں اور منصب میں ترقی پاکر ۱۱۱۱ھ میں کابل تعینات ہوئے۔ محمد صادق رحمت خاں کے
بیٹے اور حکیم ضیاء الدین کے پوتے تھے حکیم صاحب بڑے دبدبہ کے امیر تھے۔ شاہ عباس صفوی شاہِ ایران
سے کسی بات پر بگڑ کر ہندوستان چل کھڑے ہوئے اور حسبِ ذیل شعر شاہ کو لکھ کر بھیج دیا۔

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش شام بیروں می روم چوں آفتاب از کشورش

[3] دارا شکوہ ۱۲

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود
دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

مضی ما مضی حالا ہم اگر دل جوئی کنید بہتر و برائے اصلاح کار مفید تر است ؎

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ ہر چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بیشتر ہر چہ رضا والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(۶)

(شاہزادہ اعظم کے نام ذیل کا رقعہ ۱۱۰۰ھ میں لکھا گیا تھا)

شخصے در زمان سلف پیش بزرگے شکایت بزمانہ آغاز کرد۔ فرمود کہ ہنوز موقعہ سپاس و حمد بے قیاس ست کہ انسان را نہ خوف نان و نہ غم مال و جان ست و نہ اندیشہ سستی دین و ایمان۔ در زمان مستقبل نیات ابنائے دنیا مبدل خواہد گشت و جور ہائے متنوعہ ظہور خواہد یافت۔ عدل و احسان قطعاً خواہد رفت۔ ناظمان و محافظ بلاد بر طالع غارت گری خواہند گرائید۔ خلیفۂ عصر چشم از داد خواہان خواہد پوشید امیران بہ مصلحت ہمدیگر بہ معاونت ستمگران خواہند کشید۔ حق زائل و باطل خواہد گردید۔ نسوان بدلیری پیش خواہند آمد۔ دختران بوزارت اختصاص خواہند یافت مردم ذوی القدر از بس بیدلی و بے قدری عمداً با صلاح کار ہا نخواہند پرداخت و مستحقان امور باوجود گوشہ نشینی ایمن نخواہند بود۔ بے شعوران و ناکردہ کاران کار فرمائی خواہند نمود و پسران پدران را خواہند رنجانید و پدران بے شفقتی

خواہند گردید زنان صالح از فسق و بے مہری شوہران طالح خواہند نالید. باران برقت نخواہد بارید بحکام غلات را بغرض شوم طبعی گران تر خواہند فروشانید ممالک از ظلم کارفرمایان ویران خواہند گردید. فواحش در مساکن خواتین و خواقین علانیہ ساکن خواہند بود و مردمان بپوشیدنِ لباسِ زنان رغبت خواہند نمود۔

(۷)

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اس لئے اُن کی اصلاحِ طبیعت کی فکر دامنگیر رہتی تھی اور حضرت عالمگیر موقع پاکر لطیف پیرایہ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے. دیکھئے اس رقعہ میں اصولِ جہاں رانی کس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

جانا، عزیزا. چند فقرہ از بیاض اعلیٰ حضرت خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار با آن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔

رنجانیدن مردم بد، نرنجیدن بعدم حصول مقصد، نرنجانیدن مردم خوب مزاج و خواستن یکسان احتیاج صحبت داشتن با اہل جہاد و جستجو کردن قابلان با استعداد. بار ندادن پیش خود مردم جہال دادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال. مکرم داشتن اہل فضل مصروف نمودن مزاج بعدل میل نہ کردن باقوال غیر عاقل بے خبر نمودن از احوال متوکلان بے مکابر غنیمت دانستن وجود یگانگان کہ بیگانہ از خلق باشند پیش داشتن جمعے کہ مصالح امور دنیا و عقبیٰ بوند۔

درین عصر ہم مردم خوب بسیار اند. اما اول منحص و توفیق پیش آوردن آنہا کو۔

ماہر ابعد چیزے بد تر ازیں خواہد شد

من ز وضع زمانہ در فکرم

کہ مبادا ازیں بتر گردد

شما کہ داعیۂ جہاں بانی دارید بجوئید و بخواہید و نگاہ دارید۔

(۸)

فرزند عالی جاہ!

حضرت عرش آشیانی[1] کہ نوکران خوب داشتند از ہمیں جہت فتوحات متواترہ و جہاتِ متکاثرہ می فرمودند اما در عصر اعلیٰ حضرت بندہ ہائے نامدار جاں سپار و عاملان آباد ان کار و دفتر داران ہوشیار بسیار پیش می آمدند و باایں ہمہ بذات قدسی صفات در رتق و فتق معاملات تعلق خاطر و توجہ ظاہر و باطن می فرمودند۔ یاد دارم در ہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مراد بخش را بجہت تسخیر ولایت قدیم بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود۔ در حالت تجویز بہ بست کس از اہل کار و بیکار بہم رسید چالاک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بہ حلیہ راستی و کاردانی آراستہ باشد می خواہم یافتہ نمی شود۔ از نایابی آدم کار آہ۔ آہ۔

(۹)

حضرت عالمگیر دکھن میں فوج کشی کر رہے ہیں۔ خود یلغار میں شریک ہیں لیکن قندھار وغیرہ ممالک کے تسخیر کی فکر دامن گیر ہے اور لڑکوں کو ہمت دلا رہے ہیں کہ آبائی ملک ضرور قبضہ میں لانا چاہیئے۔ ان واقعات کے بعد حیدر آباد اور دکھن کے

---

[1] شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر

دیگر ممالک کی فتوحات کو مذہبی غیر رواداری کا رنگ دینا سراسر بے انصافی ہے۔ سچ تو یوں ہے کہ تیمور کی اولاد میں فتوحات اور وسعت سلطنت کا سودا ہر بادشاہ کے سر میں تھا پھر عالمگیر ہی کو کیوں نشانۂ ملامت بنایا جائے؟

(۱۰)

نہین پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ و سلم

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت بگرفتن ولایت بلخ و بدخشان و خراسان و ہرات ملک قدیم موروثی توجہ معطوف داشتند و مکرر افواج بادشاہی بسرکردگی مراد بخش بآں صوب فرستادند چنانچہ اکثر آں ولایت فتح ہم شد لیکن بہ سبب کم حوصلگی آں نامراد کہ بے طلب حضور برخاستہ آمد و باستمالت اہالی و اکابر آں دیار نہ پرداخت ملک مقبوضہ مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت۔ ازیں جاست کہ گفتہ اند "از پسر ناخلف دختر بہتر" نظر بایں توجیہ کہ

ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند

ایں فانی را آرزو باقی ست تدبیرش غیر ازیں کہ نبیرۂ آں حضرت را با فواج شایستہ و سامان بایستہ بآں ہمت بفرستیم، دیگر از ما چہ می آید؟ با وجود تاکیدات حضور شما ہنوز قندھار را نہ گرفتہ اید تا ایں ہم چہ می رسد؟ ظاہر اکار ماز شما نیست، عارف بخود پُر عارف ست ایں نمودے بود خود آفتاب سر کوہ ست، بدست آمد چہ و نیامد چہ شما فکر خود کنید کہ دریں جا بہم چشماں چہ رو خواہید نمود و در آنجا بحضرت اعلیٰ و حق سبحانہ تعالیٰ۔

(۱۱)

شاہزادہ معظم کو ۱۰۷۸ھ میں صوبہ دار پنجاب مقرر فرما کر جو کچھ فرمایا اُس کے

پڑھنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہی کہ عالمگیر آنے والے واقعات سے بے خبر تھا اور نہیں جانتا
تھا کہ سلطنت کا زوال اُس کی موت کے ساتھ وابستہ تھا۔ دیکھئے کس شفقت پدری کے ساتھ
سلطنت کے پیچیدہ مسائل لڑکے کو سمجھاتا ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا رہا ہے کہ
سلطنت کے بار عظیم کا اُٹھانا شاہزادہ کے لئے آسان نہیں ہی۔

اگرچہ بنابر ضرورت دلا علاجی گوشمالِ افعال تمام زوال شما را دہ چند سال در قید
داشتیم اما علامت قوی سلطنت ہمین ست کہ تخت وجاہ حضرت یوسف مشروط بحبس بود
انشاء اللہ تعالیٰ برائے شما ہم ہمیں طور خواہد شد بنا بر ہمیں امید در زندگی خود ہندوستان
ہشت نشان را حوالۂ شما کردیم، احکام زائچہ ما را کہ فاضل خاں علاء الملک از روز ولادت
تا بعد وفات نوشتہ بحسب تجربہ تمامش مطابق واقعہ آمدہ دراں مرقوم ست کہ "بعد ازیں
سلطنت کہ قاطع عمر سماک رامح وسماک اعزل ست و در حاق درجہ طالع واقع شدہ است
بابیہ کہ بادشاہے بیخبرے تنک نفسے معدوم القدر رسے کہ کلماتش ہمہ ناتمام و تدبیرش ہمہ
خام باشد برائے بعضے اشخاص ایں قدر شادابے کہ قریب بغرق باشد و برائے برخے
ایں ہمہ خشکی کہ بسبب زوال باشد بعمل خواہد آورد" ایں ہمہ صفات حمیدہ وحالات پسندیدہ
در ذات شما دریافت می شود اگرچہ وزیرے لائق کہ درعمل ما پیش آمدہ ست و بہم رسانیدہ ایم
متعاقب خواہم فرستاد لیکن چہ فائدہ کہ چہار رکن سلطنت یعنی اولاد اربعہ ہرگز آں بیچارہ را
بحال خود نخواہد گزاشت کہ کارے بکند؟ باوجود ایں حال ہم بازوست و پائے خواہد زد
کہ فی الجملہ کار بر رونق خواہد بود لیکن ہماں قاعدہ علم طب ست کہ تا مادہ از اعلائے بدن
نازل نہ شود ہرچند در اسافل بدن قوت باشد بالآخر کار بضعف و اختلال بل بفساد
و زوال می کشد دریں مقام ہم ہمیں صورت ست۔

ہر چند کہ از صحرا گردی و ہاموں نوردی ما خانہ زاداں فراغت شعار از مادر پدر بیزار آرزوے فناے حیات مستعار ما دارند لیکن بعد از ما از بے تمیزیہا و ناشناسیہا ایں فرزند ناقدرداں چیزے کہ براے ما آرزو دارند نخدا برلے خود طلب خواہند نمود بہرحال بموجب محبت پدری گفتہ می شود کہ آں قدر شور مباش کہ از دہن براندازند و آں قدر شیریں مباش کہ فرو برند، اما ایں نصیحت ہم غیر مقام بود کہ شوری اصلاً در آں فرزند نیست حق برادر عزیز ست و حصہ بے نمکی نصیب آں فرزند وا فزنیرت حق سبحانہ ہر دو برادر را در کمال اعتدال دارد۔ آمین یارب العالمین

(۱۲)

۴ ذی قعدہ سنہ ۱۱۰۲ھ کو قید سے رہا فرما کر جو فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیا اس کے ہر لفظ سے اس عظیم الشان شہنشاہ کے مدبر اور منتظم ہونے میں شمہ برابر بھی شبہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

ازیں راہ کہ مثل من پدرے از شما راضی بود البتہ سلطنت نصیب شما خواہد شد۔ رضامندی اعلیٰ حضرت ما را درکار نبود کہ ایشاں عین دارا شکوہ بودند و او بمصاحبت ہنود جوگیان بے ایمان شدہ بود و محض اہانت دین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب نصرت باشد چند نصیحت بہ شما کردہ می شود باید کہ در خاطر خود داشتہ باشید۔ اگرچہ می دانم کہ عمل کردن بر آں از طبع شما دور است لیکن از شفقت پدری و محنت و اطاعت کہ شما بجا آوردید گفتہ می شود۔ ۔۔۔۔۔ ۱

اول آنکہ بادشاہ باید کہ وسط باشد میان لطف و قہر، ہر کدام کہ از دیگرے بیشتر باشد موجب انکسار سلطنت می شود کہ در لطف زیادہ ہر دم جرأت پیدا می کنند

درقہر افزوں طبائع را نفرت بہم می رسد چنانچہ عم این نحیف سلطان الغ بیگ با وجود
فضل و کمال تسفک دما جرأت داشتند کہ بر جریمۂ سہل حکم قتل می فرمودند۔ پسر ایشاں عبداللطیف
ایشاں را محبوس نمودہ بقلعۂ نہاوند فرستادند در اثنائے راہ از شخصے پرسیدند کہ برہم خوردگی
سلطنت مارا از چہ راہ دانستی؟ گفت از راہ تسفک دما کہ مردم از شما تنفر پیدا کردند۔ انچہ
جد امجد ہمایوں بادشاہ کرد مساہلہ بیجا و عفو و سستی در کارہا کہ باوجود جرائمہا کہ شیر خاں[1]
در صوبۂ بنگالہ می کرد مکرر بعرض رسید تغافل می فرمودند و پدرش را کہ حسن سور بود
سرزنش می نمودند کہ حرکات پسر خود را می بینی و باو نمی نویسی؟ او جواب داد کہ کار او
از نوشتن گزشتہ است نمی دانم کہ غفلت حضرت آخر چہ خواہد کرد؟

دیگر آنکہ۔ بادشاہ ہرگز آرام طلبی و فراغت شعاری را بر خود روا نہ دارد کہ
بدترین اسباب خرابی ملک انہدام دولت این شیوۂ نامرضیہ ست ہمیشہ تا مقدور
در حرکت باید بود

بادشاہ و آب را در یک مکاں بودن بدست — آب می گردد زبون و شہ رود کارش ز دست
در سفر باشند شہاں را حرمت و عیش و وقار — فکر آرام و تنعم می کند بے اعتبار

---

[1] فرید نام اور حسن خاں افغان سوری کے لڑکے تھے آبائی وطن روہ متصل پشاور تھا جمال خاں حاکم جونپور کی سرکار سے سہسرام اور ٹانڈہ کے پرگنہ جاگیر میں عطا ہوئے تھے فرید کچھ دنوں محمود لوہانی حاکم بہار کی سرکار میں ملازم رہے اور چیتا مارنے کے صلہ میں شیر خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ بڑھتے بڑھتے شیر خاں ایک نامور حاکم ہوگیا اور دو مرتبہ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کیا آخری لڑائی ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج (ضلع فرخ آباد) ہوئی اور ہمایوں کو شکست نصیب ہوئی وہ فارس چلے گئے اور ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک شیر شاہ ہوگیا جس نے دبدبہ کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ تک حکومت کی کالنجر کا نامی قلعہ فتح کیا خود حملہ میں شریک ہوکر زخمی ہوا۔ جب قلعہ سے فتح کی خوش خبری دی گئی تو چلا کر الحمد للہ کہا اور روح نے قفس عنصری چھوڑا۔ نعش سہسرام لائی گئی اور خاندانی مقبرے میں دفن ہوئے شیر شاہ نے رفاہ عام کے بہت کام کئے۔ اس کے وقت میں لوگ پرخطر راستوں میں بلا کھٹکے سفر کرتے تھے اور بال بیکا نہیں ہوتا تھا ۱۲

دیگر آنکہ۔ در فکر تربیت نوکراں باشد و ہر کدام را کہ لائق کارے داند بآں منصب کند کار آہن گر از درود گر فرمودن از عقلا بعید ست؟ کار بزرگاں بخرداں و کار خرداں بہ بزرگاں نباید فرمود کہ بزرگاں از کار خرد ننگ کنند و خرد را حوصلۂ کار بزرگ نباشد خلل تمام در انتظام سرکار روے دہد

(۱۳)

شاہزادہ معظم ۱۱۰۹ھ میں صوبہ دار کابل مقرر ہو کر مع لشکر روانہ ہوئے اور سرہند کے مقام پر ڈیرا ڈالا۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت[1] داروغۂ فیل خانہ کے کان میں آہستگی کے ساتھ کچھ ارشاد فرما کر ہاتھی پر سوار ہو گئے اور چار کوس منزل طے کر کے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی ناظر لشکر کے پاس روزنامچہ ہوا کرتا تھا اس نے یہ واقعات درج کئے جب ملاحظۂ عالمگیری میں روزنامچہ پیش ہوا تو حکم ہوا۔

عرض اول[2]۔ از ترس جان خود بود کہ اخفا مقدور نبود ... عمدۃ الملک مدار المہام در عوض حسب الحکم بہ شاہ نادان (معظم شاہ) بنویسد کہ جنگ فیل مخصوص بادشاہان ست بایں آرزو ہائے لاطائل بے حاصل بادشاہی زود نخواہد رسید؟ ہرگاہ وقت آید و در نصیب باشد خواہد شد۔ آدمی را چیزے کہ خراب می کند طلب بیش از قسمت و پیش از وقت ست مارا چرا متغیر و خود را مکدر باید ساخت؟

(۱۴)

یہ رقعہ ۱۱۱۸ھ میں احمد آباد دکن سے لکھا گیا۔ وصایا کی بابت کچھ علم نہیں۔ بظاہر ملک کی تقسیم کی بابت شاہزادہ معظم کو آگاہ کیا ہو گا اس لئے کہ اسی زمانہ میں شاہزادہ

---

[1] کان میں بات کہنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

محمد اعظم اور شاہزادہ کام بخش کو بھی صوبہ جات تفویض فرمائے تھے۔ وصایا کے بابت دوسرا
ثبوت یہ ہے کہ معظم شاہ نے بادشاہ ہو کر بھائیوں کو لکھا تھا کہ جو ارشاد عالی ہو چکا ہے اس کی
تعمیل ہم پر فرض ہے۔ حضرت عالمگیر نے سب کچھ طے کر دیا تھا لیکن نتیجۂ آخر سے بے خبر
نہ تھے اپنے صاحبزادگان کی مزاجی کیفیت کے طبیب تھے اور خوب جانتے تھے کہ مرنے کے
بعد کیا قیامت برپا ہوگی۔ جیسا کہ ذیل کے رقعہ سے واضح ہوتا ہے:-

بہین پور خلافت

منعم خاں[1] از حضور رخصت یافت تا جلد رسیده آنچه بزبان او حواله شده ابلاغ نماید
از خود خبر نیست که کیستم و کجا می روم؟ و بر سر این عاصی پر معاصی[2] چه خواهد گذشت؟ حالا

---

[1] باپ کا نام سلطان بیگ برلاس ہے منعم خاں نے دکھن کی لڑائیوں میں نام پیدا کیا جوہر شناس عالمگیر نے منصب سے سرفراز کر کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ شاہزادہ اکبر کے حملہ کی گرما گرمی سن کر کشمیر کے صوبہ دار مقرر کئے گئے۔ شاہزادہ معز الدین ملتان اور شاہزادہ معظم صوبہ داری کابل کے منصب پر تعینات ہوئے۔ جب حضرت عالمگیر کی حالت نازک ہوئی تو صوبۂ پنجاب منعم خاں کے سپرد ہوا اور خاص مہم پر کابل گئے۔ بہین پور خلافت کو پیام اور سرفراز نامہ حوالہ کر کے اپنے صوبہ کو واپس آئے اور خفیہ انتظام رسد وغیرہ کا شروع کر دیا۔ جب عالمگیر نے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا بہین پور خلافت کو مطلع کر کے ان کی تخت نشینی کی مہم اپنے سر لی۔ بادشاہ ہو کر بہین پور خلافت نے ان کو بدار الہامی کے خلعت سے سرفراز فرما کر عمدۃ الملک امیر الامراء خان خاناں کے خطابات سے سربلند کیا اور بھائیوں کی مہم سے فارغ ہو کر صمصام الدولہ ظفر جنگ یار وفادار کے خطابات عطا فرمائے ہفت ہزاری منصب دیا گیا۔ محرم ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے کتاب الہامات منعمی ان کی تصنیف ہے۔ ۱۲

[2] یہ اسلامی عقیدہ ہے بڑے بڑے نبی اور خاصانِ خدا ہمہ وقت خدا کے خوف سے ڈرا کئے اور پروردگارِ عالم کی رحیمی و کریمی پر بھروسا کرتے رہے۔ اپنی زہد و عبادت پر کبھی مطمئن نہیں ہوئے۔ آج بھی یہی عقیدہ عام ہے۔ پھر اگر عالمگیر نے ان خیالات کا اظہار کیا تو کونسی نئی بات تھی، لیکن بعض انگریز مورخین ان سطروں میں اقرار جرم کا راز نہاں پاتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عالمگیر اپنی حرکات سے واقف تھا اور جب مرنے کا وقت آیا تو

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

از ہمہ مرخص می شوم و مہر را بخدا می سپارم فرزندانِ نامدار کامگار را باید کہ تخالف نکنند و مجوز کشت و خون خلق کہ بندہائے خدا اند نشوند۔ انچہ بنظر می آید طرفہ ہنگامہ برپا شدنی ست؟ ایزد مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق اللہ کرد و الحمع بدائع خالق اند چراغ راہ سالکاں طریق ریاست و ملک داری کناد۔

(۱۵)

شاہزادہ اکبر کی ریشہ دوانیوں کے اخبارات سن کر عالمگیر نے عمدۃ الملک کو یہ خط لکھا تھا۔

آں فدوی منعم خاں وکیل شاہ عالم (شاہزادہ محمد معظم) راکہ دیوانی سرکار ایشان نیز یافتہ امروز برائے رخصت بیارد تا از داعیۂ ناصواب اکبر ابتر بامید امداد ایرانی غول بیابانی و رہرات قریب قندھار مقیم شدہ باشارہ والی آں جا بطرفے نمی رود و انتظار قضیۂ نامرضیہ می کشد۔ فرمودہ اند ؎

نہ رفت از دلم قول آں کاسہ گر کہ می گفت باکاسہ پرُ خطر
ندانم کہ سنگِ سپہر قضا ترا بشکند پیشتر یا مرا

تدبیر ش غیر از یک پسر خود را گزاشتن در کابل با فواج بزرگ و محمد معز الدین بہادر را داشتن در ملتان با سامان سترگ تا انفصال مقدمہ یعنی رفتن ایں فانی راضی بودن

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ

اقرار کر کے گڑگڑانے لگا۔ سبحان اللہ۔ کیا اسلام میں بھی موت کے وقت اقرار جرم کرنے سے کفارہ ہو جاتا ہے" عالمگیر نے مرنے کے وقت جو خطوط اپنے لڑکوں کے نام لکھے ہیں وہ سب اسی اعتراض کے تحت ہیں کہ قابل وثوق تحریری دستاویز مانے جاتے ہیں۔ یوں تو ہر شخص کو تنقید کا حق حاصل ہے لیکن مورخین اسلامی عقائد سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قلم اٹھاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔"

صلح و تقسیم ملک نیست بطریق وصایا گفته می شود که بسیار نامداران صاحب داعیه که با فروغ خلق نائرهٔ قتال و دولت را بجهت گزاشته و عمر به تلخی بسر برده جان به ندامت داده اند یکے ازاں جمله داراشکوه بوده۔ اگر نصائح اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) امی شنید چرا روز بد میدید وحق بطرف او هم بود اما غرض آدمی را نمی گزارد که دمے چند بآسایش بر آرد۔ اللّٰهم اصلح امة محمد وارحم امة محمد صلی اللّٰه علیه واٰله فی الاول والاخر والسلام

(۱۶)

یہ خط تاریخی واقعات کا خلاصہ ہے اور اس کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مضامین عالمگیر (مولانا شبلی علیہ الرحمۃ) کے صفحات ۴ لغایتہ ۴) ملاحظہ فرمائے جائیں۔ میں ان صفحات کا خلاصہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو مضمون خط کے سمجھنے میں آسانی ہو!

دکھن میں مسلمانوں کی پانچ ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں اور اکبر اعظم نے بعض ریاستیں اپنے زیر نگیں کیں جہانگیر اور شاہجہاں نے اُن کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہے لیکن یہ ابن الوقت ریاستیں ضرورت کے وقت مطیع ہوجاتی تھیں اور موقع پاکر پھر دشمن سے مل جاتی تھیں۔ مجبوراً یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کرلی گئیں۔ جب عالمگیر تختِ سلطنت پر بیٹھا تو من جملہ پانچ ریاستوں کے صرف حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔

بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل مرہٹوں سے سازش کرلے کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں مرہٹوں کو مدد دیتا رہا حالانکہ عالمگیر نے اُس وقت تک بیجاپور کو چھیڑا بھی نہ تھا۔ عالمگیر نے بار بار متنبہ کیا اور ہر قسم کی تدبیریں کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا۔ مجبوراً بیجاپور

---

[1] سموگڈھ کی لڑائی کے قبل شاہجہاں نے تجویز فرمایا تھا کہ میدان جنگ میں خود بہ نفس نفیس جاکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں گے اور جھگڑا طے ہوجائے گا، مگر داراشکوہ مانع ہوا ۱۲

فتح کرکے شامل ملک محروسہ کیا گیا۔ سکندر عادل کے ساتھ شاہانہ برتاؤ کیا گیا اور مرتے دم تک وہی عزت قائم رکھی گئی۔ عالمگیر کے زمانہ میں حیدر آباد دکن فرماں روا سید ابوالحسن شاہ تھا جو عوام میں تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے چوں کہ قطب شاہ کے کوئی اولادِ ذکور نہ تھی اور نہ کوئی قریب عزیز تھا اس لئے مجبوراً ابوالحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا گیا اس کے عہد سلطنت میں عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ مدت سلطنت رانی میں کبھی دارالخلافت سے ایک کوس باہر نہیں گیا (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۳۶ تذکرہ جان سپار خاں) بادشاہ کے لہو ولعب نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی سید ابوالحسن شاہ کو سید مظفر ایک اولوالعزم امیر نے سلطنت دلائی تھی لیکن سید ابوالحسن نے اس کو معزول کرکے مادنا نامی پنڈت کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دیدیئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سید ابوالحسن کے سپہ سالار ابراہیم خلیل اللہ خاں نے جو بڑے دبدبہ کا امیر تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا ہے

زالتفات بادشاہ و پنڈت پروش روان
گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خاں

پنڈت مادنا کے تسلط اور اقتدار کے نسبت صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے:-

"رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار و برادر برہمان مادنا و اکنا کہ خمیر مایۂ مفاسد و فتن و مورث وبال و زوال آں دودمان گشتہ تفویض یافت"

(تذکرۂ مہابت خاں حیدرآبادی صفحہ ۴۲۴ مآثر الامرا جلد سوم)

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی دربار سے بھاگ کر دکھن آگیا تھا اور اس کی مدد پنڈت مادنا فوج اور روپیہ سے کر رہے تھے عالمگیر کے جلوس کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدود میں گھس کر جالنہ کو برباد کیا (اب ریاست حیدرآباد میں ہے) (دیکھو مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۲۴۵ لغایت ۲۴۹)

سیواجی کے مرنے کے بعد اُس کے جانشین سمبھاجی کو سید ابوالحسن نے عالمگیر کے مقابلہ میں مدد دی اور ایک لاکھ ہون (طلائی سکہ) نقد بھیجا۔ چنانچہ خافی خاں لکھتے ہیں :-

" وعلاوہ آں دراِمداد سنبھا در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات در رسانیدن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زدِ عالمے ساختہ بود "

ان سب پر طرفہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھے تو سید ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھاجی بے شمار فوج لے کر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ اس واقعہ کی تصدیق سید ابوالحسن کے خط سے ہوتی ہے جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۲۷ - ۶۲۹)

عالمگیر نے یہ سب واقعات سنتے مگر ٹالتا رہا لیکن اس خط کے ملاحظہ کے بعد صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور شاہزادۂ معظم کو حیدرآباد کی مہم پر تعینات فرماکر ارشاد ہوا کہ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو عفوِ تقصیر کی سفارش کی جائے :-

۱ - مادنا وزارت سے معزول ہوکر مقید کردیا جائے (سید ابوالحسن تو مست الست تھے اور یہی شخص سید ابوالحسن کو مرہٹوں سے ملائے ہوئے تھا اور مسلمانوں پر وزارت کی آڑ میں ہر طرح کے مظالم توڑ رہا تھا)

۲ - سیرم دانگیر وغیرہ جو ممالکِ محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا تھا واپس کرائے جائیں۔

۳ پیش کش مقررہ کے باقیات ادا کردیئے جائیں۔

درباریوں کے اغوا کی وجہ سے تاناشاہ نے یہ شرطیں منظور نہیں کیں شاہزادہ

معظم نے ترک فکریں کیں کہ لڑائی نہ ہو اور معاملہ طے ہو جائے مگر یاروں نے پیش جانے دیا تنگ ہو کر شاہزادۂ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم واپس کر دیا جائے۔ لیکن سید ابوالحسن نے یہ جواب دیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔

(ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۲)

حضرت شبلی مرحوم نے خوب لکھا ہے کہ " انصاف کرو۔ ان حالات کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں۔ رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گزر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ دار افسران ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں مرہٹوں کو فوج اور خزانہ سے مدد دی جا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے تیموری علاقوں پر غارت گریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ اکبر تو کیا اگر نوشیرواں اور عمر بن عبدالعزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف عالمگیر نے کیا" (صفحہ ۱۱۔ مضامین عالمگیر)

جب کچھ پیش نہ گئی تو شاہزادۂ معظم نے حملہ کیا، تانا شاہ کے فوجی افسر اُس کے ان مظالم کی وجہ سے تنگ تو تھے ہی ایک ایک کر کے چل دیئے۔ دونوں پنڈت صاحبان نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے تو کسی منچلے نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اب ابوالحسن نے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وزیر نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا کسی میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اور پنڈتوں کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے عالمگیر کو مُنھ دکھلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ لیکن معافی کی درخواست کی تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا

در سنہ بست و ہشتم جلوس سنہ ۱۰۹۴ھ :

اگرچہ افعال قبیح آں بد عاقبت از احاطۂ تحریر بیرون ست اما از صد یکے و از

بسیار اند کہ بہ شمار می آید ۔

اولاً اختیار ملک و سطوت بہ کف اقتدار نافرجام ظالم دادن و سادات و مشائخ و
فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بہ افراط علانیہ کوشیدن و
خود را از بادہ پرستی ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن
بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی
(سنبھاجی) اصرار ورزیدن و خود را در عدم اطاعت اوامر و مناہی خصوص در بادہ
منع معاونت دار الحرب کہ نص کلام مجید بر تاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق مطعون ساختن
چنانچہ مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب داں مزاج گرفتہ حضور
صادر شدہ وپنبہ از گوش نہ کشیدن بلکہ دریں تازگی فرستادن لکھون برائے
سنبھاجی کردار بعرض رسید با ایں ہمہ غرور و بدمستی بادہ ناکامی نظر بر افعال و
زشتی اعمال خود نہ نمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں داشتن ؎

خیال — زہے تصور باطل زہے خیال محال

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ
بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے؟

حیدر آباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ مرہٹی سلطنت کا استیصال
کرنا تھا۔ فی زمانا مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی تواریخ پڑھنے کے بعد معترض ہوتا
ہے کہ دکھن کی سلطنتیں برباد کر کے عالمگیر نے اپنی ہی سلطنت تباہ کر لی۔ دکھن کی سلطنتیں
مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں اُن کا دباؤ اُٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے اور سلطنت مغلیہ
کمزور ہو کر تباہ ہو گئی۔ لیکن ان دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دکھن کی یہ ریاستیں

مرہٹوں کی بلی گزار بن گئی تھیں۔ اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجا پور کو فتح نہ کرلیتا تو آج ٹھ دہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد اور بیجا پور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا (شبلی صفحہ ۱۴)

(۱۷)

بیجا پور اور حیدرآباد کے فتح ہوجانے کے بعد عمدۃ الملک مدارالمہام نے عرضداشت بھیجی کہ باقبال تعالی (باقبال حضور لکھنا عالمگیر کے یہاں جرم تھا) دکن فتح ہوچکا۔ اب ہندوستان کو رونق افروز فرماکر دنیا کو معلوم کرنے دیجئے کہ خلافت پناہی کو اب ملک فتح کرنے کا کام باقی نہیں رہا اس عرضداشت کو پاکر حضرت عالمگیر نے فوراً جواب دیا :

" عجب ازآں خانہ زادِ مزاج داں کہ چنیں عرض نمودہ۔ اگر غرض آنست کہ بر مردم معلوم شود کہ کار نماندہ است خلاف واقعست "

(یہ رقعہ ۱۰۹۶ھ میں لکھا گیا اس وقت مرہٹوں کے استیصال کا کام باقی تھا اور عالمگیر کو ناگوار تھا کہ وہ خلاف واقع کیوں تسلیم کرکے کہ اس نے دکن میں سب کام کرلئے)

"تا دمے از حیاتِ فانی باقی ست از شغل و کار خلاصی نیست"

(اور مرتے دم تک اس پر عامل رہا۔ بچپن سے ملک گیری کا شوق تھا اور مرتے دم تک لڑنے بھڑنے کا کام کیا لیکن غیر مسلم مورخ اس کو دوسرے پیرایہ میں دکھلا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرہٹہ قوم نے مرتے دم تک چین نہ لینے دیا) ؎

رہِ دُورِ طولِ اہل را رہبری درکار نیست ــ
تا نفس باقی ست راہِ زندگی ہموار نیست ــ

مشکل دلِ رمیدہ ہوائے وطن کند
شبنم چناں برفت کہ یاد از چمن کند

اگر اعلیٰحضرت بودن دارالخلافت و مستقر الخلافت اختیار می کردند و ہمیشہ در سفر می بودند کار باینجا نمی رسید کہ رسید و اگر از راہِ پاسِ ادب و در تردّد و قلعہ گیریہا مشقت می کشند آیندہ در محاصرۂ قلعہا متوجہ می شویم ؎

غریقِ عشق چہ اندیشہ از خطر دارد؟
سرِ گزشتہ چہ پروائے دردِ سر دارد؟

الحمدللہ در ہر مکان و ہر جا کہ ہستیم بزورِ دل از تعلقات بر داشتہ ایم و مردن را برخود آسان کردہ ایم ؎

عقدۂ وابستگی را اندک اندک باز کن
ورنہ مرگ ایں رشتہ را یک بار غافل می کشد

(۱۸)

فرزند عالی جاہ! یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبد اللطیف قدس سرہ الشریف[۱]

---

[۱] محلہ دولتمندان شہر برہان پور میں مزار ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ سے عالمگیر ان کے حلقہ بگوش معتقدوں میں تھا۔ میاں صاحب قدس سرہٗ الشریف نے اپنی کلاہِ مبارک تبرکاً عنایت فرمائی۔ عالمگیر اُس کو جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ جس سال انتقال ہوا کلاہ مبارک حمید الدین خاں بہادر کو مرحمت فرمائی۔ یوں تو عالمگیر ہر بزرگ کے مزار پر ادب کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتا تھا لیکن میاں صاحب کے وصال کے بعد اُن کے مزار پر حاضر ہو کر بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ ایمان کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ جب بادشاہ ہو کر دکھن آیا تو حضرت گیسو دراز کے مزار پر حاضر ہوا اور میاں صاحب کی سرکار میں حاضر ہو کر ان بزرگان کی روح پر فتوح سے استمداد دکھن کے لئے دعائیں مانگیں۔ مرنے کے قبل دکھن کا ملک تمام و کمال فتح کر لیا اگر اُسے قبضہ میں رکھ سکے تو عالمگیر کا قصور ہے؟

رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چند دہ از مضافات کھرگون برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود۔ در جواب این دو مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند؎

شاہ مارا دہ دہد منت نہد

رازق ما رزق بے منت دہد

گفتیم ہم چنین ست، اما تقدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و برکت دینوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت دولت ست نہ برائے آرزو منت گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادہ باطن نیت خیر ست نصف غلات از حصہ رعایا بگیرند بلکہ بہ مظلومان محنت کش زیادہ ازاں بگذارند و اوراد وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبان سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند و بیداد مظلوماں نوعے برسد کہ حق کسے تلف نہ شود و دست اقویا از حال ضعفا کوتاہ باشد افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند۔

لہ پہلے صوبہ خاندیس کا پرگنہ تھا اور اب ریاست اندور کے علاقہ میں زرخیز صوبہ ہے یہاں موسیٰ شہید کا مزار ہے جو شاہجہانی عہد میں بنا تھا مقبرہ منہدم ہو گیا۔ صرف یہ کتبہ باقی ہے؎

در جہاں داوری شاہ جہاں	کہ جہاں یافت از د زینت و زین
از محمد شاہ اورنگ آرائے	چوں وطن یافت دریں ملک حسین
ساخت ایں روضہ زپیش اندیشی	چہ دکانش ہمہ شد منصب عین
بود ایں جا برسد اہل دلے	لحظہ وا رسد از کلفت و شین
بدعا یاد کند از رہ لطف	خیر برب الثقلین
زود رفتم پیر خرد تاریخش	ابدی گلشن ارد پیش حسین

لہ ۱۰۹۱ھ شناہ میں قبر کا چبوترہ مہاراجہ ملہر راؤ ہلکر نے بنوا دیا جو نیا صوبہ دار کھرگون میں مقرر ہو کر آتا ہے پہلے سے جلوس کے اس مزار پر حاضر ہوتا ہے۔ (دیکھو قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

بتقریب نالش سکنہ چکلہ کوڑا این نقل بیاد آمد کہ بے اختیار زباں فرزند قلمی شدہ والدعا

(۱۹)

شاہزادہ محمد اعظم سیر و شکار میں رہتے تھے اور اُن کی جاگیر کے علاقہ میں اہتمام ابتر تھا۔ متواتر اخبارات پہنچے کہ راستے محفوظ نہیں ہیں اور شاہزادہ صاحب توجہ نہیں فرماتے فوراً عتاب نامہ جاری ہوا۔ دوسرے موقعہ پر شکایت ہوئی تو مدعی کے مال کی قیمت شہزادہ سے دلوائی گئی۔ عالمگیر اپنی اولاد کو سزا بلا تحقیقات دیا کرتا تھا اُس نے کلیہ بنا رکھا تھا کہ شاہزادگان کی یہی سزا ہے کہ اُن کو بلا تحقیقات سزا دی جاوے اور دوسرے صوبہ داروں کو تحقیقات کے بعد۔

فرزند عالی جاہ! اشقیا از چار کونڈہ تا قادر آباد بتواتر راہ می زنند و مسافران کمتر راہ بسلامت طے کنند۔ احتمال غالب کہ بے خبری نخواہد بود العاقل تکفیہ الاشارۃ شمار اخبر دور و نزدیک زود می رسد۔ از احوال بد روز چرا چرا اطلم مدارید فحرمال فی الحال باید کرد و نوکر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بد را بہ کیفر عمل رسانیدن عمل سنت الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ انتظار جواب داریم۔ ظلمے از عالمے در حق خود فاتحہ خیر خواست جواب یافت کہ در بارہ ستمگاراں جز دادن ظلوماں دعائے خیر اثر ندارد۔

(۲۰)

چھوٹے چھوٹے معاملات کی اطلاع پہنچتی اور فوراً کارروائی شروع ہوجاتی تھی اخلاص کیش واقعہ نگار حیدر آباد مزار حضرت

گیسو دراز پرنٹ کی حالت میں حاضر ہوا۔ دربار شاہی میں پرچہ گذرا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے نام حکم جاری ہو گیا۔ دیکھو کس طرح صاف صاف لکھا ہے کہ انصاف کے مقابلہ میں کچھ عزیز نہیں ہے۔

"ماجرائے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے بد نیت کیش کہ بر مزار فائز الانوار شاہ بندہ نواز گیسو دراز خمر خورد در رفت و جو نہالہ خود را عرض داد مفصل از فرد سوانح نگار معروض بارگاہ والا گشت۔ آں عالی جاہ را بایستے کہ ہر گاہ آں نابکار بایں احوال منکر درآں مقام رفتہ بود کسان خود را تعین نمودہ می فرمودند کہ قشاں کردہ بیارند و جولاں کردہ ہمراہ گرز بردار بحضور می فرستادند۔ از راہ رعایت واقع نگاری بریں نیاوردہ۔ ازینجا گرز بردار شدید تعین کردیم۔ آں لعین را البتہ بیارند۔ ناکساں کہ بر روئے کار آیند چنیں کنند۔ مارا در چنیں رواداری ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بہ عنایت اللہ خاں و دیگراں چہ رسد۔"

(۲۱)

سید لال شاہ منصب دار کی جاگیر شاہزادہ محمد اعظم صوبہ دار منار سور کے صوبہ میں تھی یہ صوبہ اب ریاست اندور میں ہے اور آج بھی ویسا ہی زرخیز ہے جیسا کہ اُس

لہ صدر الدین محمد حسینی نام تھا ۴ رجب ۷۲۱ھ کو بمقام دہلی رونق افروز عالم ہوئے پدر بزرگوار کا اسم گرامی حضرت راجو ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور خاندان چشتیہ کے اُن بزرگان میں ہیں جن کے روحانی تصرفات نے مسلمانوں کی مردم شماری میں بہت اضافہ کیا۔ بعد حسب وخلافت گلبرگہ کی خدمت پر پیرو مرشد نے تعینات فرمایا۔ بندگان خدا کے تعلیم و تربیت میں بقیہ عمر اسی جگہ بسر کرنے کے بعد ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو پردہ فرمایا۔ مزار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو "خاندان چشتیہ"

زمانہ میں تھا۔ علاقہ کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر صوبہ دار صاحب کی نیت خراب ہوئی اور عرضداشت کی کہ سید لال شاہ جاگیردار شرابی ہیں اور ہر طرح کی بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے ان کی جاگیر ضبط ہو کر اس غلام کو (یعنی شاہزادہ) کو مرحمت کی جائے۔ اس درخواست پر بڑے لطف کے ساتھ شاہزادہ کو چشم نمائی کی گئی۔ ملاحظہ ہو۔ عالمگیر معروضہ کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

کارے کہ تعلق بہ محتسب دارد بخود گرفتن والتماس تغیر جاگیر نمودن تصرف تازہ بافرہ است، جاگیر یک پشتی تغیر نمودن محال ست چہ جائے کہ سہ پشتی؟ جاگیر کسے بگفتۂ کسے تغیر نمی شود۔ در نوکری آں بابا (شاہزادہ) با سید لعل مساوی و در سیادت طرف ثانی (سید لعل) ہزار مرحلہ زیادہ صدر الصدور بہ محتسب آنجا نویسد کہ بہ تحقیق رسیدہ مفصل معروض دارد۔ الحمد للہ کہ بطور اعلیٰ حضرت (صاحب قرانِ ثانی) اولاد را مسلط نہ نمودہ ام کہ ندامت کشم۔[1]

(۲۲)

صوبہ احمد آباد بھی شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں تھا۔ سوانح نگار نے عرضداشت بھیجی کہ جاناجی[2] نے احمد آباد سے ۴۰ کوس کے فاصلہ پر سورت کی سڑک پر بیوپاریوں کو

---

[1] شخصی سلطنت میں بادشاہ جو کرنا چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس زمانہ میں مخل قانون سازی نہ تھی لیکن یہ واقعہ پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا کہ عالمگیر کے عہد میں اگرچہ آئینی سلطنت نہ تھی لیکن عنان حکومت ایسے مضبوط ہاتھ میں تھی جو مقررہ قواعد سے نہ تو خود تجاوز کرتا تھا اور نہ کسی کو مجال اُن کے توڑنے کی تھی۔

[2] جاناجی، حیدر آبادی افسر تھا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصب دار ہوا۔

لوٹ لیا اور جب شاہزادہ کو خبر دی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ امانت خاں[1] متصدی سورت کی فوجداری میں جرم ہوا ہے، ہم کو تعلق نہیں ہے۔

عالمگیر نے سوانح نگار کی رپورٹ پڑھ کر حکم دیا:

پنج ہزار از اصل منصب کم و بموجب اظہار تاجران زر نقد از وکیل الشان (محمد اعظم) بگیرند اگر غیر بادشاہ زادہ می بود بعد تحقیق حکم شدے۔ برائے شاہزادہ سزا عدم تحقیق ست۔ زہے بادشاہ زادگی کہ خود را کمتر از امانت خاں بدانند، ہرگاہ در حیات ما دعوی وراثت ملک داشتہ باشد پس چرا در حیاتِ ما امانت خاں را شریک میراث نگردانند

دردے کہ بادوا نشد آں را علاج نیست
آں را کہ عقل نیست بہیچ احتیاج نیست

(۲۳)

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اور غصہ ور بھی تھے۔ ایک دن دربار میں کسی چیز کے لئے ملتجی ہوئے عالمگیر نے انکار کر دیا۔ محمد اعظم رنجیدہ ہو کر چلے تو ان کے قدم کا کچھ حصہ شاہی مسند پر پڑ گیا۔ عالمگیر نے ناخوش ہو کر شاہزادہ کا سلام

---

[1] میرحسن نام اور امانت خاں خطاب تھا۔ میرک معین الدین دیانت خاں کے منجھلے لڑکے خواف کے رہنے والے اور نجیب الطرفین سید تھے عہد عالمگیری میں میرحسن صوبہ کے دیوان رہے اور ان کے چھوٹے بھائی محمد قاسم صوبہ ملتان کے دیوان تھے۔ شاہ نواز خاں مصنف مآثر الامرا تیموریہ ان ہی محمد قاسم کی اولاد میں تھے شاہ نواز خاں کو موت نے مہلت نہ دی اور مآثر الامرا کی تکمیل کا کام ان کے خلف الرشید سید عبدالحی نے انجام دے کر سرکار آصف جاہ سے صمصام الدولہ بیگ کا خطاب حاصل کیا۔

بند کر دیا شاہ سلیم اللہ نے عرض کیا کہ قدم غفلت کی وجہ سے بہک گیا تھا اور ساتھ ہی آیت
شریف لکھی من عفی واصلح فاجرہ علی اللہ
در پایین آیت شریف دستخط شد

"از ساحل نجات بہ بحر فنا فتاد
از حد خود کسے کہ قدم بیشتر گزاشت"

(۲۴)

شاہزادہ محمد اعظم قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بے چین تھے اور چاہتے تھے کہ فتح
ان کے نام ہو۔ مزاج میں بیباکی اور بہادری زیادہ تھی اس لئے اکثر مورچال کے
ملاحظہ کے لئے تنہا چل دیتے تھے۔ ناظر لشکر اور محلدار نے پرچہ گزرانا اور شکایت کی
کہ باوجود ممانعت شاہزادہ معظم بے باکانہ کام کر بیٹھتے ہیں۔ بعد ملاحظہ عرضداشت حکم ہوا
"عجب از آں فرزند کہ صحبت ما ہیچ اثر نہ کردہ؟ از احتیاط و دوربینی ہزار مرحلہ
دور افتادہ الحزم سوء الظن بخاطر نیاوردہ واز آیت "ولا تلقوا بایدیکم
الی التہلکۃ" بہرہ نیافتہ

مرغے کہ زیرک ست دریں بوستاں سرا گل را خیال چنگل شہباز می کند
خوں می چکد ز زخم نمایاں زخندہ اش کبکے کہ بے ملاحظہ پرواز می کند

دلیری مردی و تہوری و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست

کماں چرخی و مردانگی ست خود شکنی
بہوس دست کسے را کہ ایں کماں شکند

(۲۵)

ناظرِ ڈیوڑھی شاہزادہ محمد اعظم نے احمد آباد سے رپورٹ بھیجی کہ نور النسا محلدار نی کے ساتھ شاہزادہ بدسلوکی سے پیش آیا اور جب اُس نے سواری کی ممانعت کی تو محل سے نکال دی گئی حکم ہوا۔

"منصبداران متعینہ و خواجہ قلی خاں با فواج خود و راجہ بزور متفق شدہ مانعِ سواری و دیوان شوند تا حکم حضور برسد"

شاہزادہ نے محلدار اور ناظر سے معافی مانگ لی اور درخواست عفو جرم اپنی بہن کے ذریعے سے پیش کی حکم ہوا:۔

"تغیر محال را موقوف کردیم لیکن اگر تعزیر بمال ہم نہ شود باز ہم جرأت بایں طور امور باقی می ماند۔ تعزیر ایں جریمہ پنجاہ ہزار روپیہ از نقدی آں فرزند نا عاقبت بیں پیواج نشیں بے تمکین داخلِ خزانۂ عامرہ نمایند۔

بے عزت

(۲۶)

فرزند عالی جاہ! در احمد آباد میر عرب درویش را دیدہ اند۔ البتہ باز بروند و سلام ایں شر مندۂ عقبیٰ و طالب دنیا را ابلاغ نمایند و خبر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسالت کنند و بگویند کہ نزدیکی باجل و دوری از حسن عمل عمر ایں فانی بے حاصل گزشت و قدرے کہ ماندہ نیز لاحاصل می رود۔ قدم حیات پیش رود و فکرِ نجات پس۔"

انچہ ماکردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد
درمیانِ خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

اس رقعہ کو بھی دیکھ کر غالباً غیر مسلم مورخ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ اپنے گناہوں سے پشیمان تھا اس لئے عقبیٰ کا مواخذہ اس کو ہر وقت پریشان کئے رکھتا تھا۔

(۲۷)

مرزا میر معزالدین فطرتؔ حضرت سید امام موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تھے اس لئے موسوی کہلاتے تھے ۱۰۵۰ھ میں فارس میں پیدا ہوئے۔ علامہ میرزا محمد زماں کے نواسے تھے اور فاضلِ اجل آقا حسین کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کئے ہوئے تھے۔ شاعری سے ذوق تھا پہلے فطرتؔ تخلص کرتے تھے اور بعد کو موسوی پسند کیا جب علم حاصل کر چکے تو وطن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان آئے۔ یہاں عالمگیری ڈنکہ بج رہا تھا۔ قدرشناس بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا موسوی خاں خطاب دے کر صوبۂ عظیم آباد پٹنہ کا دیوان مقرر کیا۔ مگر بزرگ امید خاں ناظم سے جھگڑا ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد دکھن تبدیل کئے گئے اور اسی ملک میں دیوانی کی خدمت نیک نامی کے ساتھ انجام دے کر ۱۱۰۵ھ میں اور بروایت بعض ۱۱۰۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے آگرہ میں ان کی جاگیر ۲۰۰ بیگہہ کچہری گھاٹ سے درگاہ سید متصل راج گھاٹ تک تھی۔ مرزا کا عقد صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ ہوا تھا ہندوستان آ کر مرزا نے شعرائے ہندوستان میں خاص شہرت حاصل کی صاحب دیوان تھے۔ تذکرہ گلشنِ فطرت ان کی تصنیف ہے **کلام سے**

بیادِ تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد ایں شیشۂ مے غیرِ پری زاد ندارد

دیگر

نو توبہ ایم کہنہ شرابے بجام کن ساقی خمارِ ناقصِ ما را تمام کن

دیگر

نباشد آشنائے در جہاں غیر از مئے نابم اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم

دیگر

نظر بر گریۂ مستانہ ام گر دوش می کردی شراب جلوہ را در ساغرِ آغوش می کردی

دیگر

در قتلِ ما نہ کرد گہی انتظارِ تو کوتاہی کہ بود ز عمرِ دراز بود

دیگر

ندارد با بزرگاں چیرہ گشتن صرفۂ نخوت کہ کہسار از جوابِ ہیچکس ملزم نمی گردد

دیگر

نمی باشد نگیں قیمتی از نقش در طالع ہنر ہر کس کہ دارد در جہاں گمنام می گردد

مرزا نازک دماغ تھے۔ عالمگیر سے کسی بات پر بگڑ بیٹھے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوئے
قدر شناس بادشاہ کو ایک مرتبہ خیال آیا اور میر بخشی بہرہ مند خاں سے فرمایا کہ موسوی خاں
پریشان رہتے ہیں لیکن بد دماغی کی وجہ سے درخواست نہیں کرتے اور ہم نے عہد کر لیا
ہے کہ جب تک مرزا عرض نہ کرینگے ہم خبر نہ ہونگے۔ بہتر ہوگا کہ ہمارے مافی الضمیر سے
آگاہ کر کے اُن سے درخواست منگوائی جائے مرزا نے بہزار دقت درخواست بھیجی
اور عرض کیا ؎

در طلب بے زبانان اُمت پر دانہ ایم
سوخلن۔ از عرضِ مطلب پیشِ من آسمان نزست
شد از غرورِ غلامی زبانِ عرض خموش
مرا براو خطا۔ ایں صوابہا انداخت
از موجِ فیضِ بحرِ کرم اقرار نیست
اہل سوال بیہدہ ابرام می کنند

بعد ملاحظہ حکم ہوا : ؎

بے زبانی می کشاید بند مائے سخت را
در قفس طوطی زمنقارِ سخنگوئے خود است

لیکن ؎

ہیچ مردے درپئے اصلاحِ خوئے خویش نیست
ہر کرا دیدیم در آزارِ یشِ خوئے خود است

بموجب حدیث "السلطان ظل اللّٰہ" ہر گاہ سلطان عصر با نوکران خود التجا
مطلب اوکند و او جواب بایں خوبی دہد از اخلاق بعید ست کہ التفات بحالِ او نہ شود"

(۴۸)

اس کے بعد شاہزادہ اعظم نے سفارش کی۔ مرزا دیوان اور پھر بخشی ہوگئے
فرزند عالی جاہ ! مولوی موسوی خاں را بہ تجویز آں فرزند بخشی اول کردیم (در
کارشاہزادہ) آدمی اگر از عہدۂ یک کارہم خوب برآید غنیمت ست صورتش بدگفت

سیرتش نمیدانم ؎

کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

کلیہ این ست ہر کرا خدمتے باید فرمود تحقیقِ متفحص احوالش باید بود کہ ابنائے دنیا در ابتدا بہ تقدیم تحسین خدمت فریفتہ می نمایند و باز اغراضِ نفسانی را کار می فرمایند۔ اینجا بعد افتخار خاں و محمد علی خاں خانساماں فاضل خاں و فضائل خاں خوب کردند کہ آثار خیر از ناصیۂ آنہا دیدہ می شد۔ امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد اما مریضانِ اغراض را مقلب القلوب دوا کند۔

(۲۹)

۱۰۹۶ھ میں صوبۂ اُجین میں بہار سنگھ باغی ہوگیا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے دیوان تلوک چند نے حملہ کر کے بغاوت فرو کی۔ دیکھو کس خوشی کے ساتھ دیوان کے کام کی داد دے کر اُس کو سرفراز کرتا ہے۔ پھر بھی الزام ہے کہ عالمگیر ہندوؤں سے مشکوک رہتا تھا اور اُن کی قدر نہیں کرتا تھا۔

فرزندِ سعادت توام۔ از وقائع صوبۂ مالوہ بعرض رسید کہ بہار سنگھ کور باطن از کمال نخوت و پندار مایۂ شور و فساد شدہ مصدرِ ہنگامہ آرائی بود از دست تلوک چند پیش دست دیوان آں فرزندِ ارجمند اقبال پیوند کشتہ شد ؎

اے خدا قربانِ احسانت شوم

ایں چہ احسان ست قربانت شوم

فی الحقیقت ظہور ایں امر نتیجۂ شفیق تربیت آں فرزند ست کہ نوکراں را دل دادہ سرگرم کارہائے عمدۂ بادشاہی می کنند بایں توجیہ کہ تہنیت خالی بر زبان نیاید

مالائے مروارید قیمتی پنجاہ ہزار برائے آں فرزند مرحمت نمودیم و چوں ایں ہندو ہمال مثل رہ راست آوردہ گویا گنجشک مردانہ بازے رازدہ، او را بہ منصب پانصدی ذات و دو صد سوار خطاب رائے و عطائے خلعت و شمشیر و اسپ سربلندی بخشیدم۔ آں فرزند ہم رعایتے درخور کہ موجب امتیاز او در اقران و امثال تواند بود، البتہ مع نشان تحسین و آفرین و استقلال نیابت صوبہ بفرستند، تا کہ نوکرانِ دیگر را ہوسِ حسنِ خدمت امید نتیجہ افزاید۔

(۳۰)

فرزند سعادت توام محمد اعظم۔ ظاہر الپسر ناظر دیوان خانہ آں فرزند عالی جاہ درخانقاہ قمار می باز د۔ حیف صد حیف، دعوئ جہاں بانی و ایں ہمہ غفلت و نسیانی ہرکارہ چہ شد کہ خبر نمی رساند؟

زرا غفلت دیکھی اور فوراً باز پرس کرنے لگا۔ محکمہ پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام دیکھو۔ صوبہ دار صاحب غافل۔ لیکن جہاں پناہ کو خبر مل گئی کہ جوا ہوتا ہے اور فوراً انسداد کیا گیا۔ گویا پرچہ نویسی کے ذریعے سے حکام کے اعمال کی اصلاح منصور تھی ایسے کاغذات کو بکس میں بند کرنے کا دستور نہ تھا، بلکہ خطا کار متنبہ کیا جاتا تھا اور دار و گیر ہوتی تھی۔

(۳۱)

فرزند عالی جاہ۔ قاضی عبداللہ[1] برحمت حق پیوست مارا دخلق را دریں خدمت

---

[1] قاضی محمد شریف کے لڑکے تھے۔ بجائے قاضی ابو سعید کے ۱۰۹۵ھ میں قاضی لشکر ہوئے۔ زہد و اتقا اور بے غرضی کی وجہ سے عالمگیر ان کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا جو درجہ قاضی عبدالوہاب کا تھا اور جو تعظیم و تکریم ان کی تھی وہی بات قاضی عبداللہ کو بھی حاصل تھی۔ قاضی نے بعارضہ فالج ۱۱۰۹ھ بمقام شولا پور انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

خوشنود داشته بود. از احوال پسرانش اطلاع نداریم عبد المجید خاں پسر کلاں او چندے قاضی رکاب ایشاں بود جوہر فضیلت وبے غرضی وصلاح اگر دارد ونویسند امرے خطیر تر از قضائیت کہ بندگان او جل شانہ بقول وتصدیق قاضی اسیر وقتل می شوند از قضاۃ شیخ الاسلام در تحقیق وتشخیص صادق وبطلان بتوفیق حسنات چناں کہ باید وفق بود۔ آدم خوب النادر کالمعدوم

(۳۲)

سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکھن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کر دی۔ سنہ ۲۳ جلوس مطابق ۱۰۹۰ھ میں سیواجی نے وفات پائی۔ اس کا لڑکا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کرکے نہایت سفاکی اور بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علما اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک دار الحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں اور سنہ ۲۵ج میں دکھن روانہ ہوا

اورنگ آباد میں داخل ہو کر معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ معظم شاہ دکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائی حد تک پہنچ گیا۔ لیکن آب وہوا کی خرابی اور رسد کی نایابی کی وجہ سے اُس کو واپس بُلا لیا۔ اس کے بعد فوجیں متعین ہوتی رہیں۔ چوں کہ سنبھاجی کو بیجاپور اور حیدر آباد سے مدد ملتی رہتی تھی

اس لئے عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر ان ریاستوں کی طرف رخ کیا اور ان کو فتح کرنے کے بعد سختی کے ساتھ مرہٹوں کے استیصال پر متوجہ ہو گیا۔ (صفحہ ۴۱ مضامینِ عالمگیر)

= اس کے لئے سب سے زیادہ مقدم تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو اُن کے جائے پناہ تھے فتح کر لئے جائیں یہ قلعے نہایت محفوظ بلند اور مستحکم تھے اور چاروں طرف سے خندقوں اور غاروں سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ راج گڈھ کے قلعہ کا دور بارہ میل تھا اور راستہ اس قدر دشوار گزار کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔ لین پول صاحب ناممکن العبور دریاؤں سیلابی وادیوں اور تنگ راستوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ چارہ گھاس نہ ملنے سے جانوروں اور بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی۔ تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذاتِ خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لیے۔ الفنسٹن صاحب نہایت مجبوری اور ناگواری سے اس طرح شہادت دیتے ہیں:

...... اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ .... ہاں انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے (تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۱۷)

غرض ۱۱۱۷ھ مطابق ۴۹ سنہ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل

مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے، اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہی قیام کر کے چین قلیچ خاں کو اس کام پر متعین کیا کہ تمام ملک میں امن وامان کی منادی کرا دی جائے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ اپنے اپنے گھروں پر آکر آباد ہو جائیں۔ (مآثرِ عالمگیری صفحہ ۵۰۷)

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر ادھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا ہی تو یہی حالت باقی رہتی ہی۔ برہا میں یہی ہوتا رہا۔ خود ہندوستان میں ابتدائے عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک دھاوا کرتے پھرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی یہی کرتے رہے۔ (صفحہ ۴۵۔۴۶ مضامینِ شبلی)

انگریزی مورخ ان ہی مرہٹوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ وہ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کسی طاقتور قوم کا استیصال دفعتاً نہیں ہوتا۔ عالمگیر کے جیتے جی سیواجی مر گیا۔ سبھا مارا گیا۔ راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو گیا۔ سنتا کا سر کٹ کر دربار پہنچا۔ غرض علم برداران بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکھن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست
آتشے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گزشت

عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اٹھ گیا۔ اب یہ اس کے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دے۔ لیکن خوبیٔ قسمت سے تیمور کی مسند

معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخوں نے اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھکر کیا بے انصافی ہوسکتی ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے تیار ہے لیکن درحقیقت ان کا قصور نہیں ہے

قتلم از عشوہ نمائے ست کہ من می دانم
سر این فتنہ زجائے ست کہ من می دانم (شبلی صفحہ ۴۸)

ان سطور کے بعد جو رقعے دکھن کے قلعہ جات کی تسخیر کے بابت لکھے گئے ہیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی اور ناظرین معلوم کرسکیں گے کہ جو استعارات رقعوں میں ہیں اُن کا مطلب کیا ہے۔

(۳۲)

فدوی درگاہ[۱]!

مقرب خاں[۲] کہ بہ تسخیر پرنالہ[۳] مامور شدہ حسب الحکم درباب دستگیر کردن

---

[۱] نواب مدار المہام ۔ [۲] شیخ نظام نام تھا اور حیدر آبادی امیر تھے ینا۔ اکنا اور مادنا کے مارے ہوئے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ مقرب خاں خطاب ہوا۔ ۳۲ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ میں سنبھاجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوئے۔ مقرب خاں نے کولاپور پہنچکر قیام کیا یہاں اس کو خبر لگی کہ سنبھاجی دو تین ہزار سوار کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس تھا اور راستہ اس قدر دشوار گزار کہ خان کو اکثر پیدل چلنا پڑا۔ تاہم تیزی سے یلغار کرکے پہنچا اور سنبھاجی کو چھاپ لیا۔ مقرب خاں کی ہمت کو دیکھو صرف تین سو سوار ہمراہ تھے مگر حملہ کرکے کامیاب ہوگیا اور سنبھاجی مع بیوی بچوں کے گرفتار ہوگیا۔ اس نمایاں کام کے صلے میں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوکر علم و نقارہ اور خلعت عطا ہوا اور خطاب خان زماں فتح جنگ سے سرفراز کئے گئے، ان کے لڑکوں کے منصب میں ترقی ہوئی۔ بڑے لڑکے اخلاص خاں سے خان عالم ہوئے اور پنجہزاری منصب عطا ہوا دوسرے لڑکے شیخ میرن کو منور خاں کا خطاب اور شیخ عبد اللہ کو اختصاص خاں کا مرحمت ہوا۔ خانِ زماں فتح جنگ بہادر نے ۱۱۰۵ھ میں رحلت فرمائی ۔ [۳] پیچ دار اور دشوار گزار گھاٹیوں میں ستارہ سے

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

زمیندار او باید نوشت و تاکید زود رفتن خان مذکور بر سر شش دریں وقت کہ آں بد مست[۵۵]

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۷ کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارے واقع تھا اور اس زمانہ کے لحاظ سے دکھن کا دوسرا ناقابل فتح قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ قلعہ سیواجی نے بیجاپور کی ریاست سے حاصل کیا اور مغلوں نے فتح کر کے قبضہ کر لیا۔ لیکن مرہٹوں نے پھر فتح کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ پرنالہ نرفت بلکہ بیجاپور رفت۔ اس قلعہ کی مہم پر نامی جرنیل تعینات رہے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر بوڑھے بادشاہ نے مہم اپنے ذمہ لی اور قلعہ پر دھاوا کیا۔ وہ دن بھی قیامت کا دن تھا ایک طرف تو طوفانی بارش اور بادل اور بجلی کی کڑک دھمک اور دوسری طرف مغلیہ فوج کے حملوں کے نعرے۔ ایک طوفان برپا تھا قلعہ فتح ہو گیا بشاہان بیجاپور کی بنوائی ہوئی مسجد قابل افسوس حالت میں پائی گئی مرہٹوں نے مسجد کی بے حرمتی ہر طور پر کر کے بہت کچھ توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ از سر نو مرمت کرائی گئی اور قلعہ کا نام شاہ درک رکھا گیا غرہ محرم ۱۱۱۳ھ کو قلعہ فتح ہوا تھا۔

[۵۵] و [۵۶] سنبھاجی سے مراد ہے جو سیواجی بھونسلہ کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرتے وقت قلعہ پرنالے میں تھا سیواجی کے بجائے ستارا کا راجہ ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ بری طرح پیش آیا وزیر پنڈت کلب بنس (کب لاش ؟) کو تمام اختیارات سپرد کئے۔ اس وزیر سے ہندو رعایا بھی تنگ ہو گئی۔ سنبھاجی نے ہندو رعایا پر طرح طرح کے مظالم کئے بیچارے مسلمان کس شمار میں تھے ان کی مسجدیں مسمار کرا دیں۔ نو سال تک اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کیا۔ جب مقرب خاں (فتح جنگ بہادر۔ خان زماں) تین سو آدمی لے کر سر پر پہنچ گیا اور ہرکاروں نے خبر دی تو ان کی زبانیں کٹوا لیں کہ مسلمان یہاں کہاں۔ مہاراجہ اپنے وزیر کے یہاں تفریح کے لئے گئے تھے اور کم بخت ہرکاروں نے منحوس خبر پہنچائی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ جب مقرب خاں نے حملہ کر دیا تو مہاراجہ تین ہزار پیدل اور سواروں کو لے کر مقابلہ پر آئے لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہو گئے اور پردھان پنڈت کلب بنس بھی گرفتار ہو گئے۔ چوں کہ سنبھاجی سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارت گریوں سے نالاں تھے۔ اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

بادۂ غرور/جریدہ از راہیسٹری بنا بر نزاع بہ اقوام برگے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) تو راہ میں جدھر گزرتا تھا شریف عورتیں تک گھروں سے نکل آتی تھیں اور
خوشیاں کرتی تھیں (ملاحظہ ہو خافی خاں و مضامین عالمگیر صفحہ ۴۲)
دربار میں پیش ہو کر سنبھاجی نے رو در رو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں۔ اس جرم میں اور بغاوت اور قتل کے
الزامات میں عالمگیر نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کرا دیا۔ اس کو یاد رکھنا چاہیے
کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے۔ ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی سزا
نہیں دی۔ یہ بھی یاد رکھنے گا کہ اس زمانہ میں یہ سزا وحشیانہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ عنایت اللہ خاں نے
تاریخ گرفتاری لکھی :- ۵ بازن و فرزند سنبھا شد اسیر ۱۱۰۰ھ
جب اس کا بیٹا ساہوجی اور اس کی ماں بھی گرفتار ہوئی اس کے ساتھ عالمگیر کے فیاضانہ سلوک کی نظیر
تاریخ میں کم مل سکتی ہے۔ ساہو ہفت سالہ کو ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اس کی سرکار
قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے۔ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس کے چھوٹے بھائی
یعنی مدن سنگھ اور اودھ سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بے شبہ فیاضی کا کام کیا لیکن
دور اندیشی سے دور (خافی خاں صفحہ ۳۸۹)
ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس لئے ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر
بسر کرتا تھا۔ عالمگیر نے حمید الدین خاں کے ذریعے کہلا بھیجا کہ جا کر ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں
ہو۔ اس لئے بے تکلف کھانا چاہیے (مآثر عالمگیری صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ)
عالمگیر کا برتاؤ ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گو ساہو نے خود مختاری کا
علم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسان کا اتنا پاس کیا کہ سب سے پہلے قبر پر حاضر ہوا اور محتاجوں کو کھانا کھلوایا (مآثر الامرا
عالمگیر نے راجہ ساہوجی کی شادی ۱۱۱۵ھ میں صبیہ بہادر جی مرہٹہ کے ساتھ کر دی اور کمر بند مرصع
مع سرپیچ مینا کار قیمتی دس ہزار مرحمت کیا۔ مرتے دم تک عالمگیر نے راجہ ساہو کے ساتھ پدرانہ برتاؤ رکھا
بادشاہ کے مزار کی زیارت کے بعد راجہ ساہوجی ستارا گئے اور ان کی گدی نشینی عمل میں آئی پچاس
سال تک حکومت کی اور مرنے کے بعد اس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ راجہ ہوا مگر اختیار پیشوا کے ہاتھ میں رہا۔ کولھاپور کی
ریاست متبنیٰ لڑکے کے ہاتھ میں رہی اور دیگر ممالک کا پیشوا حاکم رہا۔ اس طرح سیواجی کا برائے نام خاندان کولھاپور میں
محدود ہو گیا ۱۲

۵ راہیڑی۔ مرہٹوں کا مستحکم قلعہ تھا اس کو ابراہیم اعتبار خاں و ذوالفقار خاں [illegible]

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

بہ قلعۂ کھلنا رفتہ بزودی ترقیم یابد نموی غالب کہ بر دوست یابد و آں بے راہ رو مسلم آزار را یابندِ مکافات کند، استغفر اللہ او چہ می کند ؟ ہر چہ می کند حق می کند و بجزاے کردار می رساند ـــــ

(۳۴)

فرزندِ عالی جاہ!

تفصیل مصائب بیاق گھاٹ از نوشتۂ وکیل و اظہار جواسیس شنیدہ باشد ؟

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۱۵ر محرم ۱۱۰۲ھ کو فتح کیا اور صلہ میں ذو الفقار خاں ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔ اسیران جنگ میں مہاراجہ سیواجی کی بیویاں اور بوڑھی ماں بھی تھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ درج ہو چکا ہے۔ فتح کے قبل راجہ رام پسر سیواجی جوگیوں کے لباس میں چھپکر نکل گیا۔

لہ بالا گھاٹ کی دشوار گزار پہاڑیوں میں یہ قلعہ واقع تھا اور اس کا فتح کرنا کارے دارد تھا لیکن عالمگیر نے حملہ کر کے ۱۹ر محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح کیا اور قلعہ کا نام سخرلنا رکھا۔ فتح شد کھلنا تاریخ ہوئی راؤ ستر سال قلعہ دار مقرر ہوا۔ دیکھئے ہندو افسروں پر کیسا بھروسا کرتا تھا۔

لہ مرہٹوں نے بمقام ستارہ سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی۔ مگر بیاسی برس کا بوڑھا اورنگ زیب جب گھوڑے پر چڑھکر مقام حادثہ پر پہنچا اور آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوا کر چاہتا تھا کہ حملہ کی خود سرداری کرے لیکن بڑی دقت سے باز رکھا گیا۔ محاصرہ میں سختی کی گئی اور بالآخر قلعہ ۱۳ر ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۲۲ر اپریل ۱۷۰۰ء کو فتح ہوا۔ عالمگیر نے قلعہ ستارہ فتح کیا تو اسی شب میں میر عبد الجلیل بلگرامی نے عربی۔ فارسی اور ہندی میں گیارہ تاریخیں لکھیں۔ اور رسالہ ترتیب دے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور خسروانہ تحسین کے مورد ہوئے۔ رسالہ کا نام "گلزار فتح شاہ ہند"۔ طوسی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر" رکھا اور ان دونوں سے تاریخ ۱۱۱۱ھ برآمد ہوتی ہے۔ فارسی اور عربی کی تاریخیں تقریباً ایک ہیں۔ ان کا اختراع صنعت تیمہ کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ذیل کی فارسی تاریخ جو انگلیوں کی شکل سے نکالی ہے ایک

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

…الت نادیدنی و محنت ناکشیدنی بر اسلامیان لشکریان گزشت، الحمدللہ کہ صعوبت
…ایں سیاق سراپا اشتیاق بہ سر آمد و بخیر و مراد معاودت شد اگرچہ چنیں ایرادت
…ز بکاثر سیات کائنات می گویند، اما عملِ والی در انقاع و اضرار خلق اللہ تاثیـــر
…لی دارد و آں اشارت بر شامت ایں بیچارہ ناکارہ می رود، قلعہ ستارہ باسم اعظم
…ارہ موسوم شد، شادیانہ فتح بنوازند و حرف ایام طفولیت یاد دارند کہ بابا جی
…دھیوں دھیوں۔ قلعہ پرنالہ باسم نول تارہ موسوم می شود، تفصیل یورش بارا
…از کنیزان خود بہ پرسند۔ ---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

جدت آفرینی کی ہے اور کمال طباعی دکھائی ہے ؂

چو شہ الہام زیر خنجر آورد — بورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال — ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ
ز انگشتانِ شہ بر تیغِ الہام — برابر چار الف کردم نظارہ
بعینہ بود شکلِ سالِ ہجری — پئے تاریخ تسخیرِ ستارہ

چنیں تاریخ گفتن اختراع ست
شد از عبدالجلیل ایں آشکارہ

لہ یہ بھی اُن ہی قلعوں میں ہے جن کی تسخیر کے لئے عالمگیر نے ضعیفی میں بیڑا اُٹھایا تھا۔ تاریخ فتح ۱۳ ارمحرم ۱۱۱۳ھ ہے اس کی فتح کے لئے شاہزادہ محمد اعظم بہت بے چین تھے اور عالمگیر نے اُن کو وہ مشہور خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"مردی در بیبا کی نیست بلکہ در خود شکنی ست۔"

(۳۵)

اسد خاں و پسرش بحضور نوشته اند که پادشاہزاده بحمایت راناے حربی کمر بسته اند دمی خواہند که به قلعه در آیند چنانچه یک روز بہمیں اراده سوار شده تا پائے قلعه رفتند

ل راجه رام سے مراد جو سیواجی کا لڑکا ہے سنبھاجی نے راجه ہو کر اس کو قید کر دیا لیکن سنبھاجی کے قتل کے بعد اس نے راجه ساہو کو راجه بنا کر گدی پر بٹھایا۔ لیکن راجه ساہو کی گرفتاری کے بعد قلعه راہیڑی سے جوگیوں کے بھیس میں جان لے کر بھاگا (بیوی بچے سب قید ہو گئے) لیکن قلعه جنجی میں پناہ لے کر اپنی منتشر قوت فراہم کر کے پھر مقابله کے لئے آماده ہوا شہزاده کام بخش تعینات ہوئے تو ان کو سلطنت کا سبز باغ دکھلا کر راجه رام نے توڑنا چاہا۔ راؤ دلیپ سنگھ منصبدار (راجه اودیچا) کو خبر ہوئی اور بادشاہ کے حکم سے شاہزاده گرفتار کر کے دربار میں بھیج دیا گیا اور خان نصرت جنگ نے سختی کے ساتھ محاصره شروع کر دیا۔ بالآخر شعبان ۱۱۰۹ھ میں قلعه فتح ہو گیا اور نصرت گڈھ نام رکھا گیا۔ اس کے فتح ہونے سے چھوٹے بڑے سو قلعے ملک کرناٹک کے اور بہت سے بندرگاه قبضے میں آئے لیکن راجه رام یہاں بھی ہاتھ نه آیا نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہه اس کوہستانی چوہے کی تاک میں لگے پھرتے تھے۔ آخر ش دریائے تنگ بھدرا کے کنارے سجان گڈھ کے متصل مقابله ہوا اور گھمسان لڑائی کے بعد مغلوں کو فتح نصیب ہوئی مرہٹے افسر گرفتار ہوئے مگر راجه رام جوتے چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آخر ش آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو کر لعاضه حچک ۱۱۱۱ھ میں قضا کر گیا یه واقعه ہے که راجه رام نے متعدد بار شاہی فوج کو شکست دی اور اس کے دو نامی سردار سنتا اور دھنا دس دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ملک لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا که شاہی افسران لڑائی سے جی چرانے لگے تھے لیکن جب بوڑھا بادشاہ تلوار لے کر کھڑا ہو گیا تو رنگت بدل گئی اور قلعه پر قلعه اور ملک پر ملک فتح ہونے لگا۔ راج گڈھ کا قلعه سیواجی کا پایه تخت تھا۔ جس کا دور ۱۲ میل کا تھا اور راسته اس قدر خراب اور پہاڑی که کئی کئی دن میں ایک ایک سے ہوتا۔ عالمگیر نے اس کو فتح کر کے مرہٹه قوت کا قلع قمع کر دیا

اما زمیندار مردود از خبرداری بندہاے بادشاہی نتوانست از قلعہ برآمد و ایشان را بر و تاخیر فتح ہمیں سبب رت حسب الحکم درباب محافظت بادشاہزادہ و مفتوح ساختن قلعہ تابہا باید نوشت و بکر بقلم آوردہ حوالۂ یار علی بیگ بایہ نمود کہ بڈاک فرستادہ نشود کہ قتل بشاہزادۂ مرحوم و مغفور بہ مخالفت پیوندد و کار بادشاہی برہم شود ۵

حقوقِ خدمتِ صد سالہ لعبِ طفلان است

بہ کشورے کہ درو کودکاں خداوندند

(۳۶)

ہدایت اللہ زریں رقم بگوید کہ ایں رباعی در بیاضے کہ بہ یادشاہزادہ کام بخش مرحمت می شود بہ خط خود بنویسد ۵

گرسوخت آتش بد و دستِ خویش در سوختہ خرمنِ خویش

من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش

کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش

اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

۱۔ شاہزادہ محمد سلطان سے مراد ہے جو شجاع کے مقابلہ کے لئے تعینات ہوئے اور ان سے سازکرکے شاہی لشکر سے چلے گئے لیکن پھر خواستگار معافی ہو کر حاضر ہوئے۔ زندانِ تادیب گوالیار میں رکھے گئے اور تیس ۳۷ سال کی عمر میں ۷ شوال ۱۰۸۷ھ کو انتقال کیا اور قطب شاہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے ۱۲

(۳۷)

الحمد للہ جنجی[۱] فتح شد و راناے[۲] مردود گریخت اگرچہ گرفتنش ہم چنداں کار نبود اما اغراض کمینہ عملاں از دست رفت و چندے دیگر دوکان سرد شدنی شان گرم ماند با آنہا باید گفت بخورید دینار ایش ازاں کہ شمارا بخورد

(۳۸)

راجہ رام کی فوج کے دو بڑے مرہٹہ سردار . سنتا اور دھنّا تھے جو لک لوٹتے پھرتے تھے . دھنّا تو خانہ جنگی میں مارا گیا لیکن سنتا نے پراگندہ قوت جمع کرکے ۱۱۰۹ھ میں بہت سر اٹھایا اور مسلمان آبادی پر بلا ضرورت ناقابل برداشت مظالم کیے . بالآخر ۱۱۰۹ھ میں خان فیروز جنگ اس کی مہم پر مامور ہوئے اسی سال

---

[۱] ملک کرناٹک میں پہاڑوں کی چوٹی پر واقع تھا . اس کا فتح کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا . شاہزادہ کام بخش کی گرفتاری کے بعد خان نصرت جنگ نے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کرکے شعبان ۱۱۰۹ھ میں فتح کیا . کرناٹک اور ساحلی مقامات کا یہ قلعہ کنجی تھا اس کے فتح ہونے پر سو قلعہ اور بندرگاہ ہاتھ آئے لیکن راجہ رام جوگیوں کے بھیس میں بھاگ گیا . ثبوت ملاحظہ فرمایئے کہ لڑائی کے زمانہ اور محاصرہ کی حالت میں مذہبی فقیروں سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا . جنجی کی فتح نے مرہٹہ قوت کو بالکل ہی پراگندہ کر دیا ۱۲ [۲] راجہ رام سے مراد ہے ۱۲

[۳] خان نصرت جنگ اور سید عبد اللہ بارہہ سے مراد ہے . آخر الذکر آفیسر سے سجان گڑھ میں مقابلہ ہوا تھا راجہ رام خود نکل گیا . لیکن اس کے نامی سردار گرفتار ہو گئے ۱۲

سنتا مارا گیا۔ خواجہ بابا لطف اللہ نے اُس کا سر کاٹ کر خان فیروز جنگ کے سامنے
پیش کیا اور اُن کے حکم سے دربار شاہی میں پیش ہوا۔ خواجہ بابا کو اس کے صلہ میں
خوش خبر خاں کا خطاب ملا۔

سنتا کی گرفتاری سے دکھن کی رعایا نے خوشی منائی، اس لئے کہ جہاں وہ
جاتا تھا، لوٹ مار کرنے، آگ لگا دینے اور قتل کرنے کے سوائے اس کا کوئی کام نہ تھا
اور یہ حرکات روپیہ حاصل کرنے کے لئے کرتا تھا نیز اس لئے کہ شاہی لشکر کو کوہستانی
علاقہ میں رسد نہ ملے۔

فرزند عالی جاہ ! از وقایع نزہدا مفصل معروض بارگاہ والا گردید کہ امان اللہ بیگ
داروغہ توپ خانہ آں فرزند ارجمند سنتا ئی شیطان نمائے شقی بے حیا را شکست
درست دادہ چیرہ باق خانہ وقافلہ را السلامت آورد۔ فی الواقع تلاش وجانفشانی او
در مقابلش سزاوار تحسین و آفرین ست، رعایتی کہ مناسب باشد نمایند و بحضور ہم معروض دارند۔

(۳۹)

سید حسین علی و سید علی بادشاہ گر (سید عبد اللہ خاں بارہہ عرف سید میاں کے لڑکے)
عہدِ عالمگیری میں خانی اور منصب ہشت صدی سے سرفراز تھے۔ دونوں بھائیوں نے
مرہٹوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور مورد تحسین رہے حسین علی خاں بدستور
دکھن میں خدمات انجام دیتے رہے اور سید حسن علی خاں شاہزادہ معز الدین کے ہمراہ
ملتان بھیجے گئے لیکن شاہزادہ سے مخالفت ہو گئی اور یہ لاہور چلے آئے جب معظم شاہ
بادشاہ ہو کر کابل سے واپس آئے تو حسن علی خاں کو منصب سہ ہزاری مرحمت فرما کر

صاحب طبل و علم کر کے بخشی گری فوج کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اعظم شاہ کی لڑائی میں سادات بارہہ نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور حسن خدمات کے صلہ میں سید حسن علی خاں چہار ہزاری ذات اور چہار ہزار کے منصب پر فائز ہو کر اجمیر شریف کے اور پھر الہ آباد کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور اُن کے چھوٹے بھائی سید حسین علی خاں صوبہ دار بہار ہوئے فرخ سیر کی تخت نشینی ان دونوں بھائیوں کی مدد سے ہوئی۔ خان نصرت جنگ کے قتل اور اُن کے والد دستور معظم کے زوال کا باعث یہی دونوں بھائی تھے۔ فرخ سیر بادشاہ نے ۱۱۲۵ھ میں تخت نشین ہو کر سید حسن علی خاں کو عبداللہ خاں قطب الملک بہادر یار وفادار۔ ظفر جنگ کے خطابات مرحمت فرما کر قلمدانِ وزارت سپرد کیا اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔ سید حسین علی خاں بھی امیر الامرا اور ہفت ہزاری ہوئے۔ دونوں بھائیوں نے اپنی جاہ و حشمت کے لئے سلطنتِ مغلیہ کا بھرم کھو دیا اور اپنی مدد کے لئے مرہٹوں کو شمالی ہندوستان میں لائے۔ یہ قوم ڈرتی ہوئی دہلی میں آئی اور پھر جو کچھ مظالم اس نے کئے اُن کو معلوم کرنے کے لئے تاریخ ہند ملاحظہ کیجئے۔ دونوں بھائیوں نے یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت طاؤسی پر بٹھلائے اور تاریخ میں بادشاہ گر کہلائے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو میر حیدر خاں نے سید حسین علی خاں کو ۲۷ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ ان کی قبر دہلی میں ہے۔ سید عبداللہ خاں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اجمیر شریف میں قید رہے۔ محرم الحرام ۱۱۳۵ھ کو بحالتِ قید انتقال کیا اور اجمیر شریف ہی میں دفن ہوئے۔

خلق محمدی، شجاعت حیدری اور سخاوتِ ہاشمی سادات عظام کی آبائی میراث ہے حکمرانی کے پیچیدہ اور خاردار کھیلوں سے باہر اگر یہ دونوں بھائی وزن کئے جائیں

تو اِن خوبیوں میں پورے اُتریں گے۔ دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑے گا کہ
دونوں بھائی اخلاقِ مجسّم تھے بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل تھے
خان نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور رنگے ہوئے
پاؤ گے لیکن یہ ملک داری اور حکومت کے کرشمے تھے ان میں پڑ کر کوئی سلامت نہیں
نکلا کرتا ہے۔

علامہ عبد الجلیل بلگرامی واسطی سے دونوں بھائیوں کے خوب مراسم تھے
علامہ نے اُن کی مدح میں مثنوی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو

"ارسطو فطرتے کا صف نشان ست

یمین الدولہ عبد اللہ خان ست

بدلواں چوں نشیند نوبہار ست

بمیداں چوں واید ذو الفقار ست"

جب سید حسن علی خاں بہادر نے ہنونت مرہٹہ کی لڑائی میں عمدہ خدمات
انجام دیں اور اُس کے برادر زادہ جاناجی کو گرفتار کیا تو ذوالفقار خاں بہادر
نصرتِ جنگ نے ان دونوں بھائیوں کے اضافہ مناصب کی درخواست کی
عالمگیر نے خلعت بیش بہا اور خنجر مرصع مرحمت فرماکر فرمانِ تحسین ارسال کیا
لیکن اضافہ منصب کے بابت خان نصرت جنگ کی درخواست پر حکم دیا:
تجویز اضافہ ازاں خانہ زاد فراج دان' بسیار بموقع شد' عدم استمالت
ارباب سیف از سرداران حیف ست کہ نہ شود' لیکن قبول اضافہ یک دفعہ مشکل
محبت با سادات رفیع الدرجات جزو ایمان ست بلکہ عین عرفان و عداوت باینہا

فرقہ مستوجب دخول نیران و تحط حضرت رحمان لیکن کارے نباید کرد کہ باعث ملامت دنیا و موجب شقاوت عقبی گردد۔ ارخار عنان با سادات بارہ وخیم العاقبت است یعنی بد انجامی، ازیں راہ کہ ایں جماعت باندک ترفہ و ترقی لاف انا و لا غیری زدہ از جادہ صواب انحراف ورزیدہ نظر را بلند داشتہ باعث گستگی می گردانند۔ اگر بہ تغافل بگزرد کار دنیا مشکل می شود و اگر بتدارک رسد در آخرت پائے در گل می گردد۔"

اس رقعہ کو پڑھئے اور سید صاحبان کے حالات ما بعد سے مطابقت کرکے نتیجہ نکالئے کہ عالمگیر مردم شناس تھا یا نہیں

(۴۰)

دوسرا رقعہ ملاحظہ ہو:

فدوی درگاہ (دستور معظم) حسن علی خاں با فرزند زادہ محمد معز الدین بہادر بے تمیزدگی نمود و بے اجازت برخاستہ آمد چنانچہ شاہزادہ گلہ او نوشتہ کمی منصب باید کرد و جاگیر ضبط نمود تا دیگراں را عبرت شود ؎

کند تحمل بسیار مرد ایسے قدر
کماں چو تن بہ کشیدن دہد کبادہ شود

اعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

(۴۱)

بلخ اور بخارا کی مہم میں میر بہاء الدین نے شاہزادہ عالمگیر کی قابل قدر مدد کی

اس لئے جب اُن کے لڑکے محمد امین[1] ۱۰۹۸ھ مطابق ۳۱ سنہ جلوس میں ہندوستان آئے تو خدماتِ دیرینہ کے لحاظ سے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی گئی اور منصبداروں میں داخل ہو گئے۔ چوں کہ علم اور قابلیت کے زیور سے آراستہ تھے اس لئے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری اور دو ہزار سوار کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہو گئے طبل و نقارہ بھی مرحمت ہوا لیکن یہ ابھی قانع نہ تھے اور ان کو ملال تھا کہ اُن کی قابلِ قدر خدمات کا واجبی اعتراف نہیں کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حسنِ خدمات کے صلہ میں ان کو خلعت گراں بہا خنجر اور اسپ عالمگیر نے مرحمت فرمائے تو موقع مناسب دیکھ کر انھوں نے خرم خاں کی معرفت عرضی پیش کی جس میں بادشاہ پر ترکِ وطن کے بعد اپنی اور اپنے اجداد کی خدمات کا اعادہ کر کے درخواست کی تھی کہ دونوں بخشی گری ایرانیوں کو دی گئی ہیں جو بد مذہب اور دیو سیرت ہیں۔ بربنائے خانہ زادگی اور قدیم الخدمتی ایک جگہ ان کو ملنا چاہیئے تھی۔ عالمگیر نے جو جواب دیا وہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے مذہب اور سلطنت کو علٰحدہ رکھا تھا اور امور سلطنت کے انصرام میں مذہب کو مطلق دخل نہ تھا لیکن آج عالمگیر پر اسکول کا ایک بچہ طعن کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کی کارفرمائی کی وجہ سے عالمگیر غیر مسلمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک نہیں کرتا تھا۔ اسے تم ستم ظریفی سمجھو یا بد قسمتی خیال کرو آج ہمارے مسلمان بھائی بھی اس الزام میں اُن کے ہم آہنگ ہیں۔

---

[1] محمد شاہ بادشاہ کے مشیرِ خاص ہوئے اور سادات بارہہ کے زوال کے بعد ۱۱۳۲ھ میں خلعت وزارت سے سرفراز کئے گئے اور خطاب اعتماد الدولہ مرحمت ہوا کچھ دنوں وزارت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ کو انتقال کیا۔ میر بہاء الدین اور خواجہ عابد (مورث نظام الملک) حقیقی بھائی تھے۔

آنچه از قدم خدمت خود نوشته بیان واقع است بقدر مقدور قدر دانی به عمل
می آید و آنچه از بد مذهب ایرانیان نوشته امور دنیا را با مذهب چه نسبت دکارہائے
مذہب را تعصب چه دخل؟ لکم دینکم ولی دین
اگر ہمیں قاعدہ مقرری بودے بایست که جمیع راجہا و تبعہ آنہا را استاصل میکردم
اختیار تغیر قابلاں نزد عقلا ر مذموم است استدعاے یک بخشی گری که نموده لہذا التماس
آں فدوی بموقع بود که منصب لائق این خدمت دارد بسببے که مانع است آنست که
جماعت تورانیاں که برادران ہمشہری بزرگان ماند یعنی متعینان آں فدوی به مضمون
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یعنی خود از ید خود را بدستہائے خود در ہلاکت
گیرد و گاہ مراجعت را معیوب نمی دانند۔ اگر درآوردن کسے ایں حالت رو دہد چندان
معنائقہ ندارد لیکن درعین کارزار سخت مشکل است اگر عیاذاً باللہ از ہمراہیان حضور
ایں صورت واقع شود در یک لحظہ مقدمہ تمام حکایت بانجام برسد اگر درین امر تجربہ
آزموده انکاری داشته باشد مفصل معروض دارد و جماعت ایرانی خواه ولایت زا
خواه ہندوستان زاکہ بحبل مرکب مشہور اند لشبد بحر حلا از ایں حرکت دور اند۔

انصاف بده که جہل آں مردم زشت
بہتر ز ہزار عقل روبہ سرشت

(۲۴۲)

ماه جمادی الثانی ۱۳ سنہ جلوس میں حضرت عالم گیر فتح دکھن کے لیے اسلامپوری
عرف برہم پوری سے روانہ ہوئے اور مخلص خاں بخشی کو حکم دیا کہ روزانہ ۱۰ نفر

منصب داران حضور میں پیش کے جایا کریں۔ گفتگو ملاحظہ ہو ایک مطلق الخان بادشاہ

اور اس کے امیروں کی:

مخلص خاں نے عرض کی کہ:

اگرچہ بموجب آیہ کریمہ "ثلاث عشرۃ کاملۃ" حکم شدہ است کہ مثل دہ نفر

ہر روز بگزارند خیر۔ والا اگر دوازدہ ہم باشد مضائقہ ندارد؟

حکم شد شما ہم بے دلیل عرض نکردید

ساعات زماں و برج افلاک نگر

روز و شب و آسمان ہم اثنا عشریست"

محمد امین خاں عرض کرد "بے صحبت را عجب اثریست امروز معلوم شد؟

چرا در عوض دوازدہ چہار نباشد"؟

فرمودند (عالم گیر) کہ:

"چہار ہم داخل دوازدہ است"

بعدہ تبسم کردہ فرمودند کہ "چرا سہ نباشد؟ لیکن دوازدہ بایں سبب حسن

مضاعف دارد

شما اختیار دارید در ہر چہ رفاہ خلق اللہ زیادہ باشد بآں عمل بیارید"

(۱۳۴)

میر حسن[1] روح اللہ خان دوم نے اسلام پوری سے کوچ کے قبل عرض کیا کہ حضور والا

---

[1] روح اللہ خان اول کے صاحبزادہ تھے پہلے ان کا خطاب خانہ زاد خان تھا باپ کے انتقال کے بعد

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

تخفیہ عمدہ ہائے دکن کے مہم پر تشریف لے جاتے ہیں اور قلعہ اسلام پوری مضبوط نہیں ہے کیا حکم ہوتا ہے۔

حکم شد۔ استغفر اللہ در مقام ناحکمی لفظ اسلام پوری نوشتن بے موقع بود۔ نام اصل او کہ برمپوری ست بایست نوشت۔ قلعہ بدن از آں نامحکم تر ست او را چہ علاج

ما رشتہ آب و گل بر خویشتن پیر دختیم ـ

خانہ سازی انجو د سازی مبدل ساختیم۔

خان موصوف نے عرض کیا اگر ارشاد ہو تو سرکاری معمار کو قلعہ ملاحظہ کرا دیا جائے۔

حکم شد۔ باوجود دستخط سابق اعادۂ عرضی نمودن نوعے از بازی دادن ست معمار خود شو کہ کنی خانہ ہا خراب ـ

ویرانہ باش کز تو بنائے شود بلند

با خاک شو برابر و گردن بکش ز کس

شاید غبار از سر پائے شود بلند

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دو ہزاری پانصدی ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد میر آتش کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ ستاکھوڑ پیڑہ کی تنبیہ پر مامور ہوئے اور شکست کھا کر قید میں آئے جو کچھ پاس تھا وہ سب حربیل کے نذر کر کے دربار واپس آئے۔ خدمت خانساما نی پر مقرر ہو کر روح اللہ خاں ہو گئے۔ قلعہ ہائے ستارا، پرلی اور کھیلنا کی تسخیر میں یہ توپ کے مونھ پر گئے اور جان توڑ کر غنیم کا مقابلہ کر کے کامیاب ہوئے۔ منصب اضافہ ہو کر سہ ہزاری ہوئے اور بخشی الملک مخلص خاں کے بجائے بخشی دوم کی خدمات ان کو سپرد ہوئیں۔ ۲ جمادی الثانی ۱۱۰۹ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے بیٹے اعتقاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور دوسرے صاحبزادے خلیل اللہ خاں ہو کر منصبدار ہوئے۔

اگر حیات باشد و مراجعت نمائیم۔ مرمت خود را خواہیم فہمید۔ اگر نوع دیگر شود چہ ضرور ہے کہ برائے آیتہ (انما اموالکم واولادکم عدو لکم) زر غازیاں را ضائع سازیم۔

(۴۴)

قلعہ اسلام پوری سے روانگی کے وقت ارشاد ہوا کہ۔

"خواہ صحت خواہ آزار غیر از جمعہ روز دیگر مقام نہ خواہد شد"

چنانچہ دوران سفر میں حضور کو ایک بار بخار آگیا اور دوسری مرتبہ اسہال کی شکایت ہو گئی لیکن غیر از جمعہ مقام نہیں فرمایا جب خواص پور پہنچے تو واقعہ شدنی کی وجہ سے شب جمعہ کو کوچ ہوا تو وحید الدین خاں نے عرض کیا کہ خلاف حکم سابق کوچ ہو۔ ہاہی حضرت عالمگیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اگر قدرے از علم منطق اطلاع می بود ایں عرض نمی کردید۔ سخن در مقام غیر جمعہ بود غرض اہتمام کوچ نہ ایں کہ جمعہ البتہ کوچ نہ شود، مفہوم مخالف معارض معنی اصل نمی شود۔"

آج کہا جاتا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ کے یہاں اُس کے سامنے کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں لیکن یہ تحریری شہادت ثابت کرتی ہے کہ عالمگیری سرکار کی مطلق العنانی بھی وہ مطلق العنانی نہیں تھی جس کی بُرائی بلند آہنگی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

(۴۵)

دستور معظم جعفر خاں مرحوم کے صاحبزادے کامگار خاں کا عقد ۱۰۹۵ھ میں صبیہ سید مظفر حیدر آبادی کے ساتھ ہوا۔ یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی

نعمت خاں عالی سے ہجو نامہ لکھوا دیا۔ اور ایسا انتقام کیا گیا کہ آناً فاناً جو نامہ مشہور ہو گیا
کامگار خاں نے خفت اور ندامت میں بادشاہ کے یہاں عرضی بھیجی کہ خان عالی بد طینتی

ل عالی تخلص تھا اور مرزا محمد نام ان کے آبا و اجداد شیراز کے نامی طبیبوں میں تھے مرزا کے دادا حکیم فتح الدین ہندوستان آئے اور مرزا محمد ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ تعلیمی ضروریات کے لحاظ حکیم صاحب اپنے ہونہار لڑکے کو شیراز لے گئے اور شیخ صفائی یزدی المخاطب بہ دانشمند خاں کے سپرد کر دیا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مرزا محمد نے قابلیت کا سکہ ہم سبقوں میں بٹھا دیا۔ فارسی ان کی مادری زبان تھی اس کا کہنا ہی کیا ہے لیکن عربی میں مختلف علوم و فنون پڑھے اور ایک عالمانہ قابلیت پیدا کرنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ طب میں کمال حاصل کر لیا اس طرح زیور علم سے آراستہ ہو کر مرزا محمد ہندوستان آئے اور ہنر کے قدردان عالمگیر نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے کر ملازمان خاصہ میں داخل کر لیا۔

حیدر آباد فتح ہوا تو مرزا صاحب نے حسب ذیل تاریخ کہہ کر جس کے صلہ میں انعام و خلعت سے سرفراز کئے گئے ؎

از نصرت بادشاہ غازی ۔۔۔ گردید دل جہانیاں شاد
آمد بقلم حساب تاریخ ۔۔۔ شد فتح بجنگ حیدر آباد

۱۱۰۰ھ میں مرزا صاحب کو خطاب "نعمت خاں" مرحمت ہو کر داروغگی باورچی خانہ کی خدمت سپرد ہوئی جو اس زمانہ میں معتبر امیر کو دی جایا کرتی تھی۔ آخر عہد عالمگیری میں خطاب مقرب خاں سے سرفراز ہو کر داروغہ جواہر خانہ ہو گئے تھے لیکن عالمگیر کی وفات اور شاہزادہ محمد اعظم کے مرنے کے بعد نعمت خاں عالی شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں حاضر ہو کر "دانشمند خاں" ہو گئے۔ "وقائع نعمت خاں عالی" "مثنوی عشق" اور "خوان نعمت" ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ وقائع نعمت خاں میں لطیف پیرایہ میں عالمگیر کی ہجو ہے۔ عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے اس کتاب کو درس میں داخل کیا۔ اب مقابلہ کو مثلاً عبد القادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کئے تو جہانگیر نے اپنے زمانہ میں اس کتاب کی اشاعت قطعی بند کر دی اور یہاں باپ کا ہجو نامہ درس میں داخل کیا جاتا ہے عالمگیر کی زندگی میں یہ ہجو نامہ لکھا گیا اور عالمگیر کو بھی علم ہو گیا لیکن عالمگیر اگر وہ عالمگیر ہوتا جس کا نقشہ آج کل اسکولوں میں کھینچا جاتا ہے تو خان عالی کو تو مفقود ملک میں نفرت انگیز خیالات پھیلانے کے جرم میں عبرت ناک سزا دیتا

خان عالی نے ۱۱۲۲ھ میں حیدر آباد میں انتقال فرمایا اور حیدر آباد ہی میں دفن ہوئے کلام ؎

سخن ایکہ کرد ترک بت پرستیہا دل زارم ۔۔۔ کہ چوں سنگ سلیمانی ست مادر زاد زنارم
یارب را دربر گرفتن کسے فراموشم شود ۔۔۔ کہ زود از یاد کس چیزے کہ از بر می شود
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام ۔۔۔ بارے ازیں قرار بہ بینم چہ می شود
بیا کہ شیشۂ من در سجود شام شد ست ۔۔۔ جبیں کہ خانہ مسجد الحرام شد ست
بجائے نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را ۔۔۔ کہ طومار ست شرح سوز جگر پیغام زبانی ہم

کی وجہ سے رسوائی کرا رہے ہیں یہ خانہ زاد منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہا - اس لئے
التماس ہے کہ ایسی تنبیہ ہونا چاہیئے کہ خانِ عالی ایسی حرکت آئندہ نہ کریں۔ خاتمہ پر لکھا
"واجب بود بعرض رسانید" برلفظ واجب بود دستخط شد حرام بود بر سر

عرضی دستخط شد

خانہ زاد سادہ لوح (کامگار خاں) می خواہد کہ ما را ہم دریں رسوائی شریک
سازد کہ او ہر چہ خواہد در بابِ ما بگوید (شعر) لیسد و شہرۂ عالم سازد و بیشتر ہم در باب ما مقصر

۱۲ فتح دکن کے بعد دستور معظم اسد خاں نے عالمگیر سے عرض کیا کہ اب ہندوستان تشریف لے چلئے
دکن میں اب کام نہیں رہا اورنگ زیب نے انکار کیا تو خان موصوف نے جل کر کہہ مارا کہ دکن میں بیٹھے
رہتے سب کا جی بھر گیا تھا اور دہلی یاد آرہی تھی ؎

بہ نشستہ جہاں قوی کہ بر داشتش * کارے دیگرے نیست خدا بر دارد

عالمگیر نے سنا اور ہنس کر خاموش ہو گئے رذیل کے اشعار بھی ہجو میں ہیں لیکن عالمگیر قدر دان تھا ان کو سن کر
بھی چہرہ پر شکن نہیں پڑی اور کچھ دیر تذکرہ کے بعد اس مسئلہ کو یاد سے فراموش کر دیا ؎

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات — شعر در بحر رمل باشد بہ از آب حیات
چیست عنقا؟ روپیہ۔ کبریت احمر اشرفی — کیمیا نوکر شدن یک ہفتہ پیش بو الحسن
فقرہ فاقہ عید و عسرت صبوری انتظار — آنچہ باشد نوکرانِ بادشاہ را در دکن
خیمہ حینسیر کہ منع بارش و تابش نکرد — فرش داں سطح زمیں ملبوس چہ؟ جلد بدن

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ رائے نہ قائم کر لینا چاہیئے کہ خان عالی سلطنت کے بدخواہ تھے۔ نہیں ہرگز
نہیں۔ خان موصوف کا مذاق ہجو گوئی تھا اور عالمگیر مزاج شناس اور قابلیت کا پتلا وہ مزے لے کر سنتا تھا لیکن چشم پوشی
سے کام لیتا تھا اور اس لئے کام لیتا تھا کہ خان موصوف کے بعد پھر اس رنگ کا دوسرا امیر میسر نہ تھا۔
خان موصوف نے ایک مرتبہ ہدایت اللہ خاں پسر شریف الملک حیدر آبادی کی ہجو لکھی انھوں نے فوراً برجستہ
جواب دیا ؎ فرزند و زن و قبیلہ آں کش کش — برخوانِ جماع نعمت الوان ست

خان موصوف سن کر خاموش ہو گئے اور آئندہ کے لئے ہدایت اللہ خاں کی نوک قلم سے محفوظ رہے ۱۲

نہ بود۔ تلافی باضافۂ انعام شدہ کہ دیگر ارتکاب نہ کند۔ با وجود ایں از خود کلی نکرد زبان بریدن و گردن زدن مقدور نیست۔ باید سوخت و باید ساخت۔ برفیق لا یرافقک ولا یفارقک۔

(۴۶)

فرزند عالی جاہ! روزے بیاڑ اہل دیوان سرکار برادر مہربان (شاہزادہ داراشکوہ) فردے از نظر اعلیٰ حضرت گذرانیدہ کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوت ایام مابین از سرکار والا طلب ست۔ بہ تنخواہ آں فرمان شود آں حضرت فرد حوالہ سعد اللہ خاں (دستور معظم۔ علامہ فہمی) فرمودند کہ از روئے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رساند۔ خان مذکور فی الفور التماس نمود کہ چنیں زرہا از خزانہ تنخواہ می شود۔ ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب می گردد۔ داراشکوہ بعد برخاست دربار با دیوان اعلیٰ (سعد اللہ خاں) کلمات تند گفت۔ چوں از روئے فرد مرسلہ مشرف غسل خانہ بمسامع علیا رسید ہماں وقت شقہ بہ برادر مہربان نوشتند و ایں فرد ہم تقلم آوردند۔

باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست
ہر کس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصہ ابنائے ملوک ست بیاڑ اہل کفایت خانۂ شما و سعد اللہ خان بسیانت مال ما می خواہد۔ ہرگاہ ایں فرد از دفتر شما درست شدہ بود بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ست یا نہ،

ملول ساختن بندہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں بسیار بدست بدست آوردن دلِ ایں حردم خوب مصالح کار آں صاحب شعور و واسطۂ افزائش مال و خوش نامی صاحب معاملہ اند۔ آخر روز جید تھان محمودی زر دوزی یک لک تنگہ و سہ ہزار دینار نقد بہ سعد اللہ خاں انعام فرمودند

(۴۷)

فرزند عالی جاہ! الحمد للہ کہ فرزند زادہ بہادر خوب برآمدہ کاردولتش ترقی روز بہ دار دخالا از تربیت والا جاہ غافل نباید بود صوبۂ مالوا در صورت اقبال جہم سنتی و تنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خود ماند فرمان صادر شد کہ از راجپوتان عمدہ راجہ کشن سنگہ کچھواہہ ہمراہ خود دارد و توپ خانہ وغیرہ اسباب

---

[۱] فرزند زادہ بیدار بخت سے مراد ہی ۱۲ [۲] اکبر آباد کے قریب جاٹوں کی ایک گڑھی کا نام ہے اب ریاست بھرت پور میں ہی۔ میر محمد آغر خاں پنجاب سے آرہے تھے جب اس گڑھی کے قریب پہونچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جاٹوں نے ایک قافلہ پر دست درازی کر کے عورتوں کو پکڑ لیا ہے۔ آغر خاں نے حملہ کیا اور مارے گئے۔ جب دکھن میں خبر پہونچی تو بادشاہ نے شاہزادہ بیدار بخت کو مامور کیا۔ انھوں نے ۱۳ جمادی الاول سنہ ۱۱۰۰ھ کو قلع قمع کر کے پوری گوشمالی کر دی عالمگیر کے یہاں راستہ کا لوٹ لینا سخت جرم تھا۔ اس لئے اس مہم کے لئے پورا سامان کر دیا تھا کہ کوئی کسر باقی نہ رہے ۱۲ [۳] مرزا راجہ رام سنگہ کا پوتا اور راجہ کشن سنگہ کا لڑکا تھا۔ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۳ھ کو منصبدار ہوا اور باپ کی وفات پر راجہ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب میں اضافہ ہوا خلعت سے سرفراز کیا گیا راٹھوروں اور جاٹوں کی سرکوبی پر مامور ہو کر فوجداری اسلام آباد (متھرا) پر سرفراز کیا گیا سنہ ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ عالمگیر نے اس کے بیٹے راجہ بجے سنگہ کو راجہ جے سنگہ کا خطاب دے کر منصبدار بنایا یہی راجہ سوائی جے سنگہ کے نام سے مشہور ہے اور جے پور ان کا آباد کیا ہوا ہے۔ ۱۲

حسب مطلوبہ ایں مہم از قلعدار اکبر آباد بگیرد و والد بزرگوار را آں روے نزبدہ دید
براہ راست باسلام آباد عرف متھرا برسد۔

(۴۸)

شاہزادہ بیدار بخت[1] کو کسی زمانہ میں اپنی بیگم شمس النسا صبیہ سید مختار خاں[2]
کے ساتھ بہت عشق تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ کو غصہ آگیا اور غصہ کی حالت میں بیگم سے
کہہ ڈالا کہ باجی کی لڑکی کو شاہزادوں کے ساتھ بد دماغی زیب نہیں دیتی
بیگم نے رنجیدہ ہوکر عہد کرلیا کہ شاہزادہ سے آیندہ بات نہ کرے گی۔ معاملہ نے
طول کھینچا اور ناظر نے عالمگیر کے یہاں رپورٹ بھیجی حکم ہوتا ہے :

---

[1] شاہزادہ محمد اعظم کے خلف اکبر کا نام ہے۔ ان کی ماں کا نام بانو بیگم تھا جو شاہزادہ دارا شکوہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہزادہ ۱۷ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۵ محرم ۱۰۹۵ھ کو سید مختار خاں کی صاحبزادی ان کے عقد میں آئیں۔ یہ شاہزادہ دکن کی لڑائیوں میں شریک رہا اور شاہ عالم اور شاہزادہ محمد اعظم کی لڑائی میں بمقام جاجو ۱۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ کام آیا۔

[2] میر قمر الدین خاں کا خطاب تھا جو سید شمس الدین مختار خاں کے لڑکے تھے۔ قلعہ سنسنی ۱۱۰۱ھ ان کے ہاتھوں فتح ہوا جس کے صلہ میں عالمگیر نے ان کو سہ ہزاری با نقدی منصب پر ترقی دے کر مراتب میں اضافہ کیا۔ نصرت خاں عالی کے حملہ سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے :

ہیچ کس در رجانہ مختار خاں بیکار نیست
ہر کرا دیدیم آنجا فاعلِ مختار بود (عالی)

"صبحدم مرغ چمن باگلِ نوخاستہ گفت
نازکم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
گل بخندید کہ از راست نہ رنجم، لیکن
ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت

باں نور الابصار واضح باد کہ در ایام جوانی کہ باصطلاح لواج مصاحبانِ شما جوانی دیوانی گویند، مارا ہم درآں ایام ایں تعلق باشخصے کہ نہایت تبختر داشت بہم رسیدہ بود۔ تاحیاتِ محبت اورا بانجام رسانیدیم وگاہے آزردہ نہ کردیم۔ دیگر آں کہ باسادات لفظ یا جی گفتن محض یا جی گری ست۔ کسے اگر سید را یا جی بگوید البتہ یا جی نہ خواہد شد، اگر از نوشتہ محلدار و ناظر رضامندی آں سیدہ نہ شود بعتاب بلا بعقاب گرفتار خواہید شد جزاً بما کانوا یعملون

(۴۵)

شاہزادہ بیدار بخت گڈھی سنسنی (متصل اکبرآباد) کے مہم پر سنہ ۱۱۱۶ھ میں مامور ہوئے اور حملہ ہائے دلیرانہ سے راجہ رام جاٹ کا زہرہ آب کردیا۔ لیکن دفعتاً زور شور میں کمی آگئی تو ناظر لشکر نے اطلاعی رپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ جما دیا کہ ایسا مشہور ہے کہ شاہزادہ اور راجہ رام سے یہ معاہدہ ہوگیا ہے کہ راجہ رام اپنی برادر زادی شبستانِ عشرت میں داخل کردیں اور اس کے معاوضہ میں شاہزادہ راجہ رام کو گڈھی خالی کرکے کسی طرف نکل جانے کا موقع دیدے۔
اللہ اکبر۔ دکھن میں یلغاریں کرکے ملک فتح کررہا ہے۔ حکومت کی بساط نو

مفتوحہ ممالک میں جارہا ہے۔ صوبہ بنگال میں سڑک پر رہزنی ہوئی تو شاہزادہ کی گوشمالی ہورہی ہے۔ دیگر امورِ سلطنت کو انجام دے رہا ہے۔

ان مشاغل کے ساتھ یہ دھن بندھی ہوئی ہے کہ راجہ رام نے بیکس عورتوں پر ڈاکہ ڈالا اور قافلہ لوٹ لیا اُس کو سزا ہونا چاہیئے۔ یہی نہیں بلکہ شاہزادہ بیدار بخت مامور ہوتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔ دل کے ایک کونہ میں اس مہم کی یاد تازہ ہے اور ناظرِ لشکر کو حکم ہے کہ دم دم کی خبر دے۔ جب خبر پہونچی کہ شاہزادہ اور راجہ رام میں سمجھوتہ ہوگیا ہے تو کس مزہ کا حکم دیتا ہے:۔

"مضائقہ ندارد، دختر دادن ہم علامت انقیاد ست، از قلعہ بیروں می رود از ملک شاہی کجا خواہد رفت"؟ (اس جملہ سے خود ہی نتیجہ نکال لو کہ عالمگیر کی سلطنت کے کیا حدود تھے اور کس دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ کسی راجہ کو راجہ رام کے پناہ دینے کی ہمت نہیں ہے) لیکن ؎

چہ مردے بود کم گر از زن بود

مطیعِ زناں بدتر از زن بود

تربیت فرزندان تعلق بآبا ر دارد نہ باجداد۔ شاہ عالی جاہ (شاہزادہ محمد اعظم) از مساہلہ ومحبت والدہ مرحومہ الیشان (بیدار بخت) کار باینجا رسانیدند، حقیق حال کہ تعزیر بمال ست برائے عاقلان اعظم وبال ونکال ست، یکسال جاگیر نصف منصب تغیر۔

ے بانو بیگم صبیہ نادرہ بیگم سے مراد ہے ۱۲

(آں فدوی (دستور معظم اسداللہ خاں) بخان جہان بہادر می نویسد که سوداگران
سپاہیاں وغیرہ استغاثہ می نمایند و خبر صحیح ست الظلم ظلمات یوم القیامة
از چه رو منظور نه داشت؟ و یاد موت که قریب تر از شه رگ اوست چرا گزاشت
از سخط الٰہی و غضب بادشاہی بترسید و آنہارا رضامند کنید ؎
ظالم حق با تو مواسا با کند
چون که از حد بگزرد رسوا کند
در خانه خود دیوان کرده به نشینید ؎
چند گوئی خانه وایں خوان من

لہ میر ملک حسین نام تھا اور مرزا ابو المعانی خوانی کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے کوکہ تھے۔ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکہ خطابات تھے اور ہفت ہزاری منصب تھا۔ مختلف صوبوں میں دبدبہ کے ساتھ صوبہ داری کی قلم اور تلوار کے دھنی تھے ۱۰۸۰ھ کے پُر آشوب زمانہ میں دکھن میں صوبہ دار مقرر ہو کر مامور ہوئے اور عالمگیری جھنڈا یہاں بھی اونچا کیا۔ حیدر آباد کی مہم میں بھی شریک تھے یہاں بھی خوب کام کئے۔ ۱۱۰۸ھ میں بیمار پڑے تو حضرت عالمگیر عیادت کے لئے گئے۔ خان موصوف قدمبوسی کے بعد بہت روئے اور عرض کیا کہ خانہ زادگی آرزو تھی کہ کسی معرکہ میں جاں نثار کرتا لیکن موت اس طرح لکھی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تمام عمر اخلاص اور بندگی میں جاں نثار کی اُسی تک آرزو باقی ہے۔ خان جہاں بہادر نے ۱۹ جمادی الاول ۱۱۰۸ھ کو بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ بڑے دبدبہ کے امیر تھے جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی۔ تاریخ آسام ان کی تصنیف ہے۔ ان کے ایک بھائی کا نام مظفر حسین اور فدائی خاں خطاب تھا۔ دوسرے اعظم خاں کوکہ کہلاتے تھے ۱۲

آں فدوی از نصرت جنگ[1] رسیدہ لطیفہ کہ نگین زمرد نا مرحمت می شود
لیکن بہ تمام خطاب وفا نمی کند۔ اگر بگوید نصرت جنگ فقط کندہ و منقش کردہ
عنایت کنیم ؎

دانی کہ بر نگین سلیمان چہ نقش بود
خطے بزر نوشتہ کہ ایں نیز بگزرد۔

(۵۱)

میر خاں کابل کے صوبہ دار تھے اور وہیں ۲۷ رشوال ۱۰۹۱ھ کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔ بخشی خلیل اللہ خاں کے صاحبزادے اور عالم گیر کے خالہ زاد بھائی تھے ان کا اصل نام میر میران تھا مگر عالم گیری سرکار سے میر خاں کا خطاب تھا اور پنجہزاری منصب سے سرفراز تھے۔ ہندوستان میں مختلف خدمات انجام دینے کے بعد کابل کی صوبہ داری کے لئے منتخب ہوئے اور اپنا کام وفا شعاری کے ساتھ انجام دیا۔ جب ان کے مرنے کی خبر آئی تو عالم گیر بار بار ان کی وفا پرستی کو یاد کرتے اور افسوس کرتے رہے اور اُن کی جگہ شاہزادہ معظم کو صوبہ دار کابل مقرر کیا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن عام قاعدہ کے ماتحت میر خاں کی وفات کے بعد ان کے اموال و متاع کے لئے معمولی حکم ہوا۔ قرابت داری اور خیر خواہی کو معاملات ملکی میں کیا دخل؟ جب مسلمان امیر قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے اور خالہ زاد بھائی کی جائداد کے لئے وہی حکم تھا جو معمولی امیر کے لئے تو پھر عالمگیر نے

---

[1] نواب ذوالفقار خاں سے مراد ہے ۱۲

اگر کسی راجپوت راجہ کی وفات کے بعد یہی حکم دیا۔ تو کیوں مطعون کیا جاتا ہے؟
شکایت کا اس وقت موقع تھا جب وہ مسلمانوں کے لئے ایک اور ہندوؤں کے لئے
دوسرا حکم دیتا۔

میر خاں کی وفات کے بعد جو رقعہ لکھا ہے وہ زبردست اور ناقابلِ تردید
شہادت اس امر کی ہے کہ عالمگیر میں چاہے در کمزوریاں ہوں لیکن وہ قواعد کا
سخت پابند تھا اور معاملہ میں کسی کی خاطر و مروت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔

آں فدوی (نواب اسد خاں) را عزا (اس لئے کہ عزیز قریب تھے)

امیر خاں در گزشت اگرچہ ما راہم باید گزشت ؎
تا نفس باقی ست راہِ زندگی ہموار نیست

آں فدوی بدیوان دار السلطنت لاہور کہ برادر اوست بنویسد کہ اموال آں
میر در بجد دکد تمام کہ نقیر و قطمیر دوائے و درّے بلکہ پرکاہے فرو گزاشت نہ شود
ضبط نماید داز خوارج نیز بتقید ہرچہ تمام تر خبر گرفتہ و از تبعہ و نحلہ بامید و بیم
استفسار کردہ ہر جا ہرچہ باید در قید خود آرد کہ ایں حق عباد است کہ بہ شخصے را
کہ خلیفۂ وقت بصلاح یا فساد رعایتے افزوں از حدِ شرع نماید حق مومنین
پایمال کردہ باشد۔ در ایامِ حیات او برائے پاس خاطرش ایں معصیت بر خود
گرفتہ بودیم۔ اکنوں چرا باز نہ گیریم؟ ؎

گفتگو بسیار شد خاموش شدم
مسئلہ بسیار گفتم دم زدم

؎

(۵۲)

امیر خاں صوبہ دار کابل نے عرضداشت گزاری۔ تھانہ دار ایران کو دو کوس ہندوستانی سرحد کی طرف چوکی قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور اس کے معاوضہ میں وہ سالانہ سو گھوڑے عربی پیش کرے گا۔ بعد ملاحظہ حکم ہوا کہ

تھانہ دار ایران را آب و رنگ آوردن و صوبہ داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست لیکن ؎

طمع را سہ حرف ست و ہر سہ تہی

دو کروہ ایں طرف رخصت دادن چہ معنی دارد کہ دو قدم رخصت نیست؟ مسئلہ فقہی در ہمہ مذہب مسلّم است کہ اصرار بر صغائر عین کبائر ست عجب ست از آں خانہ زاد مزاج دان کہ از سن ہفت سالگی در حضور تربیت شدہ از تدبیر ایرانیاں غافل ست خود تصور کنید کہ برائے ایں کار سہل کہ دو کروہ ایں طرف نشانیدن تھانہ باشد چگونہ بصد اسپ عراقی کہ قیمت آں عمدہ تعی شود، راضی شدہ اند؟ ہماں مثل ست کہ ؎

سر انگشت گیرد بہ محلِ شکست — بیک بار جرأت نماید بدست

تو از فکرِ دشمن بہ غفلت مباش — ہمیشہ برخ تیرہ اش را خراش

مثل مشہور ست کہ عقل و دولت قرین یک دیگر اند، ہر کرا عقل نیست دولت نیست عوام کالانعام فہمیدہ اند کہ ہر کہ دولت مند باشد البتہ باید عاقل باشد و ایں غلط ست معنی آنست کہ ہر کہ عقل ندارد دولتِ او پایدار نیست پس گویا نیست۔

طول کلام دریں مقام آہن سرد کوفتن وجامۂ کہنہ وشستن ست۔

(۵۳)

خواجہ میر عابد کے لڑکے شہاب الدین ولایت سے آئے اور سہ صدی ہوکر بادشاہ کی ہمرکابی میں اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔

شاہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اور ان کے نقل و حرکت کی خبر نہ تھی اور نہ کوئی خبر لانے کے لئے آمادہ معلوم ہوتا تھا میر شہاب الدین نے عرض کیا کہ غلام کو اس خدمت پر مامور کیا جائے۔ بادشاہ نے خوش ہوکر خلعت رخصت مرحمت کیا اور دو صدی منصب میں اضافہ کرکے پنج صدی منصب داری سے سرفراز فرماکر روانگی کی اجازت دی۔ میر شہاب الدین چودھویں روز خبر لے کر آئے اور لشکر میں داخلہ کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ حاضر ہوکر خبریں عرض کیں۔ بادشاہ کے دل پر اُن کی اطاعت شعاری اور خیر خواہی کا اثر پڑا اور حالات سُن کر فرمایا ؎

چوں لعل ہر کہ خون جگر خورد و صبر کرد
زیب کلاہ افسر اقبال می شود"

یہی شہاب الدین اپنی کارگزاریوں کے صلہ میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے خطابات سے سرفراز کئے گئے اور عالم گیری دور میں ہفت ہزاری منصب دار ہوئے سنہ ۳۷ جلوس میں طاعون نے قیامت مچا دی۔ جو ضرب میں آیا موت کے گھاٹ اُترا۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے ؎

"قیامت بود یا شود و یا بود"
۱۰۹۹ھ

میر شہاب الدین فیروز جنگ بھی مبتلائے مرض ہوئے اور بصارت وسماعت کھو بیٹھے۔ قدردان بادشاہ نے بہت ہمدردی کی اور محبت کے ساتھ علاج کرایا۔ اطبائے یونان نے انگور کے استعمال کی ممانعت کی تھی بادشاہ نے بھی استعمال چھوڑ دیا[5]۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

خان فیروز جنگ یک رنگ من میخواستم برائے عیادت آں دولت خواہ خود بیایم اما بچہ رو دکہ امر نظر مشاہدہ نمایم؟ لہذا سعادت خاں را نیابتہ فرستادم تا بچشم ببیند و اظہار باقی الضمیر کند۔ از میوہائے نورس آنچہ اینجا ہم رسید انگورست اما اطبائے یونانی برائے آں عمدہ مخلصان مزاج دان مضر می گویند لہذا بر خود ہم ناگوار کردیم، انشاء اللہ تعالیٰ بعد صحت کامل و شفائے عاجل یک جا میخوریم ؎

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزو مرا برساں

(۵۴)

وقائع نگار نے اطلاع دی کہ خان فیروز جنگ احکام میں لکھتے ہیں،
"حسب الارشاد کرامت بنیاد" بملاحظہ حکم ہوا:

---

۵ محمد راج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ عمدۃ الملک فضائل خاں اور اودے پوری محل اسی مرض موذی کے شکار ہوئے

مضائقہ ندارد۔ بزرگانِ ایشاں درویش و خانقاہ نشین بودند افغان

فیروز جنگ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے ا فقط

حسب الارشاد را قبول کردیم ہفت ہزاری کرامت می دارد۔"

جب خان فیروز جنگ کو خبر ہوئی تو انھوں نے لکھا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ والمعترف بالتقصیر

فقد عفی اللہ عنہ القلیل والکثیر

بر عرضداشت دستخط شد

من عفی واصلح فاجرہ علی اللہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ

ترجمہ۔ ہر کہ عفو و ملامت باصلاح آرد پس اجر او بر خداست و ہر کہ بہ تقصیر خود معاودت کند

خدائے تعالیٰ از و انتقام می گیرد۔

(۵۳)

۱۱۱۳ھ میں عالم گیر نے منصب داروں کی فوج کا جائزہ لیا اور خان فیروز جنگ کے

یہاں مقررہ تعداد سے زیادہ فوج پا کر شہزادہ بیدار بخت کو تہدید نامہ بھیجا:۔

فرزند زادۂ بہادر! محارہ (جائزہ) ہمراہیان خود کہ خان فیروز جنگ نمودہ

زیادہ از ضابطۂ منصب و تنخواہ او بنظر آمد۔ از توپ در بنگلہ و بان در ام جنگی و

جزایر و کھڑ نال و شتر نال و جنجال و سواران با یراق و اسپان و فیلان

بابر گستوانہائے یراق و دیگر لوازمہ طمطراق آں قدر کہ باید بلکہ نباید ملاحظہ شد

چنانچہ اکثرے از آن بسر کار والا در آمد۔ شما کہ مضاعف آدمی باید چرا

زرہا ضائع می کنید و بے مصرف صرف می نمائید؟ آنچہ درکار بود ساختنش ضرورست و دیگر ہمہ خودسازی ست ہے

خان فیروز جنگ رنجیدہ ہوئے لیکن ضابطہ ضابطہ ہی رہا دوسرے طریقے اضافہ منظور ہوا مگر جس طور سے خان فیروز جنگ نے لوازمہ رکھ چھوڑا تھا وہ جائز نہیں قرار دیا گیا۔

(۵۴)

جب خان فیروز جنگ زیادہ ملول ہوئے تو اُن کو رقعہ بھیجا:

خان فیروز جنگ۔ تفریق فوج لاعلاجی ست فدوی زادہ را زود بہ حضور کرامت گنجور برسد کہ بانعامات و ادرارات امتیاز یافتہ باز پیش آں دولت خواہ خواہد رسید؎

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ ز اسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

قمر الدین خاں نام تھا میر شہاب الدین فیروز جنگ غازی الدین خاں ہفت ہزاری کے صاحبزادے ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ عالمگیری سرکار سے قلیچ خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب تھا۔ بہادر شاہ بادشاہ نے خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں فتح جنگ نظام الملک کے خطابات سے سرفراز ہو کر صوبہ داری دکن مرحمت ہوئی اور محمد شاہ نے خلعت وزارت اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز فرما کر صوبہ داری مالوہ کا اضافہ (۱۲۶)
نواب کو شاعری سے ذوق تھا اپنا دیوان یادگار چھوڑا یہ نہایت دلیر، شجاع اور سیر چشم تھے (قاموس المشاہیر)
مفصل حالات کتاب کے آخر میں درج ہیں

انچه دل از فکر آں می سوخت ہم ہجر بود
آخر از بیمہری گردوں باآں ہم ساختیم

(۵۵)

وقائع نگار متعینہ لشکر خان فیروز جنگ نے اطلاع دی کہ محمد عاقل کو لعلت راہزنی خان نے قتل کرادیا۔ حکم ہوا:۔

عمدۃ الملک مدار المہام بخان فیروز جنگ بے فرہنگ بنویسد کہ بر قتل کہ عبارت از ہدم بنیان الٰہی ست بغیر از حجت شرعی اقدام نمودہ۔ ولے برآں روز کہ وارث بہم رسد و دیت طلب کند۔ ایں بخیف را بغیر از حکم قصاص چہ چارہ کہ ترحم در حدود ممنوع نص کلام اللہ است ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ۔

(۵۶)

خان فیروز جنگ یک رنگ من۔ الحمد للہ دوری قلبی نیست ؎
گردر یمنی و با منی پیش منی
ور پیش منی و بے منی در یمنی
از احوالِ شما روزی اکثر اطلاع می دادہ باشند تاکہ مواصلت صوری دست دہد خانہ زاد عنایت اللہ خاں را ندیدہ ایم جائے او خالی ست ؎
شاخ گل ہر جاکہ روید ہم گل ست

(۵۷)

خان فیروز جنگ کار خود را ناتمام گذاشت، باوجودیکہ فرزند زادہ[1] از برہان پور آمدہ بدیدنش نرفتہ روانۂ برار شد و لفظ سپہ سالار کہ می نویسد از نوشتۂ وکیل معلوم شدہ یا خبر غیبی[2] است دریں مادہ نہ فرمان رفتہ و نہ گفتہ ایم بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد؟

(۵۸)

ذوالفقار خاں نصرت جنگ جس پایہ کے امیر اور جس دبدبہ کے جرنیل تھے وہ اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے۔ ان کی جاں بازانہ خدمات نے مرہٹوں کی قوت کا دکھن میں قلع قمع کر دیا تھا۔ دکھن کے بڑے بڑے سرداران کی جبروت اور بہادری کا لوہا مانتے تھے اور سچ تو یوں ہے کہ خان نصرت جنگ اور فیروز جنگ پر عالمگیر کو ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا۔ لیکن ان کی یہ مجال نہ تھی کہ قاعدہ کے خلاف کریں اور جب کبھی ایسا موقع آیا تو عالمگیر نے مواخذہ کے شکنجہ میں ان کو خوب ہی کسا اور حسب موقعہ سزائیں دیں۔ لیکن امیروں نے اطاعت شعاری اپنا شعار

---

[1] امیر الامرا غازی الدین خاں سے مراد ہے۔ جو نظام الملک آصف جاہ خان دوراں خان فتح جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ باپ کے انتقال کی خبر سن کر دارالسلطنت سے دکھن روانہ ہوئے لیکن اورنگ آباد پہنچ کر ۷ر ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کو انتقال ہو گیا اور نعش دہلی لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے ۱۲

[2] فرمان جاری کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ یہ حسن طلب ہے اور سنہ جلوس میں منصب سپہ سالاری سے سرفراز فرما دیا

قرار دے لیا تھا۔ اُس سے کبھی منحرف نہ ہوئے۔ جنجی کا نامی قلعہ اور کرناٹک کے
تنو چھوٹے بڑے قلعے اور ساحلی مقامات فتح کرنے کے بعد خان نصرت جنگ
خوشی خوشی دربار کو روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ میں ایک اور مہم پر تعیناتی کا
حکم پہنچا۔ خان نے خیال کیا کہ سلام اور قدم بوسی کے بعد چلے جائیں گے۔ بیچارے کو
کیا خبر تھی کہ اس عدول حکمی کی یاداش میں روز بد دیکھنا نصیب ہوگا اور رسوائی
اُٹھانا پڑے گی۔ لشکر شاہی برنالہ پر تھا۔ اُنھوں نے حسب قاعدہ لشکر میں داخل
ہونے کی اجازت طلب کی۔ عالمگیر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی اور خان نصرت جنگ
کے وکیل یار علی بیگ کو حکم دیا کہ صورتِ حال سے خان نصرت کو آگاہ کیا جائے۔
اطلاع کے بعد بھی خان نصرت جنگ بلا اجازت کیمپ میں آ گئے اور دیوان
خاص میں حاضری کے طالب ہوئے۔ عالمگیر نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ
حکم دیا کہ بہتر ہے آئیں۔ ہمیشہ پالکی دیوان خاص کی جالی کے برابر آیا کرتی تھی۔ اس
موقع پر پالکی جالی کے اندر آئے اور دونوں روایتوں کے درمیان
میں رکھی جائے اور خان نصرت جنگ ترکش و کمان کندھے پر رکھ کر اور بندوق
ہاتھ میں لئے حضورِ معلیٰ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کریں۔ یار علی بیگ نے
ان عتاب آمیز سرفرازیوں کا حال مفصل لکھ کر بھیج دیا۔ خان سناٹے میں
آ گئے اور تمام اسلحہ جسم سے علیحدہ کر کے گلال باری سے دیوان خاص تک
پاپیادہ گئے اور وہاں ٹھہر کر حکم کا انتظار کیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی تو
دو گھنٹے کے بعد حاضری کا حکم دیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو گھبرا جاتا اور
فوراً یہ نتیجہ نکالتا کہ پیہم فتوحات کی وجہ سے خان کا دماغ خراب ہو گیا اور وہ

سرکش ہو گئے ہیں اور نہ معلوم کیا سے کیا ہونے لگتا۔ لیکن عالمگیر دوسرے ہی دن دماغ کا تھا۔ دیکھئے کس دبدبہ کے ساتھ اُس نے گرفت کی اور یہ بھی دیکھئے کہ خان نصرت جنگ بھی اپنی غلطی پر کس قدر متاسف ہوئے

خان نصرت جنگ نے حاضر ہو کر قدمبوس ہونا چاہا تو عالمگیر نے داہنا پیر پھیلا دیا۔ گھبراہٹ میں خان کا پہلو مسند پر آگیا جو باعثِ تکدر ہوا لیکن بادشاہ نے خان نصرت جنگ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:۔ (۵۸) برقعہ نصرت جنگ

چوں مدتے در بیرون ہا بود ید ضوابط حضور فراموش کردید ے
زاغ دُم سوئے شہر و سر سوئے دہ

دُم آں زاغ از سر او بہ

بعد ازاں رو بطرف بہرہ مند خاں[1] کردہ فرمودند کہ چہ معنی دارد کہ خانہ زاداں بہ سبب رفتن بیرون آداب را فراموش کنند؟ ظاہراً در باصرۂ خانِ مذکور تفاوت شدہ است

---

[1] عزیز الدین نام، میرزا ابراہیم کے لڑکے اور عمدۃ الملک جعفر خاں کے برادر زادہ تھے۔ ۲۰ سنہ جلوس میں عالمگیر نے عزیز الدین کو بہرہ مند کا خطاب مرحمت فرمایا۔ دکھن کی لڑائیوں میں قابل قدر خدمات کے صلہ میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری اور دو ہزار سوار کے منصب دار ہو گئے اور ۴۵ سنہ جلوس میں بجائے بخشی الملک روح اللہ خاں کے میر بخشی فوج مقرر ہوئے اور ۲ جمادی الثانی ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ وصیت کے مطابق بہادر گڑھ (دکھن) میں دفن ہوئے۔ بہرہ مند بہت ہی باوقار امیر تھے کریم الصفات اور مہذب الاخلاق۔ ہمیشہ آرزو کرتے رہتے تھے کہ اگر بادشاہ عالمگیر ایک سال کے لئے دہلی بھیج دیں تو ایک لاکھ نذرانہ حاضر کریں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بادشاہ کی صحبت سے دہلی جانا افضل ہے۔ بہرہ مند خاں نے جواب دیا کہ دولت اور منصب کا مزہ تو جب ہے کہ وطن والے جنھوں نے میرا ابتدائی زمانہ دیکھا ہے وہ عروج بھی دیکھیں۔ یہ آرزو

رم خاں را حکم شد کہ عینک آوردہ بدست خود بہ بینی خان مذکور بگزارد و تاکید شد کہ
ہیں طور نجانہ رود و ازیں راہ کہ عنایت حضور ست تا سہ روز ماند کہ عینک گزاشتہ
بتور خلعت بدربار می آمدہ باشد

حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن امیر خان داروغہ خواصان کے ذریعے سے خان تنہائی میں
حاضر ہو کر خواستگار معافی ہوئے۔ عالمگیر نے قصور معاف کیا اور خان نصرت جنگ رات
ہی کو مہم پر روانہ ہو گئے۔

(۵۹)

خان نصرت جنگ کی فوج میں زنداں خاں دکھنی چہار ہزار منصب دار خیر خواہی کے ساتھ
کام کرتا تھا۔ اس لئے خان نے سفارش کی کہ جانفشانی کے ساتھ کام کرتا ہے اگر کچھ
مرحمت ہو جائے تو مناسب ہے۔

"لفظ جانفشانی محض عبارت وانشا ست۔ مقرر اگر جانفشاں می بود تا حال
چرا زندہ می بود؟ و رعایت ایں جماعت عقرب در دست گرفتن و مار در بغل
داشتن ست۔ الکوفی لا یوفی"

(۶۰)

خان نصرت جنگ سیونت کی گرفتاری کے لئے مامور ہوئے اتفاقاً لشکر
معلی سے دو میل پر اس نے دریا عبور کیا اور خان نصرت جنگ تعاقب کرتے ہوئے
پہنچے تو وہ دریا عبور کر چکا تھا خان نے استدعا کی کہ اس قدر قریب آکر قدمبوسی

حاصل کرنا گوارا نہیں ہوتا۔ اگر اجازت ہو سلام کرنے کے بعد تعاقب میں روانہ ہوں

حکم ہوا:۔

دو امر خلاف ادب بظہور رسیدہ۔ یکے آنکہ چرا چنیں کرد کہ اشقیاء از نزدیک عسکر معلیٰ عبور کردند؟ ایں خالی از سوء ادب نبود بلکہ احتمال بحربک بود۔ دوم آنکہ بکار مامور نہ پرداختن و برخلاف آں عرض کردن بخلاف اطاعت بعمل آمدہ۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

(۶۱)

خان نصرت جنگ، راؤ دلیپ[۱] وغیرہ متعینان خود را سوائے ملتفت خاں پیش شاہزادہ عالی جاہ بگزارد کہ آنجا ہم کار بسیار است دست آنہا اگر کوتاہ باشد و در کار خللے نہ شود چہا کہ بعضیہا بارانائے بیجا یک کمان تیر می اندازند نمی فہمند کہ خود را نشانۂ تیر وبال آخرت می سازند

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

اے صبا بلطف بگوآں غزال رعنا را کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادہ ما را

العاقبۃ بالعافیۃ۔

---

[۱] راؤ دلیپ سنگھ راجہ لورچھا حاکم گڑھا کا نام ہے جن کو عالمگیر نے خدا کے بیٹے میں راجہ کے خطاب سے سرفراز کر کے سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار کے منصب جلیلہ پر ترقی دی تھی ۱۱۱۶ھ میں علم و نقارہ مرحمت ہوا اور وفات کے قبل پنجہزاری ہو گئے تھے۔ راجہ دلیپ سنگھ راؤ بھنکر سنگھ کے لڑکے تھے جو عالمگیر کے بچپن کا دوست تھا۔۱۲

(۶۲)

خان نصرت جنگ من! ارباب کار تیار حال مردم متدین کم می کنند۔ زیراکہ ازینہا تواضع آنہا از اول تا آخر نمی آید و سفاکان در گرفتن و دادن باک ندارند یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمی خواہد۔ خلاف امر لیست دشوار۔ نمی دانم روز جزا برمن چہ خواہد گزشت؟ و لعد ازیں بر سر بند ہائے خدا چہ مصیبت خواہد شد ؎

فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را
عشرت امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان و ترساں باید بود ہر لحظہ الحفیظ و الامان باید گفت

(۶۳)

فدوی درگاہ! شجاعت خاں[۱] درگزشت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

---

[۱] قائد سالار کی رحلت کے بعد جو مصائب بندگان پر پڑیں اور جس طرح نامی گرامی امرا اور فوجی آفیسر خانہ جنگیوں میں تباہ اور برباد ہوئے ان کے معلوم کرنے کے لئے عہد بہادر شاہ سے سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو ملاحظہ فرمایئے ۱۲ [۲] محمد بیگ نام تھا اور شاہزادہ کام بخش کی سرکار میں مصاحب تھے۔ جب بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا تو یہ صوبہ گجرات چلے گئے حضرت دارا شکوہ سموگڑھ کی شکست کے بعد گجرات آئے اور ان کو قزلباش خاں کا خطاب دے کر ہمراہ لیا لیکن جب ان کو نواح اجمیر شریف میں شکست ہوئی تو محمد بیگ عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہو کر صوبہ دار گجرات مقرر ہوئے اور پھر کار طلب خاں کا خطاب

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

آدمِ کاردان بود و در گجرات عمل درست داشت صوبہ داری جہت آں ملک تجویز باید کرد۔ دو و سہ کس بجائے خود بخیر عرض نمود۔ عالی جاہ (شاہزادہ محمد اعظم) ہم رغبت دارند۔ اگر بادشاہ زادگی را کار نفرمانید و بہتر از دیگراں سرانجام تواند کرد می تواں داد۔ باللہ التوفیق والیہ الرشاد۔ و دریں مقدمہ بہتر از خیر اندیش خاں دیگر کسے نیست. اما می گویند کہ خیمانش از کار رفتہ بارے او را یا دیگرے را مقرر نمایند عتیق اللہ خاں ہم بد نیست و مقدمہ ابراہیم خاں و کشمیر یان حفیظ اللہ خاں خوب نوشتہ و مآل اندیشی را دخل نداده ؎

حیف برین دانش و آئین او

کور شدہ دیدۂ حق بین او

درباب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد ؟ و ازیں جاست کہ گفتہ اند قاضی و امین تحقیقات متعصب باید کرد کہ بیک اقرار و انکار مقدمہ تمام نہ کند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نرود و اعتبار جہت غالب را منظور ندارد =

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مرحمت ہوا اور منصبداری گری سورت مرحمت ہوئی اس زمانہ میں یہ معزز عہدہ تھا کچھ دنوں بعد صوبہ داری الہ آباد پر ترقی پائی اور خطاب شجاعت خان مرحمت ہوا چھوٹے درجے سے منصب چہار ہزاری تک اپنی قابلیت کی بدولت پہنچے تھے۔ ۲۰ محرم سنہ ۱۱۱۲ھ ۴۵ جلوس میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں دفن ہوئے خلیق و منکسر المزاج اور صوفی منش تھے احمد آباد کے لوگ ولی سمجھتے ہیں اور آج بھی چادریں چڑھاتے ہیں۔ شجاعت خاں کے کوئی اولادِ ذکور نہ تھی لیکن ایک لے پالک چھوڑا اس کو نذر علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن کچھ نکلا نہیں دو لڑکیاں تھیں جو معصوم بیگ اور حیدر قلی خاں کو بیاہی گئیں۔

لہ شخصی سلطنت تھی لیکن مدار المہام کو افسران کے انتخاب کرنے کا حق تھا اور ان کی سفارش پر صوبہ داریوں کا انتظام ہوا کرتا تھا لیکن ہم اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں کہ یہ نعمت متمدن یورپ کی ایجاد ہے اور شخصی سلطنت میں کوئی اس سے فقط

ازیں قسم مردم بیشتر ہم کم بودند و دریں وقت کہ ایمان ضعیف و شیطان قوی ست خود کجا؟

(۶۴)

خان جہاں بہادر درگزشت انا للہ وانا الیہ راجعون سبحان اللہ آدمی چہ قدر غافل ست؟ و نفس تا کجا برو غالب! دریں ایام صوبہ داری دکھن میخواست بچہ دل گرمی آرزوئے آں میکرد؟ آرے کار نفس بدتر ازیں ست سلہ

کشتنِ ایں کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

عالمے را لقمہ کرد و درکشید — معدہ اش نعرہ زناں ھل من مزید

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست — کو بدریا ہا نہ گردد کم و کاست

ہفت دریا را در آشامد ہنوز — کم نہ گردد سوزش ایں خلق سوز

سنگہا و کافرانِ سنگ دل — اندر آیند اندراں خوار و خجل

ہم نہ گردد ساکن از چندیں غذا — تا ز حق آید مراو را ایں ندا

سیر گشتی سیر؟ گوید نے ہنوز — ایں ست آتش ایں ست تابش ایں ست سوز

حق قدم بروے نہد از لامکاں — آنکہ او ساکن شود از کن فکاں

چونکہ جزوِ دوزخ ست ایں نفسِ ما — طبع کل دارد ہمیشہ جزو ہا

ایں قدم را حق بود کو را کشد — غیر حق خود کے کماں او را کشد؟

سلہ میر ملک حسن خان جہاں بہادر ظفر جنگ کو کلتاش سے مراد ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ فٹ نوٹ سابقہ ۱۹ جمادی الاول ۱۰۸۶ھ مطابق ۱۸ جلوس میں انتقال ہوا۔

قوتے خواہم زحق دریا شگاف تا بسوزن برکنم این کوہ قاف

او تعالیٰ توفیقے کرامت کند و ازیں تیرہ روزی رہائی بخشد۔ بحرمۃ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۶۵)

فدوی درگاہ! امیر الامراء[1] در گزشت از مردم قدیم ہمیں یک کس ماندہ بود

---

[1] مرزا ابو طالب نام تھا اور شمس الدولہ آصف خاں شاہجہانی کے بیٹے، عالمگیر اور امیر الامراء ذوالفقار خاں کے ماموں تھے۔ جس روز پیدا ہوئے شائستہ خاں کا خطاب مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری عطا ہوا۔ جوان ہو کر معرکوں میں شریک ہوئے۔ عالمگیری عہد میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر صوبہ بنگال، دکن اور اکبر آباد میں صوبہ دار رہے۔ مرہٹوں نے جس امیر کی تلوار سے پناہ مانگی وہ یہی شائستہ خاں تھے۔ جب جنگلوں میں جب کھلے میدان لڑنے کی قوت باقی نہیں رہی تو راتوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ شائستہ خاں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانے کی ہمت نہ رہی تو رات میں کچھ مرہٹے زنانہ لباس پہن کر محلسرا میں داخل ہو گئے اور غافل ہونے والوں پر حملہ کیا۔ محلسرا میں خوب تلوار چلی۔ حملہ کرنے والے جان سے مارے گئے۔ لیکن شائستہ خاں بھی زخمی ہوئے۔ عالمگیر کے یہاں یہ انتہائی غفلت تھی۔ شائستہ خاں کو چشم نمائی کی گئی اور بنگالہ کی صوبہ داری پر تبادلہ کر دیا گیا۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری کر چکے تھے اور شاہزادہ معظم کے اتالیق بھی رہ چکے تھے اور مہم گولکنڈہ میں شریک رہے تھے۔ آخر زمانہ میں صوبہ دار اکبر آباد تھے اور اسی شہر میں ۱۶ شوال ۱۱۰۵ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جمنا کے کنارے اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ الٰہ آباد کے قلعہ کے نیچے دریائے جمنا کے کنارے ان کی بنوائی ہوئی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اس کی بنیاد عہد شاہجہانی میں رکھی گئی اور ۱۰۷۵ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ حسب روایت مسٹر ہل ۱۸۰۰ء میں کرنیل کیڈ نے اس کو تغیر دے کر اپنی بود و باش کا مکان بنا لیا تھا۔ لیکن ۱۸۱۱ء میں سرکار کمپنی کے حکم سے مسجد پھر اپنی اصلی صورت میں تبدیل کر دی گئی۔ بشپ ہیبر نے بھی اس مسجد جامع کو

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

انا للہ وانا الیہ راجعون. مطالبہ ہم دارد بدیوان بیوتات آں صوبہ برائے اموال باید نوشت کہ بتقید تمام بضبط آرند واز عدم او بزور دگر فتگی ہر قسم کہ میسر آید

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دیکھا تھا وہ اُس کی بڑی تعریف کرتا ہے اور اُس کی خوبی موقع، بلندی، حسن منظر قرب دریا کی تحسین کرتا ہے۔ مدت تک جمعہ و عیدین کی نماز یہاں ہوتی رہی آخر یہ حالت بھی انقلاب حکومت و شدائد غدر سے قائم نہ رہی اب لوگ جگہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ مسجد کہاں تھی (مولوی مقبول احمد صمدنی) شہر الہ آباد کی تعیناتی کے زمانہ میں مؤلف کو موضع دیوری تھانہ گھورپور ضلع آباد جانے کا اتفاق ہوا تو دریا کے اندر ایک سر بفلک برج دیکھا۔ دوسرا برج منہدم ہو چکا ہے اور عمارت کا باقی حصہ پتھروں کا ڈھیر ہے۔ دریافت کرنے پر ملاحوں نے بتلایا کہ سوجان دیوتا کا مندر ہے جہاں سال میں دو مرتبہ پھاگن اور کاتک میں میلہ ہوتا ہے اور دور دور سے زائرین درشن کرنے آتے ہیں۔ میں خاموش تھا کہ میرے اردلی نے بتلایا کہ مندر تو ہے لیکن عمارت میں فارسی اشعار کندہ ہیں۔ یہ سُن کر مجھے زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں اپنی کشتی عمارت کے نیچے لے گیا اور بیسیوں سیڑھیاں طے کرنے کے بعد اوپر پہونچا تو واقعی فارسی اشعار کندہ تھے اور برج کے درمیان میں سوجان دیوتا کا استھان بنا ہوا تھا۔ بدقت فارسی اشعار پڑھنے میں آئے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا۔ میری آرزو ہے کہ کوئی اہل دل اس موقع پر پہونچکر فارسی اشعار کی مدد سے پتا لگائے کہ یہ کیا عمارت ہے۔ اشعار فارسی یہ ہیں ؎

چو تخت سلیماں برو ئے ہوا	بفرمان شائستہ خاں شد بنا
پئے شد ایں بنا در سرائے سپنج	بسال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵)
چو فکر بلند اندریں طرفہ جائے	بنائے بلند و عجب دلکشائے
رہ از ارتفاعش نیابد نظر	بجز قصد تیر آہی راہبر
بنائے عجیب و رفیع و لطیف	شد از اہتمام محمد شریف

اس عمارت کا تذکرہ گزیٹر الہ آباد میں اس طرح ہے کہ یہ سوجان دیوتا کا مندر تھا اور امیر الامراء شائستہ خاں صوبہ دار نے منہدم کر کے موجودہ عمارت بنوائی تھی

فارسی اشعار ثابت کرتے ہیں کہ یہ عمارت ۱۰۵۵ھ میں تعمیر ہوئی جب کہ شاہزادہ دارا شکوہ کا اقبال ترقی پر تھا۔ اسی زمانہ میں شائستہ خاں کا یہ فعل اس لئے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ وہ سزا سے کیونکر بچے اگر اورنگ زیب کا زمانہ ہوتا تو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا جاتا کہ گزیٹر میں جو کچھ لکھا گیا وہ بجا اور بالکل درست ہے

امیر الامراء بڑی خوبیوں کے متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے اگر معمولی دل و دماغ کے امیر ہوتے ان کا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

مبلغہاے بادشاہی بگیرند دیوانِ مرحوم را فہمیدہ می گویند کہ بشرطیکو خدمتی رعایتہا کردہ خواہد شد وحقیقت پسران مغفور بعرض باید رسانید۔ بدیگرے ہم دریں باب گفتہ ایم۔ بگمانِ رعایت قبیلہ داری اد نوبت ثانی آں خدمی بایں امر مامور گردیدہ یقین کہ بردیہ عرضیہ خود براستی و درستی ظاہر خواہد کرد۔ امان اللہ خاں ہم برائے ایں کار بلد منسبت متعین باید کرد و مراتب بعرض رسانید کہ اضافہ دادہ شود ویک رعایت ہم بخاطر است نسبت باو بعمل می آید۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) عشر عشیر عروج ہوتا تو اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا۔ مگر نواب شائستہ خاں امیر الامراء ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور حتی المقدور سوال رد نہ کرتے تھے یہ تو منصب اور عروج تھا اور مرنے کے بعد ضابطہ کی کارروائی کی گئی۔ جب اپنے ماموں کے لئے عالمگیر نے قاعدہ نہیں توڑا تو پھر مہاراجہ جسونت سنگھ تو شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے تھے اُن کے لئے اگر قاعدہ نہیں توڑا گیا تو عالمگیر کیوں ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے اگر شائستہ خاں کی اولاد عدول حکمی کرتی تو اُن کو بھی سزا دی جاتی۔

لہ (۱) خدا بندہ خاں۔ بہرائچ (اودھ) کرناٹک اور مندرسور وغیرہ کے صوبہ دار رہے روح اللہ خاں ثانی کی وفات کے بعد منصب دو ارسہ ہزاری ہوئے اور محلات شاہی کی داروغگی کی خدمت پر آخر عمر میں سرفراز رہے

(۲) بزرگ اللہ خاں دوسرے صاحبزادے کا نام ہے جو ایک ذی رتبہ افسر تھے اور ۱۱۰۰ھ میں صوبہ داری بہار کی خدمت پر مامور ہوئے۔ ۱۱۰۹ھ میں بمقام حاجی پور گڑھ (اڑلیسہ) مسجد بنوائی ان کا اصلی نام ابوالمظفر تھا۔

(۳) ابو طالب نام اور عقیدت خاں خطاب تھا ۳۲ جلوس میں فوت ہوئے

(۴) ابو الفتح خاں سیواجی کے شبخون میں کام آئے ۱۲

(۶۶)

سوانح نگار و زبردست خاں درباب سید میرک چیزہا نوشتہ اند۔ اصلی دارد یا نہ؟ او خود را در اصحاب تدوین می کشد۔ از عنایت اللہ خاں بپرسد۔ از صالح خاں

---

۱ امیر الامرا علی مردان خاں ہفت ہزاری کے پوتے اور ابراہیم خاں پنجہزاری کے بیٹے تھے۔ مختلف خدمات انجام دینے کے بعد ۴۹؁ جلوس میں چہار ہزاری منصب پر ترقی پاکر صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری پر سرفراز کئے گئے اور فوجداری لکھی جنگل کے صوبہ میں شاہزادہ جہاندار شاہ بجائے ان کے صوبہ دار ہوئے ۱۲

۲ سید جمال نیشاپوری کی اولاد میں تھے۔ ان کے آبا و اجداد کشمیر سے آئے اور اسی ملک میں سکونت اختیار کرلی۔ عنایت اللہ خاں کے پدر بزرگوار کا نام شکر اللہ تھا۔ عنایت اللہ خاں کی ماں حافظہ تھیں اور زیب النساء بیگم کی تعلیم ان کے سپرد تھی۔ جب شاہزادی حفظ مصحف مجید کی عزت حاصل کرچکیں تو ماں نے شاہزادی کے ذریعے سے عنایت اللہ خاں کی سفارش کرائی۔ چہار صدی منصب عطا ہوکر شاہزادی کے سرکار میں خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ان کے مزاج میں جدت تھی اور بات میں بات پیدا کرکے محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے اس لئے قدردان بادشاہ نے خطاب خانی اور منصب دو ہزاری سے سربلند کرکے دیوان تن خالصہ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جب نواب عمدۃ الملک بیمار ہوئے تو ان کے بجائے عنایت اللہ خاں خدمت وزارت انجام دیتے تھے۔ عالمگیری دور کے بعد ان کے کام کی قدر ہوتی رہی ہفت ہزاری منصب پر ترقی پائی۔ چھ لڑکے چھوڑے۔ کتاب احکام عالمگیری ان کی مرتب کی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے دستخطی احکام جمع کرکے ان کا نام کلمات طیبہ رکھا۔ عنایت اللہ خاں خوش صورت اور نیک سیرت متین اور متدین تھے اور فقیروں سے اعتقاد تھا۔ عالمگیر ان کے املا اور انشا پر فریفتہ تھا ۱۲

۳ فدائی خاں محمد اعظم کا بڑا لڑکا۔ فدائی خاں عالمگیر کے کوکہ اور خان جہان بہادر کوکلتاش ظفر جنگ کے بڑے بھائی تھے فدائی خاں کی وفات پر صالح خاں کو فدائی خاں کا خطاب عنایت ہوا ۱۲

صوبہ داری اکبرآباد خوب سرانجام شدہ است گوپال سنگھ[۱] را ہم درباب اعانت او باید نوشت و بجان مذکور تسلی نامہ قلمی ساخت ؎

چنار تا بکجا عیب مفلسی پوشد

(۶۷)

مکرم خان[۲] در چہ کار ست؟ باوجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین توقف از چہ راہ؟ اولیٰ تر ازیں چیست؟ ؎

حج رب البیت مردانہ بود
حج زیارت کردن خانہ بود

اللّٰھم ارزقنا خیرا۔

---

[۱] راجہ مہا سنگھ بہدوریہ سہ ہزاری عالمگیری کے لڑکے کا نام ہے راجہ مہا سنگھ قلعہ دار سخر کنا جی تھے اُن کی وفات کے بعد گوپال سنگھ راجہ ہو کر شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ کے قریب ان کا آباد کیا ہوا گوپال پورہ ہے۔ گڑھی کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ مرہٹوں کے عروج میں ریاست کی شان جاتی رہی لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے ایک لاکھ منافع کی جائداد قائم رکھکر ریاست کے نام کو باقی رکھا ہے۔ نوگنواں تحصیل باہ (آگرہ) میں راجہ رہتے ہیں، بھند (گوالیار) بیاہٹ اور بجورہ (آگرہ) میں راجگان بہادر کے تعمیر کئے ہوئے عالی شان مکانات اب بھی موجود ہیں، راجہ بہادر کا اب بھی کافی اثر ضلع آگرہ کے اور گوالیار کے بہدوریہ ٹھاکروں پر ہے اور وہ راجہ بہادر کی عزت اور عظمت کرتے ہیں ۱۲

[۲] سید صحیح النسب اور شیخ میر خوافی کے بیٹے تھے جو حضرت عالمگیر کے بچپن کے دوستوں میں تھے اور جنگ دوم داراشکوہ میں کام آئے۔ مکرم خاں کا اصلی نام میر محمد اسحاق تھا اور اپنے بھائی شمشیر خاں کے ساتھ افغانہ کی لڑائی میں موجود تھے ۱۲

(۶۸)

فدوی درگاہ ! وزارت خاں[1] عبدالرحمٰن درگزشت برائے دیوانی مالوہ چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند. رگھوناتھ[2] سعداللہ خانی دراجیانیکہ راتق مہمات دیوانی بود می گفت کہ " کار سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کار دانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد. نہ علیل غرض "!

(۶۹)

۱۷ ذی حجہ ۱۱۱۱ھ سنہ ۴۳ جلوس میں عالمگیر قلعہ راج گڈھ کی فتح کے لئے روانہ ہوا اور شاہی لشکر نے بینی کے مقام پر خیمہ ڈالا عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ تن کا خیمہ اونچے مقام پر نصب ہوا اور محلسرا کا احاطہ قائم کیا گیا. امیر الامرا نواب اسد خاں کے خواجہ سرا مسمٰی لبنت نے خان عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے خیمہ اکھاڑ دو. نواب کے قیام کے لئے اس جگہ انتظام ہوگا. خان نے مہلت طلب کی تو خواجہ سرا نے سختی کے ساتھ جواب دیا خان نے مجبوراً اپنا خیمہ اکھڑوا دیا

---

[1] میرک معین الدین امانت خاں عالمگیری خوانی کے لڑکے اور ملک خراسان کے سادات عظام میں سے تھے. بادشاہ کو ان پر بڑا بھروسا تھا. میرک کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن خان کو وزارت خان کا خطاب دے کر صوبہ مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی کی خدمت سپرد ہوئی. شاعری سے ذوق تھا. بکرمی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے. میر عبدالحی خاں صمصام الدولہ صمصام جنگ پسر شاہ نواز خاں حیدرآبادی مصنف مآثر الامرا تیموریہ اسی خاندان کے تھے ۱۲

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب ہذا ۱۲

اقدامی کیش پرچہ نویس نے معاملہ کی اطلاع دی۔ خان حمید الدین خاں کو حکم دیا کہ باہمی طور پر معاملہ کردد نتیجہ یہ نکلا کہ نواب امیر الامرا کو خان عنایت اللہ خاں کے گھر جا کر معافی مانگنی پڑی اور معاملہ رفت و گزشت ہو گیا لیکن عالمگیر نے اپنے دستور معظم کو چشم نمائی ان الفاظ میں فرمائی :

قدوی قدیم الخدمت ! باآنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ و گمان ضابطہ دانی و شرائف انسانی در حق او بیشتر است، باوجود ایں ہمہ اہانت منصبداران بادشاہی روا میدارد و قول سعدیؒ یادش نمی آرد ؎

من تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہِ سلطانیم

بعد ازیں احتیاط لازم داند و باعتقاد خود نوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم خود شمارد و امتیازے کہ می باید مراعات آں را نامرعی ندارد۔

(۷۰)

فرزند عالی جاہ ! مندسور[1] عمدہ ترین محال صوبۂ مالوہ در جاگیر الشان رحمت شدہ سابق سر بلند خاں[2]

---

[1] ریاست اندور میں ضلع کا صدر مقام ہے ۱۲

[2] خواجہ رحمت اللہ نام تھا۔ نجابت خاں مرزا شجاع کے بھانجے اور مرزا شاہ رخ کے نواسے تھے۔ سر بلند خاں ان کا خطاب تھا۔ عہد عالمگیری میں چہار ہزاری و سہ ہزار سوار کے منصب پر سر بلند ہوئے اور بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک طویل عرصہ کے بعد ۱۱۵۳ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا ۱۲

وحسن علی خاں وکم منصبان مثل نوازش خاں رودجی فوجدار آنجا بوده اند۔ آں نورالابصار عامل کار آگاہ امانت دستگاہ شجاعت پناہ آنجا بفرستند

(۱۷)

روزے بحضور اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) مذکور شد کہ رونق خانہ وافزائش مال وآبادی محالات جاگیر سعد اللہ خاں راعبدالنبی دیوان خاں موصوف کردہ خودش

سلہ الہ وردی خاں کے فرزند دوم تھے۔ عالمگیری عہد میں جب گوکلا جاٹ نے بغاوت پر کمر باندھی اور شاہی امیر کافی سے زیادہ رسوا ہو چکے تو عالمگیر نے ان کو تعینات کیا۔ انھوں نے گوکلا کو گرفتار کرکے شاہی حکم سے راجہ نرسنگ دیو کا بنوایا ہوا مندر برباد کیا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد مختلف صوبوں میں خدمات انجام دے کر دکھن گئے اور ۲۵ ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور کے فتح کے دوسرے دن انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ۱۲

سلہ یہاں بھی مسلمان ہونے کی شرط بیش ہے اگر ملکی معاملات میں تعصب کی کارفرمائی ہوتی تو اس موقع پر گمان غالب ہے کہ دیندار وغیرہ کے الفاظ ضرور حوالہ قلم کئے جاتے ۱۲

سلہ ملاحظہ ہو نوٹ شامل آخر کتاب ۱۲

سلہ بادشاہ سکندر لودی کے زمانہ میں متھرا کے باشندے شاہی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تادیبی فوج سرکوبی کے لیے مامور ہوئی جس نے شہر کو خوب لوٹا اور گویا گدھے کا ہل چلا دیا۔ باشندگان متھرا ترک وطن کرکے چلے گئے اور متھرا ویران ہوگیا۔ جب اکبری دور شروع ہوا تو جہاں پناہ بندرابن تشریف لے گئے اور بندرابن میں تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد متاثر ہوکر حکم دیا کہ مندر تعمیر کئے جائیں۔ گوبند دیو۔ گوپی ناتھ اور جوگل کشور وغیرہ مندر بندرابن اور متھرا میں تعمیر ہوئے۔ حضرت کلیم کو کوہ طور پر جلوہ ہوا تو تاب نہ لاسکے اور کوہ طور جل کر خاک سیاہ ہوگیا مگر واہ رے چنگیز خانی خون۔ خود اکبر نہ تو بیہوش ہوا اور نہ بندرابن کا شہر کوہ طور ایسا ہوا۔ اور کیوں ہوتا۔ یہ ڈپلومیسی کا کرشمہ تھا۔ جب جہانگیر کا زمانہ آیا تو بادشاہ کی اجازت سے راجہ نرسنگ دیو بوندیلہ نے اُس ۳۲ لاکھ کی لاگت سے جو علامہ ابوالفضل مرحوم پر ہاتھ صاف کرکے لوٹ لیا تھا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

معروف بجان ودل درامور سرکار والاست۔ وقتے کنایۃً با خان مذکور فرمودند ماشنیدہ ایم کہ شما سنگ پارس دارید؟ از نظر بگزرانید۔ عرض کرد کہ فلانے را بصورت انسانی ووصف زر افشانی دارم آں حضرت الحمد للہ خواندہ بر زبان در افشاں آوردند کہ بایں وصف خود شما را ہم موصوف دانیم۔ اورا بشما ارزانی داشتیم۔ آدم ہوشیار امانت دار، خدا ترس آبا داں کار کمیاب ہے

انچہ بر جستیم وکم دیدیم بسیارست ونیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیارست ونیست

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) متھرا میں ایک شاندار مندر بنوایا حضرت شاہجہاں کے عہد میں متھرا والوں نے پھر شوخیاں شروع کردیں جو فوجدار بھی گیا وہ بدنام ہوا۔ اعظم خاں، مرزا عیسیٰ خاں اور دوسرے نامی گرامی امیر مامور ہوکر گئے اور اس لئے ذلیل ہوئے کہ شاہزادہ داراشکوہ کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اس طرح متھرا والوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ امیروں نے تعیناتی سے جی چرانا شروع کردیا تو متھرا والوں کے دماغ اور بھی آسمان سے باتیں کرنے لگے عالمگیر کے زمانہ میں بھی امیر تعینات ہوئے اور انھوں نے رواداری کے ساتھ انتظام شروع کیا لیکن خمیر کو کیا کیجئے کہ اس طرف سے رواداری اور دوسری جانب سے بدتمیزی اور شوخی تھی عالمگیر نے سید عبدالنبی خاں فوجدار سرہند کو متھرا کی فوجداری کے لئے منتخب کرکے تعینات کیا اور گمان غالب تھا کہ سید کی حربجان مرنج پالیسی کامیاب ہوگی لیکن من چلے کوکلا جاٹ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور بغاوت کر بیٹھا۔ سید عبدالنبی خاں نے متھرا میں مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے باغیوں نے بسر کردگی کوکلا جاٹ مسجد کو بے حرمت کرکے مسلمانوں پر خوب ہاتھ صاف کئے۔ لڑائی ہوئی اور بیچارے سید اس لڑائی میں کام آئے۔ یہ واقعات ۱۰۸۰ھ کے ہیں۔ جب اطلاع پہنچی تو عالمگیر نے یوسف شکر خاں کو فوجدار کرکے بھیجا لیکن کسی وجہ سے وہ ہٹادئے گئے اور حسن علی خاں پسر الہ وردی خاں فوجدار مقرر ہوکر متھرا آئے کوکلا جاٹ نے پھر ہاتھ پیر نکالے لودخان نے اس کی قرار واقعی گوشمالی کردی۔ متھرا والے اکبری عہد سے بہکے ہوئے تھے ان کو گمان بھی نہ تھا کہ جن بغاوتوں اور قتل کے لئے ان سے کبھی بازپرس نہیں ہوئی اس مرتبہ وہ سختی کے ساتھ دبائے جائینگے چنانچہ حسن علی خاں نے کوکلا جاٹ کو شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ قتل اور بغاوت کے الزام میں اس کو پھانسی کی سزا ہوئی متھرا کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ اس کے بعد متھرا والوں نے عالمگیر کے زمانہ میں سر نہیں اٹھایا ۱۲

حقا بے حساب ناصواب ورب الارباب

عاقل خان[1] جواب حسب الحکم در باب بنا نمودن قلعہ دار الخلافہ مہابت خان[2] صادر شدہ خوب نوشتہ. نوکر ہمچو باید. الشکر للہ والمنۃ.

(۷۴)

فدوی با اخلاص! مرشد قلی خان[3] ضابطہ است وخالی از مدبّری ہم نیست

---

[1] میر عسکری نام تھا اور خواف کے رہنے والے تھے. شاہزادہ اورنگ زیب کے سرکار میں بخشی دوم کی خدمت پر مامور ہوئے. شاہزادہ نے سریر آرائے سلطنت ہو کر ان کو عاقل خان کا خطاب دے کر دوآبہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا. مگر عاقل خان کچھ دنوں کے بعد خانہ نشین ہو گئے. لیکن پھر دربار میں آئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت فرما کر صوبہ دار اکبر آباد کئے گئے ۲۴ جلوس سے ۱۰۸ھ جلوس تک صوبہ دار رہے. شاعری سے ذوق اور حضرت برہان الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد تھا. اس لئے رازی تخلص کرتے تھے. کریم الصفات منکسر اور فقیر دوست تھے لیکن مزاج میں تمکنت زیادہ تھی. عالم یہ تھا کہ جہاں خان صوبہ دار لاہور نے قلعہ کی سیر کرنا چاہی تو عاقل خان نے جواب دیا کہ شاہی چیزیں سیر کے لئے نہیں ہوا کرتی ہیں اور قلعہ نہ دکھلایا. لیکن اس میں تمکنت کی جھلک تو کم البتہ دوراندیشی کا پہلو زیادہ تھا. عاقل خان نے اکبر آباد میں ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا. صاحب دیوان تھے اور مثنوی شریف پر اچھا عبور تھا ۱۲

[2] محمد ابراہیم نام تھا. ولایت سے آکر سید ابوالحسن والی حیدرآباد کی سرکار میں ملازم ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے فوج کے اعلیٰ عہدہ دار ہوئے. پنڈت مادنا وزیر اعظم کا دربار میں بڑا رسوخ تھا. نام سید ابوالحسن کا تھا لیکن حکومت کی باگ پنڈت کے ہاتھ میں تھی. محمد ابراہیم زمانہ ساز اور موقع پرست تھے اس لئے وزیر کے یہاں ان کی بڑی قدر ہوئی اور خلیل اللہ خان کا خطاب مرحمت ہوا لیکن آخر زمانہ میں وزیر سے جھگڑا ہو گیا اور محمد ابراہیم خلیل اللہ خان دل برداشتہ وہاں سے چل کر عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے اور چھ ہزاری منصب عطا ہو کر خطاب مہابت خان مرحمت فرمایا گیا. صوبہ داری برار اور پھر پنجاب کی خدمات انجام دینے کے بعد ۳۲ جلوس میں انتقال ہوا ان کے پوتے محمد منصور ایران سے آکر قدمبوس ہوئے اور مردم شناس بادشاہ نے منصب پانصدی فرما کر مکرمت خان کا خطاب مرحمت فرمایا ۱۲

[3] محمد ہادی نام تھا اور مرشد قلی خان

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

ایں کار اگر باو گفتہ شود شاید کہ بہتر از دیگراں سرانجام نماید از طرف خود بر سر مقدمہ کہ بر فضل علی خان گزشت آں قدیم الخدمت شنیدہ باشید. فوج برائے تنبیہ قزلباشان اوباش تعین باید کرد. خان بہادر حمید چہ طور ست؟ ایں عاصی میخواہد کہ مرتکب ہیچ گناہ معصیتے خاصیۃً ظلمے نہ شود. اما از آں جا کہ ملک بے سیاست نمی ماند در ریاست بے سیاست راست نمی آید، بعضے جاہا احکام موافق آں وقت بغلبۂ نفس بے اختیار صادر می شود. الحمد للہ کہ نیت خود بخیر ست شاید کہ نگیرد؟ انما الاعمال بالنیات حدیث صحیح ست و بحد تواتر رسیدہ

(بقیہ نوٹ ۴ صفحہ گزشتہ) موتمن الملک علی الدولہ جعفر خاں ناصری ناصر جنگ خطاب تھے۔ جب دکھن فتح ہوا تو صوبۂ حیدرآباد کے دیوان مقرر ہوئے۔ ملک کی پیمائش کے بعد تشخیص مال گزاری کی خدمت سپرد ہوئی تو انھوں نے رعایا اور بادشاہ کے حقوق کی پوری نگہداشت کرکے خدمت کو انجام دیا۔ شاہزادہ عظیم الدین کے نائب صوبہ دار ہو کر صوبۂ بنگال، بہار، اڑیسہ تعینات کیے گئے۔ عالم گیر کی آنکھ دیکھے ہوئے تھے۔ اس لئے اپنے صوبہ میں ویسی ہی باطرحچیائی اور ہنر پر در بادشاہ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ ان کے کام پر عالمگیر کو بھروسا تھا اور قدر کرتا تھا۔ ۱۱۱۸ھ میں مستقل صوبہ دار ہو گئے اور بڑی آن کے ساتھ حکومت کرکے ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔ مرشد آباد کا شہر انھیں کا آباد کیا ہوا ہے اور وہیں دفن ہوئے۔ صوبۂ بنگال و بہار میں انھوں نے ملکی اور مالی اصلاحیں جاری کیں اور مالگزاری کی تشخیص اور وصولی کے قوانین مقرر کیے۔ مرنے کے بعد ان کے داماد شجاع الدین نے بھی مدبرانہ حکومت کرکے کوچ بہار وغیرہ فتح کیے اور تیموری دبدبہ صوبہ بنگال اور بہار میں قائم رکھا لیکن شجاع الدین کا لڑکا نا اہل ثابت ہوا اور سلطنت علی وردی خاں کے ہاتھ آئی۔ رفتہ رفتہ تنزل ہوتا رہا۔ آخرش آخری نواب ناظم بنگالہ (نواب فریدوں جاہ) نے استعفا دے دیا اور صوبۂ بنگال، بہار، اڑلیسہ پر انگریزی قبضہ بلا شرکت غیرے ہو گیا ۱۲

(۷۵)

القاب

(بنام امیر الامرا نواب شائستہ خاں صوبہ دار اکبر آباد) یار وفادار خجستہ اطوار ما
در حفظ ایزد متعال بودہ مشتاق داند. روز تحریر سہ شنبہ پنجم ربیع الاول حال ست
(ربیع الثانی ؟) شجاع[۱] ہزیمت روزے با لشکر ظفر اثر کہ در رکاب نصرت نصاب
ایں نیازمند تریں حضرت عزاسمہ بود مقابلہ نمودہ سزائے کردار ناہنجار در کنار بتمام
ادبار خویش دیدہ ؎

از دست و زبان کہ بر آید ؟
کز عہدہ شکرش بدر آید (سعدی)

تفصیل ایں فتح بزرگ بعد ازیں نوشتہ خواہد شد. جسونت[۲] سنگھ ناحق کیش از جنگ
دہی شب کہ نزدیک غنیم آمدہ منزل کردیم گریختہ بطرف اکبر آباد رفت ظاہرا بوطن خود برود
خسر الدنیا والآخرۃ. ذٰلک ھو الخسران المبین.
باید کہ آں عضد الخلافۃ بمجرد اطلاع بر مضمون ایں منشور والا، لوازم سرور و شادمانی

۱؎ کھجوا کے مقام پر یہ لڑائی ہوئی۔ یہ جگہ اب ضلع فتح پور میں ہے اور تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے اور رندکی ریلوے اسٹیشن (E-I-R) سے دو میل جنوب و مشرق واقع ہے۔ دریائے گنگا اس مقام سے ۱۰ میل دکھن ہے اور اس مقام سے کوڑا جہان آباد کا مشہور قصبہ دو میل ہے۔ ۳ر مئی ۱۷۶۵ء کو پوری ایک صدی کے بعد جنرل کارنک نے مرہٹوں کو کوڑا جہاں آباد کے مقام پر شکست دی تھی۔ اب یہ قصبہ ویران حالت میں ہے لیکن شریفوں کی بستی ہے۔

۲؎ مہاراجہ گج سنگھ والی جودھپور (شاہجہان کے ماموں زاد بھائی) کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ در آخر کتاب۔

تقدیم رسانیده باداے شکر منعم حقیقی قیام نماید و بضبط آں صوبہ متعلقۂ او قرار واقع پردازد۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را متعاقب آں ناحق شناس تعین فرمودیم و ما عنقریب باکبر آباد می آئیم۔

(۷۶)

سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے۔ عالمگیر پر ان کے تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھتا تھا اور سید صاحب اہلِ حاجت کی کاربرآری کے لئے بے خوف و خطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی عالمگیر نے سفارش منظور کرلی لیکن آگاہ کردیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں، علم دوست اور فاضل اجل بہتر ہو تاکہ آیندہ اپنے ہی طبقے کی سفارش فرمایا کریں نہ کہ ایسی جماعت کی جو ظلم پیشہ ہوں۔ کہاں تو وہ آدابِ حکمت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے اور یہ جواب اس لئے تھا کہ عالمگیر کی سرکار میں ظالم کو اس کے کیفر کردار کی پوری سزا ملتی تھی۔ رقعہ میں آپ یہ ذکر جابجا پائینگے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے جو آئین ملک داری کے منافی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے سفارشی خطوط آگئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک منزہ عقیدت مند کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے: ؎

"بنامِ آنکہ او نامے ندارد
بہر نامش کہ خواہی سر برآرد"

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن عالم گیر ہنس کر خاموش ہو گیا اور سرید دلی سزا ان کو نہیں دی۔ سید صاحب کا انتقال دکھن میں ہوا

فدوی با اخلاص! سید سمااللہ مکرر خطوط بما فرستادہ واظہار چیزہائے بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغییر باید کرد و خلف حکیم اشرف متوفی را فدمت دار الشفا مقرر نمودہ باضافۂ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازیں در مقدمات اہل خدمات بمقتضائے آیۂ کریمہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الخ در حقیقت ظالم اند دخل نہ نمودہ باشد۔ ہر چند ایں طائفہ بر غیر ظالم نباشند بر نفس خود ظالم اند در ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ و انمودہ اند حق ست "تحفۃ المؤمن الموت حبذوۃ" ایں نیازمند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ ایں آیہ کریمہ اللّٰھم فاطر السمٰوات والارض انت ولیی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین۔ ورد دارد۔ درمعنی یلقی قبل لقائہ الانبیاء والاولیاء اجمعین صورتہا بجامی آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمی شود۔ آں معرفت آگاہ بر تحقیق خود بنگارد والسلام

---

[1] سورت نامی بندرگاہ رہا ہے اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور حج بیت اللہ کے لیے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں سیواجی مہاراج نے میدان خالی پا کر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارت گری کے ساتھ غیر مسلح حجاج کے جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ مارنا چاہا لیکن انگریز مقابلہ پر آگئے اور مہاراج غنیم کو آمادہ پا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۱۲

(۷۷)

خبر مرگ مخلص خاں شنیدہ باشد۔ از شرائف انسانی و جوہر خدا دانی و ہمہ دانی او ظاہر بود اشیتم رضی اللہ عنہ۔ این دار مرگ زار شدائد بسیار دارد و فوائدش ناپائدار دل دانا و چشم بینا کو۔ شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود کہ این مرد کسے را بہتر از خود نمی داند۔ جواب دادیم کہ بہتر از خود کسے را نمی یابد۔

(۷۸)

فدوی باخلاص! فقرے کہ امروز روح اللہ خاں آوردہ بود دیدیم مطور

لے میر بخشی فوج اور چار ہزاری منصب دار تھے شاہی لشکر قلعہ بیجاپور کے محاصرہ کے سلسلہ میں بمقام قصبہ مرتضیٰ آباد قیام کئے ہوئے تھا۔ اسی قصبہ میں ایک طویل علالت کے بعد مخلص خاں نے ۱۴ شعبان ۱۰۹۷ھ ۳۰ جلوس میں انتقال کیا اور زبدۃ الفقرا سید شمس الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے خاندانی شرافت اور قابلیت جیرہ پر ہوئیدا تھی، مزاج میں استغنا تھا اور صاف گوئی ان کا شعار تھا۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عالمگیر افسوس فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ سلطان کے خاندان لے ایک چیز دی تھی جو نہ رہی ۔سنہ جلوس میں آٹھوں نے دیوان صائب پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے ۔خدا معلوم یہ دیوان اب کہیں موجود ہے یا زمانہ نے ناپید کر دیا دیوان کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں: ؎

خم چو گردد قدت افراختہ می باید رفت	پُل بریں آب چو شد ساختہ می باید رفت
ہرچہ در کار بود ساختنش خودسازیست	گو مشو کار جہاں ساختہ می باید رفت
ایں سفر ہیچو سفرہائے دگر صائب نیست	رخت ہستی ز خود انداختہ می باید رفت ۱۲

سلہ عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ صبح امیر الامرا شائستہ خاں

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

اخلاف نہ بشنو ۔ اسلاف بزرگ حضرت کس پیر میاں عبد اللطیف قدس سرہ الشریف بیاد آمد کہ روزے با ایں عاصی فرمودند شما فقرا را ندیدہ باشید ؟ گفتیم با دنیا داران غریق

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ان کے عقد میں تھیں۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کی سالی کے لڑکے تھے
ان خصوصیات خاندانی کے علاوہ ان کی صاحبزادی عائشہ بیگم شاہزادہ محمد اعظم کے عقد میں تھیں۔ اگر
بے موقع نہ خیال کیا جائے تو میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ من جملہ اور بڑے بڑے افسروں کے یہ بھی اثنا عشری
تھے۔ حیدرآباد اور گولکنڈہ کے سلطنتوں کے الحاق کے وجوہات میں جو مذہبی تعصب کا الزام عالمگیر پر ہے
وہ شاید اس ذکر سے وزن میں کچھ کم ہو جائے۔
عالمگیری دربار میں انھوں نے چھوٹے منصب سے خدمات انجام دیں۔ اپنی قابلیت، بہادری اور مزاجدانی
کی بدولت بڑے منصب داروں میں ہوئے وہ کون ایسا معرکہ ہوا جس میں خان کی تلوار نے کام نہ کیا ہو
پنجہزاری منصب دار ہوئے علم و نقارہ مرحمت ہوا۔ یہی روح اللہ فاتح حیدرآباد ہیں اور اس وقت بخشی الملک کے
عہدہ پر سرفراز تھے خان کے طرز بیان میں ایسی سحر آفرینی تھی کہ جو کام چاہتے تھے کرا لیتے تھے۔ روح اللہ خاں
۲۶ ذی حجہ ۱۱۰۳ھ کو بمقام قطب آباد راہی ملک بقا ہوئے۔ تاریخ وفات (روح در تن ملک نماند) ہے
روح اللہ خاں فیاضی اور شگفتہ روئی میں فرد تھے اور مخلوق کی کاربرآری ان کے ذریعے سے
خوب ہوتی تھی۔ جب روح اللہ خاں کی حالت خراب ہوئی تو عالمگیر عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس وقت
غشی کی حالت تھی جب ہوش میں آئے تو سلام علیک کے بعد عرض کیا ؎

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے ؛ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضرت عالمگیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کسی حال میں فضل الٰہی سے ناامید نہ ہونا چاہیئے کوئی
بات اس کے رحم و کرم سے دور نہیں ہے۔ جو کچھ دل میں ہو کہہ ڈالو۔ خان نے عرض کیا کہ ان قدموں کی بدولت
کوئی آرزو باقی نہیں رہی البتہ لڑکوں کی پرورش فرمائیے گا۔ جو جس قابل ہو وہ منصب عطا فرمایا جائے
اگر لڑکے ناقابل ہوں تو ان کے آباؤ اجداد کے خدمات کا لحاظ فرما کر پرورش فرمائی جائے۔ ارشاد ہوا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

عصیان اگر لحظہ ہم بدیدن فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ما چہ باشد و بکجا رسد؟ گفتند نہی برائے آنست کہ درویشان حال بر روش بزرگان ماضی نماندہ اند چوں ایشان را بہ بینند بد باطن تر شوید و ایں خوب نیست۔ نعوذ باللہ منہ۔ آں فدوی باں عزیز بگوید کہ حکم شدہ است استغناءً لوجہ اللہ تعالی العظیم و امتثالاً لرتبۃ الکریم۔ ہر جا کہ باشد اختیار دارد و بعد ازیں مارا و خودرا از ملاقات نیازارد۔ وظیفہ انچہ مقرر شدہ خواہد رسید

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دل وجان سے منظور۔ انتقال کے بعد ان کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں جلد مر گیا۔ دوسرے لڑکے میر حسن خانہ زاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور تیسرے صاحبزادے بہرام خاں بھی منصب دار ہوئے۔

فتح حیدرآباد کے بعد بخشی الملک روح اللہ خاں صوبہ دار ہوئے اور ان کی درخواست پر جاں نثار خاں اُن کے نائب کئے گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جاں نثار خاں نے بخشی الملک کی شکایت شروع کی اور لکھا کہ بخشی الملک کا مزاج مثل مار کے ہی ہمیشہ آزار کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس درخواست کے جواب میں عالمگیر نے مذاقیہ جواب لکھدیا:۔

"بر بالائے مار (ح) دستخط شد یعنی حمار۔ بیچارہ کہ بالحاق "ح" درست شدہ بے آزار است لیکن خوئے بد را چہ چارہ؟ نیابت بتجویز او شدہ۔ در باب عزل چہ اختیار دارد! ہماں مثل ست کہ دزد را نگفتہ روستائی بندہا و نگفتہ او دامنی کنند؟ اگر شکوہ کند تغیری خدمت تن بخشی گری"

روح اللہ خاں نے مرنے کے قبل اپنے مذہبی عقائد کے متعلق کچھ کہا تو عالمگیر نے مسکرا کر فرمایا کہ لڑکوں کے بہبود کی وجہ سے ایسا کہتے ہو لیکن لڑکے دنیادی عزت وجاہ کے لئے یہ ذلت ہرگز گوارا نہ کرینگے اور اسی سلسلہ میں فرمایا "مارا بہ مذہب کسے چہ کارست؟ عیسیٰ بدین خود و موسیٰ بدین خود"۔ عالمگیر کا یہی مسلک رہا لیکن اب تو بادشاہانِ ہند میں عالمگیر سے زیادہ مفسد متعصب وغیرہ وغیرہ دوسرا بادشاہ تاریخ ہند میں دکھلائی نہیں دیتا ۱۲

(۷۹)

میر حسن روح اللہ خاں دوم بخشی گری و تن خانسامانی کے عہدہ پہ سرفراز تھے اور باوجودیکہ سہ ہزاری منصب تھا لیکن توزیہی کی خدمت بھی ان کے متعلق تھی جب عالمگیر عدالت میں بیٹھتا تھا تو یہ بائیں کھڑے ہوتے تھے لیکن فیض اللہ خاں ہفت صدی اپنے عہدہ کے لحاظ سے سرہانے کھڑے ہوتے تھے۔ میر حسن نے عمدۃ الملک مدار المہام کے ذریعے سے درخواست کی :

ازیں راہ کہ منصب من سہ ہزاری ست و منصب فیض اللہ خاں سربازی کہ نیابت داروغگی دارد ہفت صدی۔ اگر سربازی نائب داروغہ من شوم از فضل و کرم خانہ زاد نوازی بعید نیست"۔ حکم شد: "بشرط تغیری ہر دو خدمت کہ دارد و مقرر شدن ہفت صدی منصب چہ مضائقہ؟ سربازی باشد؟" بعدہ اسد خاں عرض کرد پس کجا استادہ شود۔ حکم شد: بالائے خود جائے نیست مگر بر سر من۔ دیگر ارشاد شد کہ در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را برہم نزدہ ایم مردم ایں قدر جرأت بیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہرگاہ ایں راہ جاری شود بازمشکل خواہد شد

(۸۰)

عنایت اللہ خاں بخشی نے عرض کیا کہ روزانہ منصب عطا ہوتے ہیں اور حضور کی

جاگیر محدود ہی غیر محصور اور محدود چیز کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے حکم ہوتا ہے: "کما نتائت

"استغفر اللہ کارخانہ بادشاہی نمونہ درگاہ الٰہی ست الخلق عیال اللہ

و الرزق علی اللہ۔ ایں راتبہ رسان بیچارہ ذلیل زیادہ از وکیل رب الجلیل نیست

دربارگاہ الٰہی اعتقاد محصور و متناہی عین ضلالت و تباہی ست الحمد للہ ثم الحمد للہ

اگرچہ پا شکستہ دل نشکستہ بعد از فتح قلعہ ستارہ بموجب عرضی ارشد خاں جاگیر

پنج ہفت ہزاری در تعلقہ ملک ایں فانی آمدہ۔ از ہمیں تنخواہ دہند۔ ہرگاہ ایں

با تمام خواہد رسید حق تعالیٰ از روزِ نو روزی نو خواہد داد"

(۱۸)

فرزند عالی جاہ! قصبہ دوحد[1] از مضافات صوبہ گجرات مولد ایں عاصی

پُر معاصی ست رعایت سکنہ آنجا واجب دانند و بیر محمد منتخب[2] را کہ از مدت فوجدار آنجا بود

ہست مستمال و بحال دارند و حرف غرض غرضان غرض کہ فی قلوبھم مرض

فزادھم اللہ مرضا در شان آنہاست بحق او نشنوند ے

عنایت بر ضعیفاں گوشۂ چشم دگر دارد

بمہر کوچک خود لطف دیگر ہست سلطاں را

---

[1] اجین سے ۱۰۰ میل اور بڑودہ سے شمال مشرق ۷۰ میل ہے، صوبہ بمبئی میں ضلع پنچ محل کا تحصیلی مقام ہے ۱۲

[2] مراد خاں ۱۲

(۸۲)

حسب التماس آں قدوی کہ عتیق اللہ خاں بحال شدہ ورد شروط بسیارست
اول آنکہ جمع پرگنہ ہر سال زیادہ کند (مزروعہ اضافہ کند) دوم آنکہ بر احدے ظلم نرود
و دیہی (موضع) ویران نہ گردد۔ سوم حدود فوجداری خود خیاباں از قطاع الطریق خالی
دارد۔ امن پرساز دکہ مسافرین و متردّدین و تاجر و بیوپاری بلاوسواس آمد و رفت
کنند۔ اگر ایں مراتب قبول کند بعمل آوردنی باشد سند یابد والّا لا۔

خلیفہ ثانی در خلافت خود ہر کرا امیر ناحیہ می کرد عہد نامہ چند چیز از وے
می گرفت یکے آنکہ حاجب بر در نگاہ ندارد تا مردم بے تکلف احتیاج خود با او
رفع تواند نمود۔ و دوم آنکہ اوقات خود مصروف بکار خدا و خلق خدا دارد۔ سوم آنکہ
مرکوب اختیار نکند۔ چہارم آنکہ چیزے برائے خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد۔
کسب کردہ از وجہ حلال قوت خود نماید احیاناً اگر بنا بر کبر سن یا عارضہ نہ تواند
بمشورت مومناں از یک درم تا سہ درم بگیرد۔ زیادہ ازیں جائز ندارد۔ دیگر ہم
شروط بسیار در کتب تواریخ و سیر مرقوم ست ما کہ پیرو ایشانیم باید کہ بقدر طاقت
خود بکوشیم اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علی اھل التکریم

(۸۳)

انگشتری نگین زمرد کہ شب برائے قلیچ خاں علیحدہ شدہ سادہ است

ہ نظام الملک آصف جاہ خان دوراں خاں سے مراد ہے ۱۲

اکنوں چنیں بخاطر می رسد کہ خطاب او چین قلیچ خاں ست بداروغہ جواہر خانہ بگوید کہ مہر کن طلبیدہ تمام خطاب او کندہ بخان مذکور رساند

(۸۴)

خطے کہ روح اللہ خاں باں فدوی فرستادہ بود با طومار بمطالعہ در آمد۔ اما صورت تنقیح نشد نقشہ برطبق نوشتہ خود بفرستد و استدعاے بحالی کمکی عبداللہ خاں کردہ بے آنکہ کارے ازو ظہور آید برائے چہ حساب دارد؟ لیکن چوں خان مذکور بر سرکارست عرض او مقبول شد اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَاب حالا ازو کار دست بستہ بگیرد تا ایں رعایت گرانی نہ کند و کارے کہ برائے

سید عبداللہ بارہہ عرف سید میاں سے مراد ہے۔ ابتداءً شاہزادہ معظم کے سرکار میں تھے لیکن ۱۰۹۲ھ میں منصب ہزاری و متصدی پر ممتاز ہو کر شاہی ملازمان میں داخل ہو گئے۔ حیدرآباد کی لڑائی میں کارنمایاں کئے اور شاہزادہ معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر غنیم کے نرغہ سے بچا لائے شاہزادہ معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا جب وہ زندان تادیب میں بھیجے گئے تو ان پر بھی عتاب نازل ہوا لیکن روح اللہ خاں نے وکالت کر کے ان کی بے گناہی ثابت کر دی اور سید عبداللہ بیجاپور تعینات ہوئے۔ راجہ رام خان نصرت جنگ کے چنگل سے نکل کر صوبہ بیجاپور میں آیا اور سید نے ڈھونڈھ نکالا سبحان گڈھ میں مقابلہ ہوا۔ مرہٹوں کے سونامی سردار گرفتار ہو گئے لیکن راجہ رام نکل گیا۔ افسران فوج نے طریقہ جنگ پر نکتہ چینی کی۔ اور سید عبداللہ خاں معتوب ہو کر ناندیر کی فوجداری پہ بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور رکھے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

لڑکوں میں قطب الملک سید عبداللہ اور امیر الامرا سید حسن علی ہندوستان کی تاریخ میں "بادشاہ گر" کے نام سے مشہور رہے ۱۲

راؤدلیپ[1] درخواست کرده اگر پیش از رسیدن او راؤ ایں قلعچہ را می گرفت در جلدوے آں چنیں رعایت جا داشت ۔ حالاکہ خود رسیده دلیپ راچہ رو باشد ؟ مگر بجا طراد یا بہ تفضل محض ۔

(۸۵)

فرزند عالی جاه ! آنچہ معلوم می شود مصطفےٰ قلی بیگ دیوان خاص آں فرزند کارہا تجربی سرانجام مید ہد غنیمت ست ۔ اضافہ منصب وخطاب خانی اگر بنویسند داده آید ۔ آدم خوب مثل طلاے بیغش ست ؎

آنچہ بر جستیم کم دیدیم دلبسیارست ونیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیارست ونیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تادیرے دست بدعا بر داشتہ بود یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقی ست ؟ گفت آدم خوب الحق حرف خوبی گفتہ ۔ ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی ست ہر کرا حق تعالےٰ کرامت کرده باشد ۔ اما ہمت و الطاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد ۔ تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز

---

[1] سبھکرن سنگھ کے لڑکے کا نام ہے ۔ راؤ اور چھ کے رئیس اور عالمگیر کے اراکین کے خاص دوست تھے اُن کے مرنے کے بعد راؤ دلیپ کو سہ ہزاری منصب اور خلعت مرحمت ہوکر راجہ کے خطاب سے سربلند کیا اس رقعہ میں طلب وعلم کی سفارش تھی اور سنہ ۱۱۰۶ھ میں وہ بھی مرحمت ہوگیا ۔ ریاست اورچھہ آج بھی نیک نام ریاست ہے ۱۲

اعتقادِ او نشود ع
کہ فرد ورِ خویش دل کند کار بیش

(۸۶)

سنہ ۴۲ جلوس میں صدر الدین محمد خاں صفوی کی عرض بیجا کے الزام میں چالیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی اور خانہ نشین کر دیئے گئے۔ ایک سال کے بعد بادشاہ کو اُن کے والد مرزا سلطان صفوی کی جانبازانہ خدمات کا خیال آیا اور مرزا صدر الدین کو فرمان بحالی مع خلعت کے روانہ کیا۔ خان نے فرمان کو بوسہ دیا اور خلعت پہن کر آداب بجالائے اور درخواست کی کہ بوجہ سقیم حالی جمعیت نہیں رکھتا ہوں اس لئے حاضری سے مجبوری۔ قافلۂ بنگالہ کا انتظار ہے۔

بوئے گل و بادِ سحری بر سرِ راہ اند
گر میروی از خود بہ ازیں قافلہ نیست

فریاد کہ اسبابِ گرفتاریِ دل را
چوں حلقۂ زنجیر ز ہم فاصلہ نیست

در ظاہر صورت عذر بیجا و در حقیقت سستی دل و تنگی، حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ سست قدماں را راہ نماید۔

(۸۷)

حسب العرض آں فدوی خدمت بخشی گری دوم بصدر الدین محمد خاں صفوی

ؔ یہ خط سنہ ۴۸ جلوس ۱۱۱۵ھ میں لکھا گیا مگر عالمگیر پر اعتراض ہے کہ کسی پر اعتبار نہ کرتا تھا مشہور ہے کہ شخصی سلطنت میں جو کچھ کرتا تھا وہ بادشاہ تھا۔ معترض اس رقعہ کو دیکھیں اور اعلیٰ عہدوں پر ذمہ دار وزیر کی سفارش سے تقرر ہوتا تھا اور اس کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ ملک کے آرام کا کس قدر لحاظ کیا جاتا تھا یوں الزام سے تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ پھر سلطنتِ مغلیہ کے اس تاجدار ہی کو کیوں ہدفِ ملامت بنایا جائے ۱۲

مقرر شدہ حالا او را باید طلبید و بریں عطیہ آگہی بخشید. و تا آمدن او آں مرزا ایمداد
ازیں دفتر ہم خبر باید گرفت کہ محرران بشوم شجی تلبیس نیا بند و اہل مطلب نیز از ادائے
تصدیع نہ گشتند۔

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد — آئینۂ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ شکستہ بود دستش گیر — بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

(۸۹)

میرزا بخشی! محمد ابراہیم خجالت ندیم بمنصب سہ ہزاری دو وصد و پانصد سوار و
خطاب مرزا خانی و عطائے دو ہزار روپیہ بعرض بیگم سرمایۂ عز و افتخار اندوختہ حسب الحکم

۱۔ ۲۴ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے ہمراہ مہم راجپوتانہ پر مامور ہوئے۔ جب شاہزادہ نے عالمگیر سے بغاوت کی تو ابراہیم خاں معتمد خاص ہو گئے۔ لیکن کھیل بگڑتا دیکھ کر شاہزادہ معظم کے ذریعے سے حاضر دربار ہوئے اور نظر بند کر دیئے گئے۔ بیگم زیب النسا نے سفارش کی منصب اور خطاب بحال ہوا اور فوجداری جونپور کی خدمت پر مامور ہوئے ۱۲

۲۔ شاہزادی زیب النسا بیگم سے مراد ہے جو دلرس بانو بیگم کے بطن سے تھیں اور بمقام اورنگ آباد ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئیں۔ حافظ کلام ربانی تھیں اور علوم متداولہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ عالمگیر کو اپنی اس لڑکی کے ساتھ بہت انس تھا اور یہ بھی باپ کی خدمت سعادت مندی اور خلوص کے ساتھ کرتی تھیں اور بیگم کا خطاب پائے ہوئے تھیں۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سلاطین مابعد ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ دہلی میں زینت المساجد ان ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور عرف عام میں کنواری مسجد اس لئے کہلاتی ہے کہ بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ ۱۱۲۲ھ میں انتقال کیا اور زینت المساجد میں دفن ہوئیں لیکن غدر کے پر آشوب زمانہ میں انگریزی فوج نے مسجد پر قبضہ کر دیا اور قبر کا پتھر کسی دوسری جگہ ہٹا دیا گیا۔ اب قبر کا بھی نشان نہیں رہا ۱۲

مشعراین عطایا باو بزنگار دشمن عفاوا صلح فاجرہ علی اللہ۔

(۸۹)

بنام حمید الدین خان بہادر۔ حرف چند روزست کہ شاہ عالی جاہ شاہزادہ محمد اعظم اعرض نمودند کہ سہ کس دشمن جانی من اند۔ حمید الدین خاں و امیر خاں و منعم خاں گفتند امیر خاں نیک ذات ست با کسے دشمن نیست و خان حمید ہم شاید نباشد و احوال منعم خاں بریں ظلوم جہول مجہول۔ بارے فکر خود کردید۔ از احوال خود چرا غافلید؟ ومقدمہ موت خود ہمان ست الموت قریب من شراک النعل واقرب من حبل الورید ہائے ہائے۔ افسوس ؎

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے زپا ماندم

لبرعت میروی اے عمر می ترسم کہ وا ماندم

ؔ سردار خاں کے لڑکے اور قدیم خانہ زادوں میں تھے عالمگیر ان کو عزیز رکھتا تھا اور یہ بھی جی توڑ کر کام انجام دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں موجود رہکر انعام اور خلعت پاتے رہے۔ سرپیچ مرحمت ہوا کٹار اور خلعت انعام میں مرحمت ہوئی۔ ان کا منصب آخری دور عالمگیری میں سہ ہزاری پانچصدی تھا۔ شفقت شاہانہ کا اندازہ اس واقعہ سے کر لینا چاہیئے کہ جو کلاہ مبارک بطور تبرک قدوۃ الاصفیا میاں عبد اللطیف قدس سرہ کی سرکار سے عالمگیر کو عطا ہوئی تھی وہ مرنے کے قبل نکتہ نواز بادشاہ نے ان کو عطا فرمائی یہ وہ انمول دولت تھی جس کے مقابلہ میں منصب اور انعام و اکرام سب ہیچ ہیں۔ جو درجہ آپ کا تھا وہ کسی امیر کو حاصل نہ تھا عالمگیر کی وفات کے بعد خان حمید الدین فقیرانہ لباس پہنکر کچھ دنوں اپنے ولی نعمت اور پیر و مرشد کی مزار کی جاروب کشی کرتے رہے لیکن پھر دنیا نے ان کو کھینچا۔ مگر سوائے خبث اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ عالمگیر کے مزار کے قریب ایک حویلی بنوائی تھی۔ واللہ اعلم اب وہ موجود ہے یا نہیں ۱۲

عالمگیر کے عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ جدید جاگیردار کو اگر چھ مہینہ تک جاگیر پر قبضہ نہ دیا جائے تو وہ مجاز تھا کہ وکیل سرکار[1] پر دعویٰ کر کے ششماہی آمدنی بذریعہ عدالت وصول کرے یار علی بیگ داروغہ کچہری دیوانِ اعلیٰ نے اس قاعدے کی اس قدر ترمیم چاہی کہ جاگیر ملنے تک دعویٰ کا حق نہ دیا جائے عالمگیر نے حکم دیا۔

السوٴل ثم السوٴل۔ نظر بر کفایت خانی نمودن و وبال باقی را خریدن کار عقلا نیست چند روز صبر باید کرد کہ بعد انقضائے ایام تمام ظلام این غرق بحر معاصی و ایام فرزندان ناخردمند مچلکہائے نیافتن جاگیر تا قیامت خواہند گرفت شما کہ داروغۂ کچہری اید چرا سعی بہ ارباب جاگیر مردم نکنید؟ کہ موجب نیک نامی دنیا و حسنات عقبیٰ گردد؟ و این کمینہ ذلیل بے کینہ از بار سنگین حقوق سبک بار گردد۔ ع

افسوس کہ عمر گشت بیہودہ تلف — دنیا بتعب گذشت و دین رفت زکف
رنجید خدا و خلق راضی نشدند — ضائع کردیم بارۂ آب و علف

(۹۱)

فرزند عالی جاہ! واقعہ نگار پرگنہ لونی بہ برادر خود می نویسد کہ پانزدہ شانزدہ

---

[1] یہ عہدہ عالمگیر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا سلطنت پر جب کسی کو دعویٰ کرنا ہوتا تھا وہ وکیل سرکار پر استغاثہ کر کے دادرسی حاصل کرتا تھا سلطنت مغلیہ شخصی سلطنت تھی لیکن سلطنت کے مقابلہ میں ہر متنفس کو دعویٰ کا حق حاصل تھا۔۱۲

هزار روپیه هر سال از راه داری می آید و امین و فوجدار زیاده از هزار دو هزار
داخل جمع نمی نمایند. فی الحقیقت این راهداری نیست راهزنی ست مال عوام محض
حرام ست. اگر از صد پنج و چهل یک می گرفتند مضائقه نداشت چوں بریں تعدیر
خیانت امین ظاهر می شود. اول بر تحقیقات این فرمان بنام ناظم صوبه و دیوان صادر
می شود. بعد اثبات نهمیده خواهد شد آنچه از زراعت پیدا می شود نصف آن بجاگیردار
گوارا ست و سوائے آں مال خالصه شریفه ست۔

(۹۲)

فرزند عالی جاه! ظاهراً ایشاں یک ماه طرف دریائے نل در صید کلنگ بسر برند
اگرچه شکار شغلے ست که هم تماشا و هم لذتِ غذا می دهد۔ اما در صورت فراغ از سر انجام
امور متعلقه که بمنزلهٔ فرائض تواں گفت، خوش نما و خوش آینده تر ست خصوصاً
ادائے حقوق ریاست که شرعاً و عرفاً واجب آمده و خبر باز پرس آن از احادیث معتبره
و تواریخ مشتهره و غیره کتب سیر ثابته می شود۔ بر جمیع کارها مقدم باید دانست شمارا
از تمشیت امور یک صوبه اگر اطمینا نے حاصل شده باشد به تنظیم و تنسیق معاملات متعلقه
خان جهان و عاقل خاں و شجاعت خاں و محمد بیگ چرا نمی پردازند؟
شمارا ذوق صید افگنی و مارا شوق قلاع شکنی و خرس بچگاں را گرفتنی
هیهات معاش کجا و معاد کو
هر یکے ناصح برائے دیگراں
ناصح خود یافتم کم در جهاں

(۹۵)

فدوی با خلاص زبانی محمد اخلاص عنایت اللہ خاں عرض نمود کہ ہمین پورخلافت معروض اند و طلب تنخواہ بسیار شدہ۔ جائے کہ ایں قدر مناصب نامناسب و مواجب بے مواجب بدون ملاحظۂ لیاقت مردم مقرر شود و ایں ہمہ انعامات و رعایات بیجا بظہور رسد چرا نباشد؟ حافظ قرآن اند و فاضل بتقریبی؟ ولا بتدبر تبذیراً ہم یاد دارند و تفسیر ایں گاہے سہواً ہم نمی خوانند! دیوان ہم مجہول ست و کشمیر وطن فکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود اسلم خاں بدنیت

(۹۶)

مسکرات کی آمدنی ناجائز تھی۔ شاہزادہ نے اپنے صوبہ میں اس کو ذریعۂ افزونی محاصل بنانا چاہا تو عالمگیر نے فوراً بازپرس کی اور لکھا:

فرزند زادۂ عظیم[1]۔ اگرچہ ادائے تاڑی محال سری بدرد سر زر اندوزی دارد لیکن معنی ایں محال مفہوم نمی شود کہ کدام مفتی مفت خور فتویٰ او دادہ؟ ایں قسم

---

[1] شاہزادہ محمد معظم کا منجھلا لڑکا جو ۲۰ جمادی الاول ۱۰۷۵ھ کو صبیہ راجہ کرپ سنگھ راٹھور کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۰۸۵ھ میں صبیہ کیسر سنگھ کے ساتھ نکاح ہوا بہت ہی خلیق اور متواضع تھا عالمگیر کی زندگی میں صوبۂ بنگال و بہار اور اڑیسہ کا صوبہ دار رہا اور عظیم آباد اسی شاہزادہ کا آباد کیا ہوا ہے معظم شاہ کی وفات کے وقت موجود تھا لیکن خان نصرت جنگ کے جوڑ توڑ کی وجہ سے جہاندار شاہ کے مقابلہ میں محرم ۱۱۲۳ھ کو میدان جنگ میں کام آیا۔ فرخ سیر ان کا لڑکا تھا ۱۲

اصلاح اندیشان خان سامان برانداز از دشمن جانی ومالی دبا خواہ جانی ومالی دانند و
شکر نعمت حق سبحانہ تعالی بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز وزر ریز دہ چیز ازان وفراوان
عطا کردہ. رعیت پروری را سرمایہ دولت دنیوی و اخروی شمارند۔

(۹۷)

تقاضائے ناز دراہ

آن فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بفرزند عالی جاہ قلمی نماید کہ از نوشتہ
نیک نام خان (برچہ نویس) بعرض رسید کہ شما ہر سہ پسر دیوان قدیم خود را برادر دید
فہم وذکائے رسا دارید مختار بید حالا با فضائل خان ومیر ہادی عزہ نمائید عنایت اللہ
خان را واسطہ مطالب ایشان کردیم باید داشتہ باشند کہ کوکلتاش خان در حین
نظامت دکھن و روح اللہ خان ہنگام صوبہ داری حیدر آباد بقصد بعضے اداہائے
نامناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم آخر نظر بر قدیم خدمت با آنہا
در ساختیم از زبان اعلی حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ روزے
می فرمودند کہ ٹوڈرمل[1] برائے تقریر وتحریر امور ملک ومال شعور تند دارد. اما غرورش

---

[1] ذات کے کھتری اور لاہور کے رہنے والے تھے اکبری دور میں دیوان اور صوبہ دار بنگالہ رہے اور خطاب راجگی سے مفتخر تھے حساب کتاب کے معاملے میں ید طولی رکھتے تھے. اہل سیف اور قلم تھے۔ ۱۱ محرم ۹۹۸ھ میں مقام لاہور انتقال کیا. علامہ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ باوجود ہر کام میں یگانہ روزگار ہونے کے کینہ ور تھے. یہ بھی کچھ نہ تھا کاش بدلہ لینے میں تیز دستی نہ کیا کرتے یہ بھی جانے دو اگر تعصب کے رنگ میں ڈوبے نہ ہوتے تو موتیوں میں تولنے کے قابل تھے۔ ان کے بعد حساب کتاب کے کام میں مرشد قلی خان نے ان کے نام کو روشن کیا. (ملاحظہ ہو مآثر الامرا صفحہ ۱۲۳ جلد دوم و دربار اکبری مرتبہ مولانا آزاد مرحوم)

خوش نمی آید۔ ابوالفضل باادبود شکایت گونہ آغاز کرد جواب یافت کہ نواختہ را
نمی تواں بر انداخت۔ لہذا با آدم کار چار ناچار باید ساخت ؎

خدائے راست مسلّم بزرگی والطاف　　کہ جرم بیند و ناں برقرار می دارد

؎ نورتن اکبری کا یہ درخشندہ گوہر شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہے اور ۹۵۸ھ میں پیدا ہوا۔ تبحر اور خداداد قابلیت نے دربار اکبری میں پہنچا دیا۔ وہاں جاکر چمکے اور خوب چمکے۔ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک سلطانپوری سے ان کی نوک جھوک برابر رہتی تھی اور آخر میں پالا شیخ کے ہاتھ رہا اور شیخ عبدالنبی اور مخدوم کو نیچا دیکھنا پڑا۔ شیخ ابوالفضل کو علمی ذوق تھا اور تصنیف و تالیف میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے۔ ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن ان کی مشہور تصانیف اکبرنامہ، آئین اکبری اور مکتوبات علامی ہیں۔ اکبر کے مذہبی عقائد میں جو خرابیاں ظاہر/پیدا ہو گئی تھیں اس کے بانی شیخ ابوالفضل قرار دیئے جاتے ہیں لیکن شیخ کا یہ عالم تھا کہ دربار میں تو دین الٰہی کے خلیفہ اعظم تھے لیکن مکان پر ہر وقت بہ زبردست عالم شیخ ابوالفضل کی لکھی ہوئی تفسیر کو صاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اکبر نے سنا تو فرمایا کہ ہم سے تو یہ باتیں اور خلوت میں یہ ہوتا ہے۔ خلوت میں بیٹھنے والے شیخ پر اعتراض کرتے تھے تو شیخ دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہتا تھا "آہ آہ چہ تواں کرد"۔ چونکہ اکبر اعظم پر شیخ کا کافی اثر تھا اور شیخ کی بابت یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ اکبر کے مذہبی عقاید میں تغیر عظیم پیدا کر کے ان کو مصلح اعظم ثابت کرنے والا یہی ہے۔ اس لئے شاہزادہ جہانگیر شیخ ابوالفضل سے کبیدہ خاطر تھے توزک جہانگیری میں خود لکھتے ہیں کہ "چونکہ اس نے اکبر اعظم کے مذہبی عقائد خراب کر دیئے تھے اس لئے تنگ ہو کر راجہ نر سنگھ دیو کو حکم دیا اور اس نے حملہ کر کے ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو بمقام انتری (ریاست گوالیار کے ضلع کا صدر مقام اور جہانسی و گوالیار کے درمیان جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے پر واقع ہے) شیخ کا کام تمام کر دیا۔ شیخ اس وقت دکھن سے آگرہ واپس آرہے تھے۔ شیخ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ رائے رایان راجہ سورج سنگھ کافی جمعیت کے ساتھ خاص انتری میں موجود تھے لیکن شیخ نے ان کو بھی خبر نہ بھیجی اور نہ انتری تک بھاگنے کی ذلت کو گوارا کیا۔ جب اکبر نے سنا تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا قصور میرا ہے شیخوجی (جہانگیر) نے شیخ کو کیوں سزا دی اور یہ شعر پڑھا ؎ شیخ ما از شوق بے حد چوں سوئے ما آمدہ ۔۔ ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ
مزار انتری میں ہے۔

(۹۸)

فدوی باخلاص ! بفرزند عزیز بهادر بابو بیسد که دنیا رفت و آخرت آمدنی شد چیزے کہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد و ہمراہ جنازہ گور خواہد رفت ہمیں امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات ست امروز خود را از فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آنست کہ وقت حال را کہ بین الماضی والاستقبال ست غنیمت داند و امر خیر و صلاح آنچہ تواند فوراً بعمل آرد و حال را رفتہ و آئیندہ را شدہ پندارد زیرا کہ حال روے در رفتن ست و آئیندہ را روئے در آمدن ست ؎

سعدی ہمہ روزہ پند مردم
می گوید و خود نمی کند گوش

(۹۹)

فرزند عالی جاہ عرضداشت کند کہ ایشان استشفاع تقصیر اعتبار خاں کردہ اند احتمال قوی کہ سید سعداللہ درویش نوشتہ باشد بنویسید کہ عبدالقادر بیدل دریں مقام دو مصراع دلچسپ گفتہ اند ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

لہ محمد بیدار بخت پسر محمد اعظم شاہ سے مراد ہے ۱۲

(۱۰۹)

حضرت عالمگیر ۹ شعبان ۱۱۱۵ھ جلوس میں دکھن کے تمامی قلعہ وغیرہ فتح کرکے احمد نگر تشریف لائے اور حکم دیا کہ " احمد نگر را ختم السفر بنویسید" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن منصور خاں ناظم خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آرزو تھی کہ جہاں پناہ اُن کے صوبہ کو رونق بخشیں اور اُنھوں نے عرضداشت کی کہ حضور معلیٰ احمد نگر میں رونق افروز ہیں اور قلعہ خجستہ بنیاد قابل مرمت ہے اگر ارشاد ہو تو درست کرالیا جائے تاکہ جہاں پناہ کی رونق افروزی کے وقت وقت نہ ہو۔ حکم ہوا :

خواجہ از بیخبری رنگ سراحی ریزد	در لحد خاک کشادہ ست لبِ بہر طلب
استخوانہاش جدا۔ گوشت جدا می ریزد	زود باشد کہ دریں غفلت و حرص و طلبش

عجب از آں خانہ زاد مزاج دان باوجود آنکہ روزے باحمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم احمد نگر را ختم السفر بنویسید۔ پس ہرگاہ احمد نگر را ختم السفر گفتہ باشیم آمدن بخجستہ بنیاد چہ صورت دارد؟ در چند روز حیات گزشتہ در سخن تفاوت نشدہ انشاء اللہ المستعان تا روز انتقال بسرائے جاودان در اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد۔

ﷺ

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ دل شکستہ اور شکست خوردہ بادشاہ نے لکھا ہے یا اس خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر میں وہی ہمت تھی اور وہی استقلال تھا اور وہی اولوالعزمی تھی جو روانگی کے وقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے انگریزی مورخین کا وہ یہی کہتے ہیں کہ تھکا ماندہ آیا تھا اور مرہٹہ فوج نے ناک میں دم کر دیا تھا ۱۲

ذیل میں درج کئے ہوئے خطوں کو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے انہی خطوط کی بنیاد پر انگریزی مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر مرنے سے ڈرتا تھا اور زندگی میں جو کچھ بدنظمیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں مرنے کے وقت اُن کی تصویر عالمگیر کے سامنے تھی اس لئے وہ کانپتا تھا اور مایوسانہ کلمات آخر وقت میں اپنے لڑکوں کو لکھے۔ اسلامی تعلیم کی عدم واقفیت کی وجہ سے ان مورخین کو علم ہی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود زہد اور ریاضت کے احکم الحاکمین کے سامنے جاتے ہوئے ڈرنا چاہیئے اور ہمہ وقت توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیئے۔ اگر مورخین کو اس کا علم ہوتا تو وہ یہ غلط استنباط نہ کرتے۔

بخطِ انور درحالت نزع بنام شاہزادہ محمد اعظم صادر شد۔

سلام علیکم وعلی من لدیکم پیری رسید وضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفت یگانہ آمدم وبیگانہ می روم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم؟ و چہ کارہ ام؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت ''افسوس آں باقی ماند کہ ملک داری ورعیت پروری ہیچ از من نیامد۔ عمر عزیز مفت رفت۔ خداوند درخانہ دارم وروشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پایدار نیست واز نقش رفتہ نشانے پدیدار نے واز استقبال توقع معقودتیب مفارقت کرد وجرم ویوست تنہا گزاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفت اما نزدیکست وآں عالی جاہ از آں ہم نزدیک تر۔ عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزند زادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیک ہندوستان رسیدہ۔ لشکریان ہمہ بے دست وپا وسراسیمہ

ہمچو من مضطرب کہ از خداوند خود تنہائی گزیدہ درحالت اضطراب ست وچوں سیماب بے قرار نمی فہمند کہ صاحب نعمتے دارم و ہیچ باد خود نیاوردم و ثمرۂ گناہان ہمراہ می برم بلی دانم کہ درچہ عقوبت گرفتار خواہم شد؟ ہرچند نظر بر الطاف و رحمت اُمید قوی ست اما نظر بر اعمال وافعال تفکر نمی گزارد۔ چوں از خود گزشتم دیگرے کجا ماند؟ ؎

ہرچہ بادا باد ماکشتی درآب انداختیم

صیانت بندگان اگرچہ پروردگار خواہد کرد لیکن نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرورست کہ خلق و مسلمین ناحق کشتہ نشوند۔ فرزند زادہ بہادر را دعائے آخرین بگویند وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند۔ بیگم اگرچہ بظاہر ملول ست لیکن مالک دلہا خدا ست۔ کوتاہ اندیشی مونثات جز ناکامی ثمرۂ ندارد۔ الوداع، الوداع، الوداع

(۱۰۴)

فرمان بنام شاہزادہ سوم کام بخش کہ در وقت آخرین صادر شد۔ فرزند من جگر بند من۔ در عالم اختیار ہرچند برضائے الٰہی نصیحت کردم و زیادہ از امکان وصایا نمودم چوں خواست الٰہی نبود بگوش رضا کسے نشنید کہ حالا از ہمہ بیگانہ می روم بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چہ فائدہ؟ عذاب و گناہ ہرچہ کردم ثمرۂ آں باخود می برم۔ عجب قدرت ست کہ آمدم تنہا و می روم با ایں قافلہ۔ نیز اگرچہ از دو از دہ روز مراتقویت داشت لیکن تاب نیاوردہ گزاشت۔ ہرجا نظر می کنم جز خدا بنظر نمی آید۔ اندیشۂ لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت۔ موجب ملالت خاطر شد

از خود خبرم نیست. گناه بسیار کردم. نمی دانم بچه عذاب گرفتار خواهم شد؟ در راہ بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد الا بر مسلمانان و فرزندان ہم اہم ست حفظ و احتیاط بندہا بحسب ظاہر ضرور. عالی جاہ ہم نزدیک ست. آنچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام او ہم بجان و دل قبول داشتہ. نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردن این ناکارہ بماند. شما را و فرزندان شما را بخدا می سپارم و خود رخصت می خواہم. حالتِ اضطراب ست. بیا در شاہ در جائے کہ بود ہست و فرزند زادہ عظیم الشان نزدیک بہ ہندوستان آمدہ و فرزند زادہ بہادر در نواحی گجرات. حیواۃ النسار چیزے از روزگار ندیدہ ملول ست و احوال بیگم بیگم دانند. اودے پوری[1] والدہ شما در بیماری با من بودہ ارادہ رفاقت دارد و خانہ زادان و مردمان حضور ہرچند گندم نمائے جو فروش اند. باید برفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و یا باندازہ ردائے دراز کشید. والسلام

(۱۰۳)

(وصایا در وقتِ آخر)

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و رضا.
اول آنکہ - این عاصی غرق معاصی را تلحیف و تفریش تربت مطہرہ مقدسہ

---

[1] عالمگیر کی چہیتی بیوی اور شاہزادہ کام بخش کی ماں کا خطاب ہے. جودھپور کے خاندان سیسودیہ سے تھیں مورخین ان کے حالات کی بابت اختلاف کرتے ہیں، میں مسٹر بیل کی تحقیقات کو صحیح باور کرتا ہوں.
(ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۵ ڈکشنری بیل مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۴ء)

حسینیہ علیہ السلام نمایند کہ مغفرت بجارعصیان رابغیراز التجا بآں درگاہ رحمت و غفران پناہ نیست و مصالح ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند بادشاہزادۂ عالی جاہ است، بگیرند۔

دوم آنکہ۔ چہار روپیہ و دو آنہ ازوجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محلدار ست بگیرند و صرف کفن ایں بیچارہ نمایند و سہ صد و پنج روپیہ ازوجہ کتابت قرآن در صرف خاص ست۔ روز وفات بفقرا بدہند۔ ازیں راہ کہ زر کتابت قرآن نزد فرقۂ شیعہ حرمت دارد بکفن و مایحتاج آں صرف نکنند

سوم آنکہ۔ باقی مایحتاج از وکیل بادشاہزادۂ عالی جاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و حلت و حرمت بر ذمۂ ایشان ست۔ بریں بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ۔ ایں سرگشتۂ وادی گمراہی را سر برہنہ دفن کنند کہ ہر گنہگار تبہ روزگار را کہ سر برہنہ نزد بادشاہ عظیم الشان بیرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ بربالائے صندوق تابوت پارچہ سفید گندہ کہ گزی گویند پوشش نمایند و از شامیانہ و بدعت مغنیان و مولودی احتراز کنند

ششم آنکہ۔ بروالی ملک واجب باد کہ با خانہ زادان بے سروپا کہ ہمراہ ایں عاصی در ادراز جیا در دشت و صحرا گشتہ اند، مدارات نمایند و اگر بتصریح تقصیرے از ینہا واقع شود بعفو جمیل و صفح جزیل مکافات فرمایند۔

---

[۱] خیالات تو یہ تھے اور عمل بھی یہی تھا لیکن بعض مورخین کا بھلا ہو وہ کہتے ہیں کہ اہل ہند کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا ۱۲

ہفتم آنکہ ۔ بہتر ز ایرانی برائے متصدی گری دیگرے نیست و در جنگ ہم
از عہدِ حضرت جنت آشیانی تا حال احدے ازیں فرقہ از معرکہ رو گردان نہ شدہ
و پائے استقامت ایشاں نہ لغزیدہ ۔ معہذا گاہے خود سری و حرام نمکی نکردہ اند
لیکن چوں بسیار عزت طلب اند با ایشاں ساختن بسیار مشکل ۔ بہرحال باید ساخت و کجدار
مریز باید کرد ۔

ہشتم آنکہ ۔ فرقہ تورانی سپاہی متقرر اند برائے تاخت و تاراج و شبخون
و بندی کردن خوب اند ۔ از بر گشتن در عین جنگ کہ ترجمہ تیر باز کشی ست ، و سواس و
ہراس و خجالت ندارند و از جہل حرکت ہندوستان زایان کہ سر برود لیکن جا نرود
بصد مرحلہ دور اند ۔ بہرحال ایں جماعت را محل رعایت باید داشت کہ اکثر جا ہا ایں
مردم بکار می آیند کہ دیگرے بکار نمی آید ۔

نہم آنکہ ۔ با سادات[1] لازم السعادات بارہہ بموجب آیہ و آتِ ذا القربیٰ
حقہ عمل باید نمود ۔ در احترام و رعایت فرو گذاشت نباید کرد ۔ ازیں راہ کہ بموجب
آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ محبت ایں
جماعت اجر نبوت ست ہرگز مقصر نباید بود کہ مثمر خیر دنیا و آخرت ست لیکن با سادات
بارہہ بکمال احتیاط باید نمود ۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد و بحسب ظاہر مرتبہ ایشاں
نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند اگر اندک استرخائے عنان شود
ندامت خواہد شد ۔

---

[1] اولاد نے ان وصیتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قطب الملک اور امیر الامرا سادات عظام نے جو کچھ کیا وہ تاریخی واقعات ہیں اگر مصالح پر عمل کرتے تو کاہے کو برا دن دیکھتے ۔ افسوس ۱۲

دہم آنکہ - تا مقدور والی ملک خود را از حرکت معاف ندارد و از نشستن دریک مکان کہ در ظاہر صورت آرام و در واقع منجر بہزار مصیبت و آلام ست محترز باشد۔

یازدہم برپسران ہرگز اعتماد نکند و طور مصاحبت در زندگی نہ نماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنین سلوک نمی کردند کار باینجا نمی رسید و کلمہ الملک عقیمۃ ہمیشہ مدِ نظر باید داشت

دوازدہم - عمدہ رکن السلطنت اطلاع اخبار ملکی ست و غفلت یک لحظہ باعثِ ندامت سالہائے دراز می گردد کہ مقدمۂ گریختن سیوائے مقہور از غفلت شد تا آخر عمر سماں سرگردانی باقی بود۔ تبارک اثنا عشر باختتام بر دوازدہ وصیت کردہ شد

اگر دریافتی بردانشت بوس
و گر غافل شدی افسوس افسوس

(۱۰۴)

اس زمانہ میں ایسی ہستیاں نادر الوجود ہیں جو شاہانِ مغلیہ اور خصوصاً عالمگیر کے عطیہ کو اپنے لئے مایۂ ناز و افتخار سمجھتے ہوں لیکن راجہ بہادر راجہ برج نراین سنگھ صاحب رئیس پڈرونہ دگورکھپور) کے دفتر میں عالمگیری اور شاہجہانی احکام موجود ہیں راجہ بہادر اور اُن کے قوت بازو رائے بہادر جگدیش نراین صاحب اُن احکام کو ذریعۂ افتخار سمجھتے ہیں۔ میں اپنے محترم خاں صاحب محمد اکرم صاحب منیجر کی کرم نوازی سے من جملہ بہت سے احکام کے صرف ظل سبحانی حضرت عالمگیر کا

ایک فرمان مع اُن حالات کے جن کے ماتحت یہ فرمان صادر ہوا تھا اس کتاب میں شکر کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

چودھری ناتھ رائے راجہ بہادر پڈرونہ کے مورث تھے جن کو ناظم صوبہ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ رائے کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ خیر خواہانہ خدمات کے صلے میں اُن کو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتے رہے قدرشناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنا چاہیئے اور یہ منصوبہ باندھکر روانہ ہوئے ظل سبحانی نے ان کو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرماکر چودھری موصوف کو فرمان مشعر عطائے نانکار بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعۂ فخر خاندان ہے۔

چودھری ناتھ رائے اپنا دھرم اور فرمان لے کر واپس آئے۔ ہندو مذہب لے کر گئے تھے اور ہندو مذہب پر قدمبوسی کے وقت قائم رہے اور ہندو ہی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے ان کو زبردستی مسلمان نہیں کرلیا اور نہ چودھری ناتھ رائے نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (گورکھپور) بھی دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہوکر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔ عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کرلیا۔ لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کیے گئے اور عالمگیر نے ان کو کیوں ہندو رہنے دیا اور کس وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی بازپرس نہیں کی اور کیا وجہ ہے کہ ان کے خاندان کی عزت افزائیاں ہوتی رہیں۔

مذہب ایک عقیدہ ہے۔ راجہ صاحب منجھولی کو عالمگیر کی سادہ وضع پسند آئی

اسلامی مساوات اور رواداری نے راجہ کے دل پر اثر پیدا کیا اور وہ خدا کے لئے مسلمان ہو گئے۔ کوئی لالچ نہ تھا، کسی قسم کی کوئی ترغیب و تحریص بھی نہ تھی لیکن وقت گزرنے کے بعد اب طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں کہ راجہ کو مجبوراً مذہب تبدیل کرنا پڑا ؎

اپنی منقاروں سے خود کٹتے ہیں پھندا جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔ عالمگیر کا دروازۂ دولت ہند و خیر خواہوں کے لئے بند نہ تھا۔ ایسے اسناد دیگر ریاستوں میں بھی ہیں مگر راجہ پڈرونہ والا احسان مندِ دل نہیں ہے اس لئے اسناد پردۂ راز میں ہیں

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

دریں وقت فرمان والاشان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار پانصد روپیہ جمع موضع کھلیا وغیرہ سی و سہ موضع در نسبت معمولہ پرگنہ سادھوہ سرکار جون پور مضاف صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نان کار ناتھو زمیندار پرگنہ کہ مال گزار است و شیوۂ رعیت گری راشعار خود ساختہ در حیطۂ عمال و جاگیر داران حاضر می باشد از فصل خریف یونت ییل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را با متعلقان صرف معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت روز افزون اشتغال نماید و در سربراہی و از دیاد آبادانی مقید باشد باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران کروریان

حال و استقبال مواضع مذکوره را بتصرف او واگزارند. اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل بداں راه ندہند و تعلقات با وجہات و سائر جہات و اخراجات مثل قبلہ و جریانہ و ضابطہ و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نشوند. بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔

بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم ۲۷ جلوس معلی تحریر یافت

(۱۰۳)

خلاصہ مضمون عرضداشت (عالمگیر)

بنام

حضرت شاہجہان بعد مراجعت دکن

آنکہ دریں ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضۂ اختیار حضرت بیرون رفتہ و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادہ کلاں در قبض و لبدا امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آں را حوصلۂ تحریر و تقریر نمی یابد و او بنا بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہادش دریں باب سمت تزاید می پذیرد. چنانچہ سلیمان شکوہ را با فوجے بر سر شاہ شجاع کہ پسر رشید آں حضرت ست تعین کردہ ناموس و نام سی و دو سالہ او بباد فنا در دادہ و آں جناب چہ مایۂ مذلت و خفت از نوائبہ پردیز کشیدہ در پیش اہل جہاں خجل و شرمسار گردید و ہمچنیں بمقتضائے ہوائے نفس و خواہش طبع خویش بنائے کار نہادہ پیوستہ در تفتیش و تضییق احوال و تضییع و تخریب مہام ایں نیازمند

بدل جہد می نماید و ہمیشہ کارہا مباین دین و ملت صانع و مستلزم فساد امور بلاد و عباد
از و بظہور می رسد و ابواب منافع و مداخل بر روئے روزگار ایں خیرخواه مسدود
گردانیده و انواع منقصت و اقسام مضرت رسانیده در آیامیکہ حسب الاشارۂ اقدس
بر ولایت بیجاپور لشکر کشیده بہ تسخیر بعضے اقطاع آں ولایت می پرداخت و امرا و سپاه
بمحاصره اشتغال ورزیده داد جانفشانی می دادند و مخالفان از اطراف و جوانب
ہجوم آورده و رسد و ممانعت و مدافعت بودند و اخبار موحشہ بیماری اقدس شیوع یافتہ
باعث تحیر و تفکر اولیا و خیرگی و شوخی اعدا شده بود و محصوران گلبرگہ کہ جانبازان
موکب اقبال بعد از تسخیر قلعۂ بیدر و کلیانی بمحاصره بلدۂ مذکوره پرداختہ بودند در مضیق
محاصره دل تنگ تر از غنچہ شده کار بداں قریب گشتہ بود کہ صورت افتتاح نماید و
مسند آرائے حکومت بیجاپور از ترکتاز بہادران اقلیم سلیمان تخت بہ ستوه آمده در فکر آں
ضرور افتاده بود کہ پیش کش لائق سرانجام داده ولایت خود را از صدمہ سپاه
فیروزی دستگاه مصون گرداند و الا تہم آں داشت کہ دلاوران کتیبۂ اقبال او را
عنقریب مستاصل ساختہ ولایتش را ضمیمۂ ممالک محروسہ گردانند در اخلال ایں حال
شاہزاده کلاں ملازمان خود در بطلب امرائے بادشاہی و تسلی استمالت حاکم بیجاپور تعین نمود
سو آنہا پنہانی پیغام ہائے عنایت آمیز و مہربانی بہ والی بیجاپور رسانیده او را در دوادی
بجاج دغا و نسبت بایں مرید دلیر تر ساختند و سرداران بادشاہی را بالمبالغہ و اہتمام
تمام از پیرامن بلدۂ گلبرگہ کہ کار نزدیک بکشایش رسیده بود برداشتہ در رواں کردن آنہا
بداں جانب مراتب تاکید و اجتہاد بظہور رسانیدند کہ فرصت رخصت و مجال وداع نیافتہ
و ایں خیرخواه را نا دیده بر جناح استعجال عازم درگاه جہاں پناه شدند و ازیں جہت

میدان قافیه وقت باین نیاز مند تنگ گشته بود و تحریر و تفکر در افتاد و بحکم ضرور کار صورت
یافته و بانجام قریب شده را بر هم زده محض بمین نیروی اقبال بے زوال خود را از این
سیه حال خطر برآورده و بهزاران جرثقیل و اصابت تدابیر از میان غنیم برآمده سالماً بجا مے
رسید. عیاذاً بالله اگر چشم زخمی می رسید و در اکناف اطراف جهان شهرت یافته
اگر این بدنامی وحال این خفت و ذلت سالهاے دراز بر روے دولت پایدار می ماند
و در جریدهٔ روزگار ثبت می گردید پیداست که تدارک و تلافی آن بواسطه عدم وجود بینی و
ناعاقبت اندیشی شاهزاده کلان محض روے کار خویش مطمح نظر داشت اگرچه
عالمے را آب بر دست غمے ندارد و از دائرهٔ امکان وجرات مدهاے پادشاهی بیرون بود
و این مرید از پس جسارت در امر جانبازی و مهارت و فراولت در کار نبرد و پیکار و
آشنائی با طرز و شیوه ستیز دران این دیار بهجوم و ازدحام اعدا اصلا بے نگرفته و
بچاق تهور و جلادت فرق مخالفان کوفته به استظهار نصیبهاے اقبال بے زوال
لشکر را از آن گرداب شورش و فساد در میدان سلامت بیرون آورد. غریب تر
آنکه بدین سبب مددی و خسارت و کارشکنی وخصومت اکتفا نکرده حال برار را
بے سابقه تقصیر و کوتاهی از جاگیر این خیرخواه رضا طلب که جز ارادت و اعتقاد و
جانفشانی و اخلاص امرے دیگر بخاطر راه نداده تغیر کرده به آنجهان تا قلعه زیاده
سرے کرپا از حد خود بیرون نهاده مرتکب انواع گستاخی و بے ادبی و مصدر
تقصیرات عظیمه گشته ولواے بے اعتدالی و افساد در عرصهٔ بغی و عناد برافراشته
تنخواه نموده و کیفیت حال این داعی خیرخواه را بواسطهٔ غرض و خواهش نفس خویش
بخلاف واقعه بعرض اشرف رسانید به محض بهتان وحجت افترا دامان حال این

خیر اندیش را غبار آلود جرائم و لوث آمود آثام و انمود به التماس و الحاج جسونت سنگه را باشکر گران بر سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن داشت که درین ضمن ولایت مختصر که از پیشگاه عاطفت و احسان حضرت بایں مرید مرحمت شد بہر بہانہ کہ میسر آید انتزاع نماید و ایں فدوی را آوارہ تیاقی[1] بیکسی و غربت و سراسیمہ صحرائے محن و کربت گرداند ولیں دمدمہ دوستاں در مزاج اشرف تصرف کردہ حضرت قولِ او را التصدیق فرمودہ سائر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دشمن فرا گرفتہ در حق ایں سرگردانان سرائے گاھر حضرت (المعنی ذلت و ہوان) ہر چہ او تجویزی نماید حکم می فرمایند و قطعاً تفحص و تفتیش حال ایں بے گناہاں و توجہ و غور در امور ملکی و مالی نفرمودہ زمام رتق و فتق مہام جزوی و کلی بکف اختیار و قبضۂ اقتدارش باز گذاشتہ اند و خود بے غائلہ شک و شائبہ ریب تشنۂ خون ایں بے گناہان ست چوں کار بدیں حد رسید و صورت حال بدیں منوال انجامید حفظ جان و پاس ناموس خود از مہمات عالم عقل و نشار خرد دانستہ عازم شدہ سدرہ منزلت سپہر احتشام گردیدہ تا صورت حال و حقیقت معاملہ بے واسطہ بخج و برزامن[2] معقولہ در خدمت عاکفان پایہ اورنگ جہانداری مکشوف گرداند۔ عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومانِ عشق گوشہ گیران را ز آسائش طمع باید برید و چوں ایں خیر خواہ قطع مسافت نمودہ بحوالی اُجین فائز گردید جسونت سنگہ باشارہ شاہزادہ کلاں بہ ایذا و آزار ایں خیر خواہ مامور بود بسلسلہ جنبانی جہل و نادانی سنگ راہ گشتہ بقدم ممانعت پیش آمدہ چندانکہ مردم ہوشمند سخندان فرستادہ بعنوان معقول آں جہول را برارادۂ خود آگاہی بخشید و تصریح نمود کہ محرز سعادت حضور فائض النور و محرم طوف

---

[1] یعنی جنگل و صحرا ۱۲ [2] توڑ جوڑ ۱۲

کعبۂ امانی و آمال بندگان نزدیک و دور ست اصلا معقولیت آشنا نشده بتکثیف
جهالت و غرور بیشتر در مراتب منع و ردع افزود لاجرم پنبۂ جهل پندار پوچ از گوش
هوشش دور کردن و آن ظلوم و جهول را از پیش راه برداشتن بحکم ضرور به ذمه
همت واجب گردید. اگرچه غیر تحصیل سعادت زمین بوس اشرف امر دیگر مرکوز خاطر نبود
بر ضمیر خورشید تنویر روشن و هویداست که اسیر کردن او و رفقایش که چنین شکست فاحش
یافته بحال منکر سراسیمه گرد وادی انهزام گشته بود چندان تعذرے نداشت و
اکنون شاهزاده کلان خود با سپاه گران تا دهول پور تشریف آورده معابرات
چنبل و مسالک راه مسدود ساخته جا بجا مردم را گماشته اند و باعتقاد خویش راه
عبور برین خیر اندیش بسته بودند. چون این مرید را غیر از ادراک دولت حضور پر نور
با هیچکس سر مقابله و پیکار نه بود و نیست از راه بهداور از آب چنبل عبور کرده عازم
زمین بوس اقدس گشته و چنان شنیده می شود که آن جناب حرمان این ارادت کیش
اخلاص سرشت از سعادت خاک بوسی همایون بجد برخواسته اشتعال نائرۂ قتال
پیش نهاد همت دارند. چون آن جناب را با چون من مرید ارادت پرست بمقابله و
قتال پیش آمدن و هنگامه حرب و مصاف آراستن صرفه نخواهد کرد پسندیده عالم
صواب آنست که بزرگی را کار فرموده بساط کرّ و فر در نوردیده و بالفعل بصوب سجاب که
در جاگیر آن جناب مقرر ست شتافته چندی بخدمت حضور همایون را به این خیرخواه
سراپا اعتقاد گذارند. بعد ازاں هرچه در مرآت رائے جهان نما جلوه فرماید شرف ظهور
خواهد یافت.

(۱۰۴)

انگلستان کے ایک مشہور مستشرق کرنل ڈی سی فاٹ نے ایک فرمان شائع کیا ہے جو حضرت عالمگیر کی طرف سے بنارس کے ناظم کے نام ہے اور جس میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے :-

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ ہمارے گوش گزار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے تم کو (ابوالحسن) حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خدا داد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔ ۱۵ رجمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ"

اصل فرمان فارسی میں ہے اس کو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ جن اصحاب کو فارسی زبان سے دلچسپی ہو وہ اس شوق کو پورا کر سکیں۔

ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ کو

بنارس جانے کا اتفاق ہوا، جہاں انہیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نسبت ہے بادی النظر میں اسے فرضی نہ سمجھ لیا جاتا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگ زیب ان کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ان پر جزیہ لگایا اس نے ان کے بت توڑے اس نے ان کے مندر ڈھائے جب تک وہ سوا من زنار ہر روز جلا نہ لیتا تھا اُسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا، اس نے دوسرے مقامات کی طرح بنارس میں بھی ہنود کے بہت سے بت کدے برباد کر دیئے اور ان کے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی ضرور سنی تھیں ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمان عکسی کی نقل پر جو اورنگ زیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی انہیں اعتبار نہ آئے اور جب تک اصل کو دیکھ کر مطمئن نہ ہو لیں اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا۔

اس فرمان کی شانِ نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے اس کی لمعانی ملاحظہ ہو۔

بنارس کے محلہ سنگا گوری میں گوپی اپادھیا نامی ایک برہمن رہتا تھا جسے گزرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں۔ اس کی یادگار صرف ایک نواسہ مسمی منگل پانڈے ہے اور وہ بھی محلہ سنگا گوری میں رہتا ہے نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی اسے ترکہ میں ملا۔

۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا۔ منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے جو جاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انھیں پوجا کراتا ہے اور پوجا کی رسموں کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انھیں خرید کر دیتا ہے۔ پچھلے دنوں گجرات کی بنانیاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دے کر بیٹھ گئیں اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا اس سے دوسرے پجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا۔ منگل پانڈے نے انھیں روکا کہ اگر تم یوں ہی روؤ چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا اور میرا نقصان ہوگا۔ اس پر منگل میں اور ان بی بیوں میں تنازعہ ہو گیا اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمھارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اس کے نوکر بابو نے متعدد کاغذات مجھے دکھلائے اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انھیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضے میں موجود ہے۔"

ان تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے اور فرمان کو جس کی پشت پر اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے بنظرِ غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب ویسا نہیں تھا جیسا اس کے مکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس کی سب سے بڑی منشا یہی تھی

کہ اس کی ہندو رعایا امن و امان اور خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرے اور ان کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی نہ ہونے پائے۔ اصل فرمان ملاحظہ ہو:
(ملاحظہ از اخبار "بیدار" مظفر نگر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہر
اورنگ زیب شاہ غازی بہادر
ابن صاحبقران ثانی

فرمان عالمگیر

مہر
منشور لامع النور اورنگ زیب
شاہ غازی

لایق العنایۃ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضاے مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت و تمامی نیت حق طویت ما برر فاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عوام مصروف ست و از روے شرع شریف و ملت منیف مقرر چنین ست کہ دیرہا دیریں برانداختہ نشود و بتکدہا تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع و اعلی رسیدہ کہ بعض مردم از راہ عنف و تعدی بہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ بنواحی آں واقع ست و جماعت برہمنان سدنہ آں محال کہ سدانت بت خانہاے قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم و متعرض می شوند و می خواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ از مدت مدید بآنہا متعلق ست باز دارند و ایں معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گروہ می گردد۔ لہٰذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجوہ بے حساب تعرض و تشویش باحوال برہمنان و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نرساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا و مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاے بقاے دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ دریں باب تاکید دانند۔ بتاریخ ۵ ماہ جمادی الثانیہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شدہ۔

(۱۰۵)

عزیب اورنگ زیب کو خود غرض صحیح تاریخ سے ناواقف اور متعصب اشخاص نے اس قدر برے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کا نام ظلم و ستم قتل و غارت گری جبر و تشدد اور مذہبی تنگ نظری کا مرادف بن گیا ہے لیکن حقیقت نگاری کا فرض ہے کہ وہ یہ تمام داغ اس کے چہرہ سے دور کر کے اس کو اصلی شکل و صورت میں پیش کر دے کہ تاریخی کاغذات اور شاہی فرامین جو اب ہمارے سامنے روزانہ آ رہے ہیں ان الزامات کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج کی صحبت میں ہم اورنگ زیب کی ان کوششوں کے متعلق جو اس نے اپنی رعایا کے اخلاق کی اصلاح و درستی کے لئے کیں مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مسکرات و منشیات کا استعمال اخلاقی زندگی کے لئے مہلک اور موت کا پیغام ہے جب کسی قوم میں یہ مرض پھیلا اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اسی لئے شاید دنیا کا کوئی سچا مذہب نہیں ہے جس نے ان چیزوں کی ممانعت نہ کی ہو کہ یہ چیزیں بداخلاقی، اسراف، عیاشی اور اس کی تمام لعنتوں کو اپنے ساتھ لاتی ہیں یہ برائیاں اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں جب کسی قوم کے سربرآوردہ اشخاص ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اگر بادشاہ کو خود ان سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہو تو اس کے پھیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی سلاطین مغلیہ میں اورنگ زیب سے پہلے تک کے اکثر حکمران اس دختر رز کے دام میں گرفتار رہے ہیں اور اس چیز نے قوم کے ایک بڑے طبقے کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

بلکہ مذہبی جماعتوں میں بھنگ وغیرہ کے استعمال سے خود وہ مقدس ہستیاں جو دوسروں کے لئے شمع ہدایت کا کام کر سکتی تھیں نشہ کی بری طرح عادی ہو گئی تھیں اور ہر جگہ یہی چرچا اور یہی مشغلہ تھا۔

آج کی طرح اس وقت اورنگ زیب نے بھی یہی خیال کیا تھا کہ اگر وہ مذہبی جماعت کی اصلاح میں کامیاب ہو گیا تو پھر عوام کی اصلاح کوئی مشکل کام نہ ہو گا اور پھر ان میں ہر شخص بجائے خود انجمن امتناع منشیات کا ایک سرگرم رکن اور مسٹر جانسن پوسی فٹ بن جائے گا۔ چنانچہ اس نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال بھنگ کی کاشت کے متعلق جو فرمان صادر کیا تھا وہ یہ ہے:

وزارت و رفعت مرتبت رحمت خاں محفوظ باشند۔

مخفی نماند کہ چوں حکم جہان مطاع عالم مطیع بصدور پیوستہ کہ در کل ممالک محروسہ ہیچکس ہیچ جا بھنگ را کہ از مسکرات ست نہ کارد و عوض آں اجناس دیگر کشت و کار نماید بنا براں نوشتہ می شود کہ آں وزارت پناہ بعد وصول ایں رقیمہ بکروریان پرگنات خالصہ شریفہ و عادی جاگیرداران تعلق دیوانی خود مقرر کنند کہ ہر کدام از انہا بکافہ رعایا و برایا پرگنہ عملہ خویش قدغن تمام نمایند کہ اصلاً و قطعاً بنگ نکارند و عوض آں دیگر اجناس بکشت و کار در آورند اگر احیاناً احدے از انہا باوجود خلاف حکم ارفع بعمل آرد تنبیہ بلیغ نمایند تا دیگراں عبرت گرفتہ مرتکب ایں امر نشوند واجب آنکہ اندریں باب از پیش گاہ سلطنت تا بہ قدغن تمام دانستہ بموجب ترتیب معلی بعمل آرند و نگہدارند کہ احدے خلاف آں نتواند کرد و ہر کس کہ دریں مادہ کوتاہی نماید و خواہد نمود تقصیر وار خواہد شد دریں باب زیادہ چہ نوشتہ شود۔ در غرۂ رمضان

یک ہزار و شصت و نہ ہجری مطابق سنہ احد جلوس نوشتہ شدہ۔

اسی قسم کے فرامین تمام صوبوں میں روانہ کئے گئے اور ان پر سختی سے عمل درآمد شروع ہوگیا اورنگ زیب نے اپنے ابتدائی عہد ہی میں وہ عظیم الشان اصلاحی کارنامہ انجام دیا تھا جس کو وہ آج برسوں کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی کسی صوبہ کی کوئی مجلس مقننہ انجام نہیں دے سکتی۔ اپنی حکومت اور غیر حکومت میں یہی فرق ہے اور یہ اس بادشاہ کا کارنامہ ہے جو سب سے زیادہ بدنام اور رسوائے عالم بتایا جاتا ہے۔

اس فرمان کے صادر ہونے کے بعد اورنگ زیب کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اصلاح کی طرف پہلا قدم اٹھا کر اس نے ایک اہم ترین اصلاحی کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور اب اس کا فرض تھا کہ وہ دوسری برائیوں کو بھی دور کرے۔ اس قسم کے برائیوں کی فہرست تو طویل ہے لیکن اس نے ان برائیوں کو جو عام برائیوں کی جڑ کہلاتی ہیں مٹانے کا بیڑا اٹھالیا۔ ان میں قابل الذکر تو ام الخبائث شراب کا استعمال آوارگی اور عیاشی ہیں کہ اس نے جو فرامین اس سلسلہ میں صادر کئے تھے ان کی پابندی کی جاتی ہے یا نہیں۔ اس لئے اس نے ایک طرف تو ہمارے موجودہ آبکاری محکمہ سے زیادہ وسیع، زیادہ ہمہ گیر اور زیادہ موثر محکمہ قائم کیا تھا۔ موجودہ محکمہ کا فرض اس کے سوا کوئی فرض نہیں کہ وہ صرف اس بات کا خیال رکھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کی آمدنی کی ایک پائی بھی جو حکومت کے خزانہ میں جانے والی ہے باہر نہ رہ جائے۔ اس سے اس کو کوئی مطلب نہیں کہ شراب کی بکری بڑھ رہی ہے۔ لوگوں میں منشیات کا رواج روز افزوں ترقی پر ہے۔ دوسری برائیاں جڑ پکڑ رہی ہیں بلکہ یہ چیزیں تو محکمہ کی

نیک نامی سمجھی جاتی ہیں۔ وہ تو ان چیزوں کو روکنے کی جگہ ایسے لوگوں کو بہوت اور حکومت کی طرف سے ہر قسم کی حفاظت کا سامان بہم پہنچاتا ، وہ تو یہ اور صرف یہ دیکھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ لائسنس کے ماتحت ہے کہ نہیں۔ لیکن اورنگ زیب نے ایک طرف تو ان چیزوں کی کاشت کی تیاری اور فروخت کو منع کر کے اپنے خزانہ کو ایک مستقل بڑی آمدنی سے محروم کر دیا اور دوسری طرف محکمۂ احتساب قائم کر کے سختی سے اس بات کی نگرانی شروع کر دی کہ کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی تو نہیں کرتا ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس سلسلہ میں اس نے اصلاحِ اخلاق اور محکمۂ احتساب کے قیام کے متعلق جو فرمان صادر کیا وہ قابلِ مطالعہ ہے :-

(۱۰۶)

ازانجا کہ شہنشاہ دین پناہ ہموارہ ہمت بلند نہمت بر زمع آثار مناہی و ملاہی مقصود دارالسلطنت و بادشاہی و خلافت گیتی پناہی پیوستہ احکام الٰہی و ترویج شرع مطہر رسالت پناہی صلوات اللہ و سلامہ علیہ و آلہ مقصود و منظور ست و دریں ہنگام رائے عالم آرائے چنیں اقتضا نمود کہ یکے از فضلائے پایہ سریر اعلیٰ بصفت تدین و سلمانی و سمت فقاہت و مسئلہ دانی موسوم باشد بخدمت احتساب منسوب سازند تا خلائق را از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و خوردن بنگ و بوزہ و سائر مسکرات و مباشرت فواحش و زانیات و زجہ کردہ حتی المقدور از قبائح اعمال و شنائع اقوال باز دارد بنابراں درحضور ملا عوض وجیہ را کہ سرامد دانشوران توران بود بایں حرمت سربلند فرمودند و جمیع

از منصب داران واحدیان برائے معاونت دستیاری برفاقت او معین ساختند که اگر بعضے بیباکان و خودسران از روئے جہل و نادانی و شقاوت و خیرگی از منع و نہی او را سر گرشتہ بجنگ و پرخاش پیش آیند آں گروہ خندہ زن ہرزہ تنبیہ و تادیب نمایند و ناظمان حکام جمیع صوبجات و اطراف و اکناف ممالک محروسہ بربع گیتی متاع صادر شد کہ بدیں دستور سد ابواب جنابت و مسکرات و منع از ارتکاب محرمات و منہیات نمودہ کما حقہ لمبراسم احتساب بردارند۔

اس فرمان کا جو اثر ہوا اس کو ایک مورخ نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

"چنانچہ در اندک زمانے معالم شرع نبوی و مآثر سنت مصطفوی کہ اختلال پذیرفتہ بود کمال رونق گرفت"

اورنگ زیب نے اس فرمان کے ماتحت ہر صوبہ، ہر سرکار اور ہر پرگنہ میں محکمۂ احتساب قائم کیا اور یہ محکمے علی الترتیب مرکزی محکمہ سے متعلق تھے اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اورنگ زیب کی حکومت میں ایک بڑے عرصہ تک سارا ہندوستان اس قسم کی لغویات سے پاک و صاف رہا۔ اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں جو کام کئے اُن کی داستان طویل ہے اور ایک اخبار میں اس کی جگہ بھی نہیں ہے یہاں ہم صرف یہ لکھکر اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ اس شخص کا کارنامہ ہے جس کے متعلق بقول علامہ شبلیؒ سے

تمھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

(منقول از اخبار ہمت لکھنو)

مناصب عہدِ مغلیہ

عہدِ مغلیہ میں دہ باشی سے (۱۰ سوار کا افسر) پنجہزاری تک عہدہ دار تھے تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی ہر منصبدار کو اپنے منصب کے اندازہ سے گھوڑے، ہاتھی اور اونٹ وغیرہ مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے فوج کی تنخواہ جو منصبدار کو رکھنا پڑتی تھی سرکار شاہی سے علیحدہ ملتی تھی۔ چارپائی کا نصف خرچ خزانہ شاہی سے ملتا تھا۔ سوار کی تنخواہ بلحاظ قسم گھوڑا عـہ سے سـہ تک تھی۔ پیادے کو چھ روپیہ سے عـہ تک تنخواہ ملتی تھی لیکن اُس وقت گیہوں اور گھی کا نرخ یہ نہ تھا جو آج ہے (ملاحظہ ہو امرائے ہنود عہد مغلیہ میں صفحہ ۱۸۳۔ ضمیمہ ۲)

اکبری عہد میں بطور غیر معمولی عنایت کے مرزا راجہ مان سنگھ والی جے پور کا منصب ہفت ہزاری تھا اور عہد شاہجہانی میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا یہی منصب تھا جو عالمگیر نے باوجود ناواجبی روباہ بازی کے قائم رکھا۔ (امرائے ہنود)

عہد عالمگیری میں امرائے ہنود کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا راجہ ساہو جی کو راجگی کا خطاب ملا اور منصب ہفت ہزاری مرحمت ہوا۔ سنبھاجی پسر سیواجی اور نیتوجی داماد سیواجی کے منصب بھی پنجہزاری تھے اور یہ عزت مرزا راجہ جے سنگھ کی سفارش پر حاصل ہوئی تھی جنھوں نے اپنی جارحانہ کارروائیوں سے سیواجی کو نہ صرف شکست ہی دی تھی بلکہ دکن کی زمین اُس کے لیئے تنگ کر دی تھی۔

اس کے علاوہ مرہٹہ قوم کو منصب دینے میں کبھی کمی نہیں کی گئی پھر بھی اعتراض ہے کہ اگر
سیواجی کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا جاتا تو عالمگیر اطمینان کے ساتھ سلطنت کرتا
لیکن معترض گرد وپیش کے حالات نہیں دیکھتے۔ سیواجی دربار میں آئے تو استقبال کے
لیے کنور رام سنگھ سہ ہزاری پسر مرزا راجہ مامور ہوئے یہ وہی کنور ہیں جو شاہزادہ سلیمان
شکوہ کو لیتے گئے تھے۔ دوسرا امیر مخلص خاں عہد عالمگیری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ سیواجی
کے لیے پنجہزاری منصب تجویز ہوا یہی منصب راجہ جے سنگھ کا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ
ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معتزز سردار اور اس سب سے
بڑھکر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا معترض یہ چاہتے ہیں کہ مفتوح فاتح
(مرزا راجہ) کا ہمسر بنا دیا جاتا اس فتح کے صلے میں مرزا راجہ ہفت ہزاری بنائے
گئے اس وقت خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اور
فاضل خاں جس پایہ کے وزیر تھے وہ بھی کوئی پردہ کی بات نہیں تھی۔

اس کو بھی جانے دو۔ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ
معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے
راجہ کرن کو بھی پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار
عالمگیری سے یہی منصب مرحمت ہوا۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی
زیادہ معزز تھا۔ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے پدر بزرگوار ساہوجی نے سنہ
جلوس میں جب شاہجہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہاں نے یہی پنجہزاری
منصب عطا کیا (صفحہ ۳۳۴ مآثر الامرا جلد دوم)

ان حالات کو پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنا چاہیے کہ پنجہزاری منصب سیواجی

کے لیے موزوں تھا یا نہیں۔ کیا اس زمانے میں یہ پالیسی رائج تھی کہ شاہنشاہ ہند سیواجی کو دیکھ کر تخت سے اتر کر معانقہ کرتا۔ رائے قائم کرنے میں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عہد مغلیہ میں پنجہزاری منصب سے زیادہ شروع میں کسی کو مرتبہ نہیں دیا جاتا تھا مرزا راجہ جے سنگھ نے سیواجی کے لیے صرف اس قدر لکھا تھا کہ خاطرداری کی جائے تمام خط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہفت ہزاری کا وعدہ سیواجی سے کیا گیا ہے۔ سیواجی مفتوح کی حیثیت سے مرزا راجہ کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ اس لیے وعدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بات یوں ہے کہ سیواجی سے لاکھ اچھا برتاؤ کیا جاتا لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔ سیواجی کی زندگی میں پابندیٔ عہد کا کونسا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل، بیجاپور اور گولکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں، شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا انہی اور اسی قسم کے اور واقعات سے اس قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے؟ ۔

شدم آگاہ زود از خوئے آن بیداد گر وحشی
اگر لیداز وفا این کارہا کردے چہ میکردم؟

سیواجی کو جانے دو۔ اُن کے بعد جو کچھ فیاضانہ سلوک کیا گیا اور اُس کا معاوضہ سیواجی کی اولاد نے جو دیا وہ تاریخی واقعہ ہے (مضامین عالمگیر از شبلی نعمانی)

فہرست مناصب

نمبر	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ) درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	ارابہ گاڑی	کیفیت
۱	ہفت ہزاری	۴۹۰	۱۴۱	۱۱۰ قطار	۲۷ قطار		۴۵۰۰۰		۲۲۰	
۲	پنجہزاری	۳۴۰	۱۱۵	۱۰۰	۳۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰۰	۱۶۰	
۳	چہار ہزار پانصدی	۳۰۵	۹۰	۷۲	۱۸	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۷۰۰	۱۴۵	
۴	چہار ہزاری	۲۷۰	۸۰	۶۵	۱۷	۲۲۰۰۰	۲۱۸۰۰	۲۱۶۰۰	۱۳۰	
۵	سہ ہزار پانصدی	۲۳۵	۷۵	۵۷	۱۵	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۱۸۷۰۰	۱۱۵	
۶	سہ ہزاری	۲۲۰	۷۰	۵۰	۴	۱۷۰۰۰	۱۶۸۰۰	۱۶۷۰۰	۱۰۰	
۷	دو ہزار پانصدی	۱۷۰	۵۰	۴۰	۱۰	۱۴۰۰۰	۱۳۸۰۰	۱۳۷۰۰	۸۰	
۸	دو ہزاری	۱۵۰	۴۰	۳۰	۷	۱۲۰۰۰	۱۱۹۰۰	۱۱۸۰۰	۶۸	
۹	ایک ہزار پانصدی	۱۲۰	۳۵	۲۴	۵	۱۰۰۰۰	۹۸۰۰	۹۷۰۰	۵۰	

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ) درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	ارابہ گاڑی	کیفیت
۱۰	ہزاری	۱۰۴	۳۱	۱۲ قطار	۴ قطار	۸۲۰۰	۸۱۰۰	۸۰۰۰	۴۲	
۱۱	نہ صدی	۱۰۰	۳۰	۲۰	۴	۷۷۰۰	۷۴۰۰	۷۱۰۰	۴۰	
۱۲	ہشت صدی	۸۲	۲۸	۱۷	۳	۵۰۰۰	۴۷۰۰	۴۴	۳۴	
۱۳	ہفت صدی	۷۰	۱۹	۱۵	۲	۴۰۰۰	۳۷۰۰	۳۶۰۰	۲۷	
۱۴	ششش صدی	۳۸	۱۵	۱۴	۲	۳۵۰۰	۳۲۰۰	۳۰۰۰	۲۱	
۱۵	پانصدی	۳۴	۱۰	۱۳	۲	۲۸۰۰	۲۷۵۰	۲۷۰۰	۱۵	
۱۶	چہارصدی	۳۰	۹	۵	x	۲۰۰۰	۱۷۵۱	۱۵۰۰	۱۲	
۱۷	سہ صدی	۱۵	۷	۴	x	۱۴۰۰	۱۲۵۰	۱۲۰۰	۱۰	
۱۸	دو صدی	۱۲	۶	۳	x	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰	۷	ماخوذ از کتاب امرائے
۱۹	یوزباشی	۱۰	۳	۲	x	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۵	ہنود صفحات (۳۵-۲ / ۳۰۲)

مختصر حالات

(رجال متعلقہ کتاب ہذا)

ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی

جودھ بائی عرف جگت گوشائیں صبیہ مہاراجہ اودے سنگھ راٹھور والی جودھ پور کے بطن سے ۳۰ ربیع الاول ۱۰۰۰ ہجری یوم جمعہ کو بمقام لاہور پیدا ہوا۔

مہاراجہ جودھ پور کے خاندان میں سلطنت کی بساط صدہا سال سے بچھی ہوئی تھی اور رسم و رواج کی زبردست زنجیروں میں یہ خاندان بھی پورا بندھا ہوا تھا لیکن اکبر کے جادو نے اس خاندان کو بھی حلقہ بگوش کر رکھا تھا۔ اور اس گرویدگی کی وجہ سے مہاراجہ نے خاندانی رسم و رواج کو خیرباد کہکر اپنی بیٹی جگت گوشائیں کی شادی شاہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کے ساتھ رچادی۔ ۲۱ رجب ۹۹۴ھ کو شہنشاہ اکبر معہ امرائے دربار اور بیگمات کے مہاراجہ کے مکان پر گئے اور دھوم دھام کے ساتھ بیاہ لائے۔ اور خاندان کچھواہہ کے طرح یہ دوسرا خاندان تھا جو رشتہ داری کے وجہ سے سلطنتِ مغلیہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔

جب شاہزادہ خرّم (شاہجہاں) پیدا ہوا تو اکبر نے خوشیاں منائیں زر و جواہر تقسیم کئے اور جاگیریں دیں۔ پوتے کو محلسرا میں لیجا کر خدیجۃ الزمانی رقیہ بیگم کی گود میں دیدیا اور خواہش کی کہ اس کی تربیت مثل صلبی اولاد کے کی جائے تیموری اور

راٹھوری خون سے ہوئے تھے۔ اس پر سونے میں سوہاگہ اکبر اعظم کی تربیت تھی شاہزادے نے جوان ہو کر ہاتھ پیر نکالے۔ جہانگیر بیٹے کی دلیرانہ اولوالعزمیاں دیکھ کر باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ اکبر کی پالیسی ہر جگہ کامیاب رہی۔ مگر خاندان اودے پور نے اپنا سر نیاز اکبر کے دربار میں کبھی خم نہ کیا۔ اس ریاست کے مہارانا اپنا سلسلہ نسب نوشیروان عادل سے ملاتے تھے۔ ان کی عظمت یہ تھی اور ان کا دبدبہ یہ تھا کہ ریاست اودے پور کا مہارانا ہندوستان کے راجہ مہاراجہ کے ماتھے پر اپنے انگوٹھے کے خون کا تلک لگایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد گدی نشینی کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ یہی وہ ریاست ہے جس کے اولوالعزم فرماں روا مہارانا سنگرام عرف رانا سانگا نے بابری فوج کا مقابلہ ۱۳ جمادی الثانی ۹۳۳ھ کو موضع خانوہ (موجودہ فتحپور سیکری ضلع آگرہ) میں کیا اور خوب ہی داد شجاعت دی۔ مگر میدان بابر کے ہاتھ رہا۔ اکبر کی دلربا پالیسی اودے پور کو مغلوب نہ کر سکی لیکن اس شاہزادہ نے ۱۰۲۳ھ میں رانا کرن کو شکست دیکر اودے پور کے زعفرانی علم کو جو آٹھ سو برس سے گہلوت ٹھاکروں کے قلعوں پر مغرورانہ اڑ رہا تھا نیچا کر دیا۔ راجہ کرن امیروں کی سفارش کی مدد سے دربار جہانگیری میں حاضر ہوئے اور نذر گذرانی۔ جہانگیر نے خلعت گراں بہا اور منصب عطا کر کے ملک واپس دیا۔ اس نمایاں خدمت کے صلہ میں شاہزادۂ خرم کو شاہجہاں کا خطاب مرحمت ہو کر شاہی تخت کے برابر کرسی پر بیٹھنے کی عزت دی گئی۔ شاہزادہ نے قندھار، دکن اور گجرات میں اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے اور مورد مراحم خسروانہ رہا۔ جب معاملات سلطنت میں نورجہاں کا اقتدار ہوا اور ان کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا تو شاہزادہ کی خاطر اور

مدارات نہیں رہی نورجہاں نے اپنی لڑکی کا عقد جو شیر افگن خاں اُس کے پہلے شوہر سے تھی شاہزادہ شہریار سے کر دیا اور اُس کی ولیعہدی کی فکریں کرنے لگی اور ایسے داؤں پیچ مارے کہ سب مُنہ دیکھتے رہ گئے اور مست الست بادشاہ ہونہار شاہزادہ کی تباہی اور بربادی پر مستعد ہوگیا۔ کیوں نہ ہو آدھ سیر شراب اور ایک سیر کباب کے معاوضہ میں سلطنت نورجہاں کو سپرد ہو چکی تھی۔

شاہجہاں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو اُس زمانہ میں عام تھا۔ اور جس سے آج کے متمدن ممالک بھی مستثنیٰ نہیں۔ شاہزادہ شاہجہاں نے علمِ بغاوت بلند کیا اور ہندوستان میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ۸ جمادی الثانی کو شاہجہاں نے تاجِ شاہی سر پر رکھا اس بادشاہ کے زمانہ میں بیجاپور اور گول کنڈہ کی اسلامی ریاستیں دہلی کی باجگزار ہوئیں اور احمد نگر کی سلطنت مطیع ہوئی۔

میرے مکرم مولوی سعید احمد صاحب مارہروی نے خوب ہی لکھا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے سامنے اگر اُن کا بدترین دشمن عذرخواہ ہوتا تھا تو اُن کی آنکھ جھپک جاتی تھی۔ اکبر کے زمانہ سے بہادر شاہ کے زمانہ تک یہ حالت قائم رہی۔ شاہجہاں بھی جرم بخش اور عذر پذیر تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ اور صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ زمین بوسی کی رسم اکبر اعظم کے وقت سے جاری تھی اور چونکہ خلافِ شعائرِ اسلام تھی اس لیئے شاہجہاں نے موقوف کر دی۔ منصف مزاج اور رحم دل تھا۔ عمارتوں کا بیحد شوقین اور یہ شوق جنوں کے حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس قدر تھا کہ شاہانِ مغلیہ میں اس کے قبل یا بعد کوئی بادشاہ اس کا ہمسر نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ہندوستان

کے بادشاہوں میں جو شان اور شکوہ اس کی تھی وہ کسی دوسرے بادشاہ کو حاصل نہ تھی۔

اکبر آباد، دہلی، لاہور اور قندھار کی خوبصورت اور بے مثال عمارتیں آج بھی اسی بانی کے نفاست مزاج اور عالی حوصلگی کی زندہ مثالیں ہیں ممتاز محل (تاج بی بی) کا روضہ ۵۰ لاکھ کی لاگت سے تیار کرایا۔ یہ نادر اور عجوبۂ روزگار روضہ آج بھی دنیا کے سیاحوں کی نگاہوں میں چکا چوند پیدا کرتا ہے۔ دہلی کو از سر نو تعمیر کرا کے اس کا نام شاہجہاں آباد رکھا تخت طاؤس ۵۰ لاکھ کی لاگت سے بنوایا۔

ملک گیری کی ہوس تیموری خاصہ ہے اس لئے شاہجہاں کو بھی وہی شوق رہا جو اکبر اعظم اور اس کے اجداد کو تھا۔ قندھار کا موروثی ملک ہاتھ سے نکل گیا۔ مرتے دم تک حسرت باقی رہی۔ لڑکوں کو بھیجا بڑے بڑے امیر اور فوجی افسر ساتھ کئے گئے۔ سب کچھ فکریں کیں مگر قندھار کا ملک نہ ملنا تھا نہ ملا۔

شاہجہاں علم دوست، ہنر پرور حکمراں تھا۔ اس کے عہد میں پنجاب کے اکثر سرحدی مقامات کے ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کو زبردستی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اور مسجدیں توڑ کر مندر بنوائے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ مسلمان عورتوں کو قبضہ سے نکلوا لیا۔ اور مندر بدستور مسجدیں بنوائی گئیں۔ بنارس کا جدید تعمیر شدہ مندر جو بلا اجازت بنوا لیا گیا تھا توڑ دیا۔ (مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو شاہجہاں نامہ عبدالحمید لاہوری۔ سفر پنجاب)

ہر علم اور کمال کے لوگوں کی موجودگی سے اس کا دربار علم و فضل کا ایک مرقع تھا۔ شاہجہاں جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا کوئی جھگڑا پیدا

نہیں ہوا لیکن اخیر میں بوجہ علالت تمام اختیارات شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ میں آگئے۔ اور شاہزادے اس وقت اپنے اپنے صوبوں میں تھے شاہزادہ داراشکوہ جس مزاج کے تھے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ بھائیوں میں کدورتیں پیدا ہوئیں اور آخرش سلطنت عالمگیر کے ہاتھ آئی اور حضرت شاہجہاں کا باقی زمانہ در رمضان ۱۰۶۸ھ لغایتہ ۲۶ ر رجب ۱۰۷۶ھ قلعہ اکبرآباد کی چہار دیواری میں گذرا۔ مرنے کے بعد روضۂ تاج بی بی میں دفن ہوا شاہجہاں فقیر دوست اور غریب پرور تھا۔ بی بی اور اولاد کے ساتھ ایسی محبت تھی جو اس وقت بادشاہوں میں کم ہوتی تھی۔

تاریخ وفات شاہجہاں

سالِ تاریخ فوتِ شاہجہاں رضی اللہ گفت اشرف خان
۱۰۷۶ھ

۲۔ محی الدین محمدؒ اورنگزیب عالمگیر

نام شاہزادہ اورنگزیب تھا۔ اورارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بطن سے ۱۵ ر ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ یوم یکشنبہ کو بمقام دوحد مضافِ گجرات پیدا ہوا تاریخ پیدائش۔

داد ایزد بپسرِ شاہ جہاں خلقے ہمچو مہر عالمتاب
تاجِ صاحبقرانِ ثانی یافت گوہر بحر ازو گرفت حساب
نامش اورنگزیب کرد فلک تخت زیں پایہ شد سپہر جناب
طبع دریافت سالِ تاریخش زدر رقم آفتاب عالمتاب
۱۰۲۷ھ (کلیم)

جب تعلیم کا زمانہ آیا تو خوش قسمتی سے بڑے پایہ کے فاضلان اہل کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی عربی اور فارسی علم ادب میں وحید عصر مولوی سید محمد قنوجی کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ دیگر علوم متداولہ بھی بڑے پایہ کے عالموں سے حاصل کئے۔ علامہ سعد اللہ خاں دستور معظم کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہ کرنے کا فخر اورنگ زیب کو حاصل تھا۔ شاہان مغلیہ میں پہلے جس شاہزادہ کو حفظ کلام مجید کی سعادت نصیب تھی وہ اورنگ زیب ہی تھا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شاہجہاں نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ کو شاہزادہ کا عقد بانو بیگم صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ کر دیا۔ خود بادشاہ سلامت بیاہنے گئے۔ تاریخ عقد "دو گوہر یک عقد دوراں کشیدہ" (۱۰۴۷ ہجری)

شاہزادہ اورنگ زیب۔ قندھار اور دکھن کی مہم پر تعینات ہوا اور کامیاب رہا۔ صوم و صلوٰۃ کا اس قدر پابند تھا کہ بلخ کی لڑائی میں نماز ظہر کا وقت آیا اور لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی لیکن اورنگ زیب نے نماز شروع کر دی عبد العزیز جو بلخ کی فوج کو لڑا رہا تھا شاہزادہ کے استقلال سے اسقدر متاثر ہوا کہ فوراً صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور اپنے افسروں سے کہنے لگا کہ ایسے شخص کے خلاف تلوار اٹھانا مشیت ایزدی کے خلاف لڑنا ہے۔ اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

عالمگیر کو تفسیر اور حدیث پر عبور تھا۔ فارسی انشا پردازی میں خاص ملکہ تھا۔ ترکی بھی جانتا تھا۔ ہندی بولنے میں اچھی مہارت تھی۔ فتاوی عالمگیری دو لاکھ کے صرفہ سے مختلف کتب شرعیہ سے شیخ نظام کی نگرانی میں تیار کرائی

جس میں مذہب حنفیہ کے مسائل کی چھان بین کی ہے

حضرت شاہجہاں بیٹے کے علم اور ہمہ دانی کی قدر و منزلت کرتے تھے لیکن شاہزادہ دارا شکوہ ان کو اپنا حریف سمجھتا تھا۔ اور دونوں شاہزادوں کے دلوں میں کدورتیں پرورش پاتی رہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ آیا کہ حضرت شاہجہاں کی علالت کی وجہ سے شاہزادہ دارا شکوہ کا اقتدار بڑھا۔ عالمگیر دکن میں فتوحات کر رہا تھا۔ دارا شکوہ کی جانب سے امداد بند ہوئی اور امیر واپس طلب ہوئے۔ عالمگیر کو لڑنے کا موقع ہاتھ آیا اور دونوں شاہزادوں میں لڑائی ہوئی۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو شکست اٹھانی پڑی۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ اورنگ زیب نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر تاجپوشی کی رسم ۱۰ رمضان شریف ۱۰۶۹ھ کو ادا کی گئی۔ عبد الرشید نے آیۂ کلام اللہ سے تاریخ نکالی۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

عالمگیر کے عہد سلطنت میں جو اصلاحات ہوئیں ان میں چند یہ ہیں

(۱) مسکرات کا استعمال موقوف کیا گیا۔

(۲) مسکرات سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی وہ ناجائز قرار دی گئی۔

(۳) محتسب تمام ملک میں مقرر ہوئے۔

(۴) شرعی وکیل ممالک محروسہ میں مقرر کئے گئے اور احکام جاری ہوئے کہ جس کسی کو سلطنت کے خلاف دعویٰ ہو وہ وکیل شرعی پر دعویٰ کر کے اپنی دادرسی کرائے۔

(۵) پرچہ نویسی کا انتظام اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔

(۶) راستے اور سڑکیں اسقدر محفوظ کر دی گئیں کہ رہزنی نام کو نہ رہی اور اگر کسی شاہزادہ کے صوبہ میں جرم ہوا تو بلا تحقیقات شاہزادہ سے مدعی کے نقصان کی تلافی کرائی گئی اور شاہزادہ پر جرمانہ علاوہ بریں

(۷) رقص و سرود قطعاً بند۔

(۸) سکہ کے ایک طرف کلمۂ طیبہ تھا اور سکہ زمین پر پھینکا جاتا تھا پیروں تلے آجایا کرتا تھا۔ عدالتوں میں حاکم اونچی جگہ بیٹھتا تھا اور روپیہ وغیرہ جو جمع ہوتا وہ اہلکاروں کے پاس فرش پر۔ ان تمام امور پر نظر کرکے عالمگیر نے حکم دیا کہ اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اس طرح بے ادبی ہوتی ہے اس لیے آیندہ کلمہ نہ نقش کیا جائے۔

بات تو صرف اسقدر تھی لیکن معترضین لکھتے ہیں کہ چونکہ سکہ مشرکین کے ہاتھوں میں آتا تھا اور وہ نجس تھے اس لیے کلمہ کی بابتہ یہ حکم دیا گیا۔

مندرجہ بالا اسباب کتابوں میں درج تھے وہ تو میں نے دیکھ لیے۔ جو اسباب میرے دوست بیان کرتے ہیں وہ میں نے کہیں نہیں دیکھے اور دیکھتا کہاں سے۔ تنقید کا جو فن آج کل رائج ہے وہ پہلے نہ تھا۔ اس لیے اس زمانہ کے مورخین نے جو واقعی اسباب تھے وہ بیان کر دئے۔ ان کو کیا خبر تھی کہ زمانہ اس قدر ترقی کرے گا کہ تاریخ نویس کو حسب دل خواہ نتیجہ نکالنے کے لیے تاریخی واقعات میں ردوبدل کرنا پڑیگا اگر تنقید اسی کا نام ہے تو غلط استنباط کس چیز کا نام ہوگا۔

اورنگ زیب پر یہ بھی الزام ہے کہ اس کی متعصبانہ پالیسی کی وجہ سے راجپوتانہ کے والیانِ ملک اور دوسرے ہندو راجہ اس کے دشمن ہوگئے تھے اور انھوں نے جودھپور کی لڑائی کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی حمایت میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ امرائے ہنود کی ایک فہرست دے دی گئی ہے جس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ یہ الزام بھی سچائی سے منزلوں دور ہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی راجہ بھیم پنجہزاری امیر عالمگیر کے جھنڈے کے نیچے مرہٹوں سے لڑے اور اسی ملک میں ان کا انتقال ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اکبر اور شاہجہاں کے عہد میں سلطنت کے قیام کا بار صرف راجپوت قوم کے کندھوں پر تھا۔ لیکن عالمگیر کے زمانہ میں ایرانی اور تورانی امیر اور شاہزادے یلغار کرتے اور لڑتے تھے۔ راجپوت سردار اور والیانِ ملک ان کے ساتھ جاتے تھے سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے اور انعام اور منصب پاتے تھے۔

ایامِ شاہزادگی میں دکھن عالمگیر کا جولاں گاہ تھا اور اسی حصۂ ملک کا یہ صوبہ دار بھی تھا۔ بادشاہ ہونے کے بعد وہ دیگر اطراف کے جانب متوجہ ہوا۔ اور مرہٹوں نے تمام ملک میں غدر مچا دیا۔ دیہات اور قصبوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور آگ لگا دیتے تھے۔ تجارت بند ہوگئی۔ راستے خطرناک ہوگئے۔ حاجیوں کے جہاز لوٹے اور تباہ کیے گئے۔ عالمگیر نے شاہزادہ معظم کو بھیجا۔ ایرانی تورانی امیر گئے۔ راجپوت راجہ مہاراجہ گئے فوری انتظام تو ہوگیا۔ لیکن جڑ باقی رہی عالمگیر نے بنفسِ نفیس دکھن پر فوج کشی کی اور ۸۵ سال کی عمر میں عزم اور استقلال

کی اس زندہ تصویر نے دکھن فتح کیا۔ کونکن اور بالا گھاٹ کے ضلع دشوار گذار قلعے مرہٹوں سے فتح کرنے کے بعد بساطِ حکومت جمانے کا کام لڑکوں کے سپرد کر گیا۔ لیکن عالمگیر کے مرنے کے بعد لڑکوں نے دکھن میں خانہ جنگی کا نقشہ جما دیا اور اس طرح نو مفتوحہ ملک ہاتھوں سے کھو دیئے جناں فیروز جنگ نے ریاست حیدر آباد پر قبضہ قائم رکھا اور اب دکھن میں عالمگیر کی جانفشانیوں کی یادگار یہی ایک ریاست ہے۔

زمانۂ حال کے اکثر تعلیم یافتہ اُنیسویں صدی کی عینک سے انگریزی تواریخ کے مطالعہ کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ عالمگیر نے اسلامی ریاستوں کو تباہ کر کے مرہٹہ قوم کو طاقتور بنا دیا۔ لیکن میرے دوست اگر فارسی تواریخ کا مطالعہ فرمائیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے وقت میں صرف حیدر آباد اور بیجاپور کی برائے نام ریاستیں قائم تو تھیں لیکن مرہٹوں کے بالکل اثر میں تھیں۔ اگر عالمگیر ان کا قلع قمع نہ کرتا تو حیدر آباد کی ریاست بھی نہ ہوتی اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دکھن میں اسلام کی آج کیا حالت ہوتی۔

عالمگیر کی سلطنت کی وسعت یہی تھی جو آجکل برٹش کی ہے۔ البتہ صوبہ برما شامل نہ تھا لیکن آج کل نہ تو تبت شاملِ سلطنتِ ہند ہے اور نہ کابل۔ اور عالمگیر کے زمانہ میں یہ دونوں ملک بھی ہندوستان کے صوبے تھے۔

عالمگیر دکھن کی چپہ چپہ زمین فتح کرنے کے بعد سنہ ۱۱۱۷ھ میں احمد نگر واپس آیا اور فرمایا "احمد نگر خاتمۂ السفر است" اور یہی ہوا

۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ کو جمعہ کے دن پہر دن چڑھے احمد نگر میں انتقال کیا۔ عمر اکیانوے سال ۱۳ یوم اور مدتِ سلطنت ۵۰ سال دو ماہ ۲۷ یوم۔ تاریخ وفات رَوح و ریحان وجنۃ النعیم حضرت زین الدین کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

عالمگیر کے مزاج میں متانت اور سنجیدگی تھی۔ کبھی نامناسب لفظ اُس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ رحیم اور وسیع النظر تھا۔ خطا بخش اور جرم پوش تھا۔ انصاف کا دریائے اعظم، اہلِ کمال کا قدرداں، لوگوں سے اخلاق سے پیش آتا تھا۔ لہو ولعب سے محترز اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا تھا۔ اُس نے زبان قادر الکلام پائی تھی اُس کی تحریریں دیکھ کر لوگوں کو تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشور سخن زیرِ قلم۔ برجستہ اشعار کا حوالہ دیتا تھا اخیر عمر میں ان شعروں کو زیادہ پڑھا کرتا تھا۔

بہشتاد و نود چوں در رسیدی — بسا سختی کہ از دوراں کشیدی
وازاں جا چوں بصد منزل درآئی — بود مرگے بشکلِ زندگانی
پس آں بہتر کہ خود را شاد داری — دراں شادی خدا را یاد داری

بیماری کے زمانہ میں محمد اخلاص عنایت اللہ خاں نے لسان الغیب سے فال نکالی تو یہ اشعار نکلے:۔

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود — سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود
بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہِ رنداں جہاں خواہد بود

عنایت اللہ خاں بادشاہ کی زیست سے ناامید ہوگئے اور کتاب رکھ دی دوسرے دن حضرت عالمگیر نے رحلت فرمائی۔ دفن کے بعد ان دونوں نے قاضی سید حیدر سے فال کا حال بیان کر کے اشعار سنائے لیکن مصرع کسی طرح یاد نہ آیا۔ اسباب بندھ چکا تھا اس لئے دیوان میسر نہ آیا اور قصہ رفت گذشت ہوگیا۔ لیکن رات کو محمد اخلاص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عالمگیر مزار سے سر نکالکر فرماتے ہیں محمد اخلاص سنو:

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

کیا یہ شعر آج بھی صداقت کی زندہ تصویر نہیں ہے، اور کیا آج بھی سلطنت مغلیہ کا یہ زبردست بادشاہ خاک دکن میں اپنی عظمت اور جبروت کا ڈنکا نہیں بجا رہا ہے؟

۳۔ شاہزادہ معظم بہادر شاہ

معظم شاہ ۳۰ رجب ۱۰۵۳ھ ہجری کو نواب بائی صبیہ راجہ راجو والی کشمیر کے بطن سے پیدا ہوئے۔ نواب بائی کا خطاب بادشاہ بیگم تھا۔ بہادر شاہ حافظ کلام ربانی تھے۔ علم قرأت اور تجوید سے آگاہ۔ تلاوت اس طرح فرماتے تھے کہ سامعین کا دل بھر آتا تھا علم حدیث میں قدوۃ المحدثین کہلاتے تھے اور عربی زبان مثل اہل زبان کے بولتے تھے علم تفسیر اور حدیث کے مطالعہ کا بیحد شوق تھا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کی اطاعت اور فرمانبرداری مثل غلام کے کرتے تھے لیکن اولوالعزمی سے خالی تھے اور مزاج میں بے پروائی اور سادگی زیادہ تھی۔

صوبہ کابل۔ دکھن اور بنگال میں صوبہ دار رہے۔

حیدرآباد کی مہم پر تعینات ہوئے تو بدخواہوں نے ان کی جانب سے حضرت عالمگیر کے دل میں شکوک پیدا کر دیئے۔ نواب بیگم کی سفارش سے جعل خوروں کا منہ کالا ہوا لیکن دوسرے مرتبہ وار خالی نہ گیا اور شاہزادہ معظم نظربند کر دئے گئے عالمگیر رہائی حاصل کرنے کے لیئے اُن کو دعائیں تبلاتا تھا کہ پڑھو۔ ایک گستاخ امیر نے عرض کیا کہ جب اس قدر گرویدگی ہے تو شاہزادہ کو رہا کیوں نہیں فرما دیتے دعا اور تعویذ کی کیا ضرورت ہے؟ عالمگیر نے جواب دیا کہ اس کی ضرورت یوں ہے کہ مقلب القلوب ان کی برکت سے میرا دل شاہزادہ کی طرف سے صاف کر دے اور شاہزادہ زندان تادیب سے رہائی پائے۔ اس زمانہ میں بھی شاہزادہ فرمانبرداری اور سعادتمندی کو اپنا شعار بنائے رہا۔

نواب بیگم کے انتقال کے بعد ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۲ھ کو شاہزادہ کو آزاد فرمایا اور صوبہ پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور میر خاں کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۰۹ھ میں صوبہ داری کابل کے اہم فرائض ان کے سپرد کیے گئے۔

ان دونوں موقعوں پر عالمگیر نے جو نصیحتیں شاہزادہ معظم کو کیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اُس وقت سے کابل میں صوبہ دار رہے اور اسی صوبہ میں عالمگیر کے انتقال کی خبر پا کر ۳ محرم سنہ ۱۱۱۹ھ کو نواح کابل میں تاج شاہی سر پر رکھکر قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ بادشاہ غازی لقب اختیار کیا۔

منعم خاں انکے معتمد افسر تھے۔ ان کو خان خاناں، عمدۃ الملک، صمصام الدولہ یار وفادار اور ظفر جنگ کے خطابات مرحمت ہو کر قلمدان وزارت سپرد ہوا۔

اور امیر الامرا۔ عمدۃ الملک اسد خاں وکیل مطلق ہوئے۔ شاہزادگان محمد اعظم شاہ اور کام بخش نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل نہ کیا بھائیوں میں لڑائی ہوئی اور دونوں مارے گئے۔ بہادر شاہ کو بھائیوں کے مارے جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ ان کی اولاد کو آخر عمر تک اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا۔ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے کہ کون بہادر شاہ کا لڑکا ہے اور کون بھتیجا۔ زمانہ کی تاریخ ایسی مثال سے خالی ہے۔

بہادر شاہ۔ اپنے بھائیوں سے فارغ نہ ہوا تھا کہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جودھ پور نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سنی تو پہاڑوں سے نکل کر جودھ پور واپس آ گیا اور مسجدوں کا انہدام شروع کر دیا۔ اذانیں بند کرا دیں اور مسلمانوں پر مظالم شروع کر دئے۔ مہارانا اودے پور بھی اجیت سنگھ کے شریک حال ہو گئے لیکن اپنی ریاست میں مسجدیں وغیرہ شہید نہیں کرائیں۔

بہادر شاہ دکن سے واپس آ کر راجپوتانہ کی جانب متوجہ ہوئے تو مہاراجہ نے حاضر ہو کر معافی چاہی۔ بہادر شاہ نے دونوں مہراجوں کا قصور معاف کر کے منصب واپس دئے۔

بادشاہ ابھی راجپوتانہ میں تھا کہ سکھوں کے بغاوت کی خبریں آنا شروع ہوئیں سکھوں میں گرو نانک جی کی مذہبی تعلیم اختلاط پر تھی۔ ان کے جانشین گرو گوبند جی نے معاملاتِ ملکی میں مداخلت شروع کر دی اس لیے شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ گورو گوبند شکست اٹھا کر افغانی دوستوں کی مدد سے بہ تبدیل لباس چھاؤنی سرہند سے بچتے ہوئے اپنے وطن واپس آئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے بعد قضا کر گئے۔ انھیں کے حکم کی تعمیل میں ان کے

معتقدین نے سر اور ڈاڑھی کے بال کٹوانا اور مونڈوانا چھوڑ دیا۔ اور سیاہ لباس پہننے لگے اور آج بھی اُس کی تعمیل ہوتی ہے۔

بہادر شاہ کے وقت میں گوبند جی اپنے گرو کے جانشین ہوئے۔ ان کا انتقامی جوش بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا گورو گوبند نے بیکس اور ضعیف مسلمان مرد اور عورتوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کیئے۔ حاملہ مسلمان عورتوں کو کھڑے کھڑے قتل کرا دیا۔ بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور گرو گوبند پہاڑوں میں جا چھپے اور عہد فرخ سیر میں عبد الصمد خاں صوبہ دار کشمیر کے ذریعہ سے گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ شمالی ہندوستان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن دکھن میں سناٹا تھا۔ اور اس لئے تھا کہ مرہٹہ قوت عالمگیر کے ہاتھوں تباہ ہو چکی تھی اور جان باقی نہ تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ذرّے موجود تھے اور اُن میں بالیدگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مرہٹوں نے سر اُٹھایا اور اگر احمد شاہ دُرّانی نے پانی پت کے میدان میں اس بڑھتے ہوئے طوفان کو نہ روکا ہوتا تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔

سکھوں کی بغاوت کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت میں امن و امان قائم ہو گیا۔ نہ تو کبھی فوج کشی کی نوبت آئی اور نہ کوئی ملک ہی فتح ہوا۔

بہادر شاہ میں وہ تمام باتیں موجود پائی گئیں جو حضرت عالمگیر نے ان کو سامنے بٹھلا کر ایک موقع پر بتلا دی تھیں اور جن کا ذکر اس کتاب میں اپنے موقع پر آچکا ہے

حکومت کمزور تھی لیکن پھر بھی ان کا عہد غنیمت تھا اور یوں کہنا چاہیئے کہ

انھوں نے سلطنت کی شان اور آن بان کو قائم رکھا۔ سخاوت، عیب پوشی، خطا بخشی میں یگانۂ روزگار لیکن امورِ سلطنت سے بے پروا تھے راتوں کو جاگتے تھے اور دن چڑھے سو کر اٹھتے تھے۔

بہادر شاہ کی شادی سنہ ۴ جلوس عالمگیری میں صبیہ روپ سنگھ راٹھور کے ساتھ ہوئی اور اس بیگم کے بطن سے شاہزادہ محمد عظیم پیدا ہوئے۔

اس فقیر دوست بادشاہ نے ۷۳ سال کی عمر میں ۲۱ محرم سنہ ۱۱۲۴ ہجری یوم دوشنبہ کو انتقال کیا۔ اور قدوۃ الاصفیا حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیا کے احاطہ میں بمقام دہلی دفن ہوئے۔ مدت سلطنت ۵ سال دو ماہ۔

۴ ۔ دارا شکوہ

یہ شاہجہاں کے بڑے لڑکے تھے۔ ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ کو پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۴۳ھ میں نادرہ بانو بیگم صبیہ شاہزادہ پرویز سے نکاح ہوا۔ سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ انہی بیگم کے بطن سے تھے۔ عربی و فارسی زبان پر مثل اہل زبان کے عبور تھا۔ سنسکرت کی تعلیم بنارس میں بہترین پنڈتوں سے حاصل کی تھی۔ ان کے قیام کے لیے بنارس میں عمارت بنوادی گئی تھی۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اور پرانی عدالت کے نام سے مشہور ہے۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو علمی ذوق تھا صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ سفینۃ الاولیا، مجمع البحرین، سرِ اسرارِ حق نما وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ دارا شکوہ صوفی مزاج تھے اور ہر فرقہ کے فقیروں سے علی العموم مگر جناب شاہ محب اللہ الہ آبادی سے خصوصیت

کے ساتھ عقیدت تھی۔ شاہزادہ کا عقیدہ تھا ہمہ اوست۔ اس لئے علمائے شریعت اُن کے مذہبی عقائد سے بدظن تھے۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھا۔ لیکن مغلوب الغضب اور کینہ پرور۔ متانت اور سنجیدگی سے کوسوں دور۔ بڑے سے بڑے امیروں کو معمولی بات پر ذلیل کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شاہجہاں کے زمانۂ علالت میں امور سلطنت شاہزادہ دارشکوہ انجام دینے لگا۔ اسی وجہ سے قصے شروع ہو گئے اُس وقت شاہزادہ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم میں ہمہ تن مصروف تھا شاہزادہ دارشکوہ نے مدد بند کر دی۔ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم کو ختم کر کے ہندوستان روانہ ہوگیا۔

شاہزادہ دارشکوہ نے مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو ہفت ہزاری منصب عطا فرما کر اور انعام اکرام سے مالا مال کر کے مالوہ کی صوبہ داری مرحمت فرمائی اور اُس فوج کا اعلیٰ افسر مقرر کیا جو شاہزادہ اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لیئے مامور ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے نواح اجین میں مورچہ جمایا۔ اور باوجود اورنگ زیب کی منت وسماجت کے راستہ نہ دیا۔ اورنگ زیب نے مقابلہ کیا اور مہاراجہ شکست کھا کر جودھپور چلدئے اس کے بعد اورنگ زیب نواح آگرہ میں دریائے چنبل عبور کر کے سموگڈھ پہونچے اور حضرت خلافت پناہی کو ایک مفصل عریضہ لکھا جو دربار میں پڑھا گیا۔ امرائے سلطنت نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت سموگڈھ چلکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں تو سب

معاملات طے ہو جائیں گے۔ لیکن شاہزادہ دارا شکوہ نے سختی کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا " من عنقریب ایں کوتاہ پائچا ہا را دشرعی پائجامہ والے) " درجلیب ستر سال دراو بیکانیر اور خاندانی خطاب راجگی عالمگیر نے عطا فرمایا) خواہم دو اتید۔

تیر کمان سے نکل چکا تھا مسلمان امیر سناٹے میں آگئے اس لیے کہ دارا شکوہ کا ایسا کر ڈالنا معمولی بات تھی۔ تم ہی انصاف کرو ایسی صورت میں مسلمان امیر کیا خاک لڑے ہونگے۔

بادشاہ سلامت بے بس تھے۔ کچھ نہ کر سکے اور سموگڑھ میں دونوں بھائیوں کا مقابلہ رمضان ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔ دارا شکوہ کو شکست ہوئی یہی متفقہ قوت اگر دکھن میں کارفرمائی کرتی تو یہ ملک برسوں پہلے آسانی کے ساتھ فتح ہو گیا ہوتا۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر شاہزادہ دارا شکوہ نے راجپوتانہ کا رخ کیا۔ لیکن وہاں کی زمین اور آسمان دشمن ہو رہے تھے مجبوراً گجرات چلے یہاں کے صوبہ دار نے فوج فراہم کرنے میں مدد دی ابھی انتظام مکمل نہ ہوا تھا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھ پور کے قاصد نے پہونچکر خبر دی کہ تمام راجپوت والیانِ ملک چشم براہ ہیں شاہزادہ مع اپنی فوج کے روانہ ہو گیا۔ لیکن نواح اجمیر میں پہونچکر خبر ملی کہ مہاراجہ جسونت سنگھ دوسرے مرتبہ عفوِ تقصیر کے سلسلہ میں بارگاہ عالمگیری کو جا رہے ہیں۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے راجپوت والیانِ ملک کے ساتھ بہت کچھ احسانات کیے تھے اس لیے یہ سنکر اس کو حیرت ہوئی اور شاہزادہ سپہر شکوہ کو پیام دیکر روانہ کیا۔ لیکن مہاراجہ

نے کچھ پروانہ کی اور روانہ ہو گئے۔ کسی دوسرے والیِ ملک نے بھی مدد نہ دی۔ اپنی فوج پر بھروسا کر کے شاہزادہ دارا شکوہ نے نواح اجمیر میں پھر تقدیر آزمائی کی اور ناکامیاب رہے۔ اس مرتبہ جان بچانا مشکل تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ نے راجگان سروہی، پالن پور وغیرہ کو راستہ روکنے اور گرفتار کر لینے کے احکام جاری کر دیے تھے۔ اور ہر راجہ کو اس کی آرزو تھی کہ اگر دارا شکوہ ملجاتا تو تقدیر کھل جاتی۔ شاہزادہ دارا شکوہ جان بچاتے ہوئے کچھ پہونچے۔ وہاں کے راجہ نے خاندان تیموریہ کے ساتھ قرابت قائم کرنے کی تمنا میں اپنی لڑکی کا عقد سپہر شکوہ سے کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ہسٹری مرتبہ پروفیسر سرکار)

یہاں سے شاہزادہ نے سرحد کے جانب رخ کیا لیکن راجپوتانہ کے قریب اس لٹے ہوئے قافلہ کو جاٹوں نے لوٹ لیا۔ اُن کا یہ کارنامہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس قوم کے ساتھ بھی شاہزادہ نے احسانات کیے تھے۔ شکاریوں سے بچتا ہوا اور بیمار بیگم کو لیئے ہوئے مُلک وادرہ میں پہونچا جو درہ بولن سے ۹ میل ہے۔ دارا شکوہ نے یہاں کے خان ملک جیون کی جان بخشی کرائی تھی۔ اس لئے وفا کی امید تھی۔ لیکن ؎

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

اسی جگہ نادرہ بیگم (شاہزادہ کی عزیز بیگم) نے رمضان ۱۰۶۹ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بیگم حضرت میاں میر قدس سرہ العزیز کی عقیدت مند تھیں اس لیئے ان کی نعش دفن کے لیئے لاہور بھیجی گئی اور جو کچھ جماعت تھی وہ نعش

کے ہمراہ روانہ ہوگئی۔

شاہزادہ داراشکوہ تنہا رہ گئے اُس وقت ملک جیون نے کمینہ پن کا ثبوت دیکر شاہزادہ کو دربار میں حاضر کر دیا۔ اور صلہ میں ہزاری منصب سے سرفراز ہوکر بختیار خاں کے خطاب سے مفتخر کئے گئے۔ اس نمک حرامی اور دغا بازی کا صلہ جیسا سمجھے تھے ویسا نہ ملا۔

حضرت داراشکوہ کا آخری نتیجہ وہی ہوا جو اُس زمانہ میں دعویداران سلطنت کا ہوا کرتا تھا۔

۵۔ شاہزادہ محمد اعظم

یہ حضرت عالمگیر کا بیٹا تھا۔ دلرس بانو بیگم صبیّہ شاہ نواز خاں کے بطن سے ۲۵ر شعبان ۱۰۶۳ھ کو پیدا ہوا۔

مزاج میں شورش زیادہ تھی اور اپنے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا۔ ۱۷ر صفر ۱۰۸۰ھ کو زیب بانو بیگم صبیّہ شاہزادۂ داراشکوہ سے اس کا عقد ہوا۔

اس شاہزادہ نے سلطنت کے ہر گوشہ میں عالمگیری ڈنکہ بجایا۔ ملک دکھن میں بادشاہ کے زیر نگرانی قلعوں پر قلعے فتح کئے۔ اور مورد تحسین و آفرین ہوا۔ بلند ہمت اور سیر چشم تھا لیکن اس کی مزاجی کیفیت کی وجہ سے عالمگیر اس سے زیادہ کسی دوسرے شاہزادہ کو پند و نصائح نہیں کرتا تھا۔

ہر موقعہ پر رقعے لکھکر اس کو نشیب و فراز سمجھاتا رہتا تھا۔ حالانکہ اس کی طبیعت سے خوب واقف تھا۔

"تربیت نااہل راچوں گردگاں بر گنبد است"

شاہزادۂ اعظم نے نہایت سرکش صوبوں میں صوبہ داری کی اور بایدو شاید طریقہ سے خدمات انجام دئے۔ جب عالمگیر کا آخری وقت قریب ہوا تو ضروری وصیتوں کے بعد شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے صوبہ میں واپس جائیں یہ مشکل سے ۲۵ کوس پہونچے ہونگے کہ حضرت عالمگیر کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی اسی وقت احمد نگر واپس آکر بموجب وصیت تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

چونکہ دماغ میں سلطنت و حکومت کا دریا موجزن تھا اس لیئے ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بمقام برہان پور (باغ شالامار) تاج شاہی سر پر رکھکر سکّہ کو اس شعر سے زینت بخشی ؎

سکہ زد در جہاں بدولت و جاہ ‌ ‌ ‌ بادشاہِ ممالک اعظم شاہ

اگر اعظم شاہ نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل کیا ہوتا تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی اور سلطنت مغلیہ یوں تباہ و برباد نہ ہوتی۔ مگر منظورِ خدا یہی تھا اور وہی ہو کر رہا۔ بہادر شاہ نے لڑائی کو ٹالا۔ لیکن شاہزادہ محمد اعظم نے ایک نہ سُنی اور کثیر فوج کے ساتھ بھائی کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہو گئے۔ دونوں

نومبر ۱۷۰۷ء جاجئو نواحِ آگرہ میں مقابل ہوئیں۔ اعظم شاہ معہ شاہزادگان (بیدار بخت اور والا جاہ) مارے گئے اور فوج بھاگ گئی۔ نعش مقبرۂ ہمایوں میں ۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو سپردِ خاک ہوئی۔ شاہزادہ اعظم کے دو لڑکے زندہ رہے اور ان دونوں نے بہادر شاہ کے ظلِ عاطفت میں پرورش پائی۔

۶۔ شاہزادہ کام بخش

عالمگیر کا سب سے چھوٹا اور چہیتا لڑکا تھا۔ ۱۰ رمضان ۱۰۷۷ھ کو اودے پوری بیگم کے بطن سے دکھن میں پیدا ہوا۔ حافظِ کلامِ ربانی تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے زیادہ قابل اور ترکی زبان میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ نہایت بہادر اور غیور تھا۔ لیکن ناعاقبت اندیش۔ مہم جنجی پر تعینات ہوا تو راجہ رام مرہٹہ سے سازباز کرلی۔

راؤ دلیپ سنگھ بوندیلہ اور نواب ذوالفقار خاں نے نقل و حرکت کی بندش کر کے زیرِ حراست شاہی کیمپ کو واپس کیا۔ کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد منصب وغیرہ بحال ہوگیا اور پھر خدمات انجام دینے لگے۔

لہ دھولپور اور اکبرآباد کے درمیان ریلوے اسٹیشن ہے۔ سرائے جاجئو ایک موضع ہے اب بھی سنگ خام کی اعلیٰ درجہ کی عمارتیں موجود ہیں۔ اور ایک نفیس مسجد بھی باقی ہے اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی گئے ہیں۔ اس کے متصل سرِ راہ (جو آگرہ سے گوالیار کو جاتی ہے) ایک پختہ ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے۔

وفات کے کچھ دنوں پہلے عالمگیر نے صوبجات حیدرآباد اور بیجاپور ان کو مرحمت فرما کر حکم دیا تھا کہ شاہی خیمہ کے سامنے سے نقارہ بجواتے ہوئے اپنے صوبہ کو جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ملک ان کو بشرط اطاعت بادشاہ وقت واداے خراج مرحمت ہوا ہے۔ اِنھوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

ان کے اور شاہزادہ اعظم کے لئے عالمگیر نے جو کچھ انتظامات مدتوں پہلے تجویز کر رکھے تھے اس سے شاہزادہ معظم کو عملی جامہ پہنانے کے قبل ہی عالمگیر آگاہ کر چکے تھے اور شاہزادہ نے بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ لیکن عالمگیر کی وفات کے بعد ہی انھوں نے بہادر شاہ کو شہنشاہ تسلیم نہیں کیا اور اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور نواحِ حیدرآباد میں لڑائی کا نقشہ جم گیا تم ہی انصاف کرو کہ نو مفتوحہ ملک میں ابھی پورا تسلط و اقتدار نہیں ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ متفقہ کوشش سے کارفرمائی کیجاتی تو قبضہ مضبوط و مستحکم ہو جاتا لیکن یہ کچھ تو نہ ہو سکا مگر عالمگیر کے مرتے ہی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں مرہٹوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ کام بخش کو شکست ہوئی اور زخمی ہو کر بیکسی کی حالت میں بہادر شاہ کے سامنے پیش ہوئے۔

بہادر شاہ کو اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ جو محبت تھی اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔ چنانچہ جب کام بخش بہادر شاہ کے سامنے لائے گئے تو بہادر شاہ نے اُن کا سر زانو پر رکھکر ٹانکے دلوائے

زخم صاف کیے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا افسوس میں یہ حالت دیکھنے کے لیے زندہ رہا۔

ناعاقبت اندیش شاہزادہ نے جھلا کر اپنے بھائی کو جواب دیا کہ اور کس حالت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھے تخت چاہیئے یا تختہ فوراً ہی غصہ کی وجہ سے خون میں جوش پیدا ہوا اور ٹانکے کھل گئے۔ اس طرح سے شاہزادہ کام بخش نے بھائی کے زانو پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

اگر اعظم شاہ اور کام بخش جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ نکالتے تو تیموری خاندان کی جو دھاک دکھن میں بندھ چکی تھی اس کا صدیوں تک اٹھانا کوئی آسان اور معمولی کام نہ تھا۔ لیکن

"از ماست کہ بر ماست"

۷۔ معز الدین جہاندار شاہ

بہادر شاہ کا لڑکا تھا۔ نظام بائی کے بطن سے ۱۰ رمضان المبارک ۱۰۷۳ھ بروز چہارشنبہ پیدا ہوا، آنکھ کھلی تو مدبر اور جری امیروں کی گود میں جہانبانی اور جہانرانی کی تعلیم جیسی چاہیئے تھی وہ عالمگیر نے دی۔

عالمگیر کے زمانہ میں حالت درست رہی۔ مگر بہادر شاہ کے زمانہ میں ان کے جوہر کھلے۔ جب تک بہادر شاہ زندہ رہے کسی طرح سے آگ دبی رہی لیکن ان کے مرنے کے بعد ہی بھائیوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ اور معز الدین نے سب بھائیوں پر غالب آکر ۵۲ سال کی عمر میں تخت شاہی پر

قدم رکھا۔

چونکہ ذوالفقار خاں نصرتِ جنگ کی مدد سے تخت نصیب ہوا تھا اس لئے اُن کا طوطی خوب بولا۔ امیر الامرا ہوئے منصب میں اضافہ ہوا کاروبار سلطنت ان کے مشورہ سے انجام پائے۔ عالمگیری امیر کنارہ کش ہو گئے اور نظام الملک گوشہ نشینی سے باہر نہ نکلے۔

جہاندار شاہ کے زمانہ میں فسق و فجور کی بنیاد پڑی۔ بھانڈوں اور قوالوں کا دور دورہ ہوا قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور مفتی مینوش ہوں لیکن ع

جب نئی قل اپنا شیوہ خفتہ قسمت لے گیا اور ہی سامانِ بیداری مشیت نے کیا

شاہزادہ فرخ سیر عظیم الشان (بہادر شاہ کا لڑکا) نے جو صوبہ بہار کا صوبہ دار تھا حملہ کر دیا۔ سموگڑھ کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جہاندار شاہ کو شکست ہوئی اور قتل کیا گیا۔ سلطنتِ مغلیہ میں جہاندار شاہ سے پہلے کوئی بادشاہ فاسق اور کینہ پرور نہ تھا ع

پیری میں نہ کس طرح کروں سیر جہاں کی
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشہ گذری کا

جہاں دار شاہ بڑھاپے میں لال کنور کسبی پر فریفتہ ہو کر ہر قسم کے افعال قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ کسبی کے بھائی خوشحال کو پنجہزاری منصب اور صوبہ داری اکبر آباد سے مفتخر فرمایا۔ جب خوشحال منصب اور صوبہ داری سے سرفراز ہونے کے بعد خوشحال خاں ہو گئے تو امیر الامرا ذوالفقار خاں نے جرأت سے کام لیکر دربار میں عرض کیا کہ اب خانہ زادوں کو طنبوری ومرحمت ہونا چاہیئے۔

جب خوشحال صوبہ داری کریں گے تو بڑے امیر اور خانہ زاد طنبوری نہ بنجائیں گے تو اور کیا کام کریں گے؟

دیکھئے کہاں وہ دبدبہ اور سطوت تھی اور کہاں یہ نوبت پہونچی اور صرف پانچ سال کے عرصہ میں ملک میں نہ کوئی انتظام باقی رہا نہ رعیت پروری نہ تنظیم رہی اور نہ علم و ہنر کی قدر دانی۔ دکن کا انتظام تو منزلوں دور، خاص دار السلطنت اور ملحقہ علاقوں میں کیا کچھ نہ ہوتا رہا۔ لیکن کسی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ کہاں کی واقعہ نگاری اور کیسی پرچہ نویسی۔ سلطنت عیش و عشرت کے لیے تھی یا دردسری کے لیے۔ جو کچھ عالمگیر نے برسوں پہلے رقعوں میں لکھا تھا اس کا ایک ایک حرف صحیح نکلا۔ ظاہر ہے کہ جب اولاد ایسی ہو تو عالمگیر نیک نام کیسے رہ سکتا تھا۔ سچ ہے یہ قصور عالمگیر ہی کا ہے کیوں اس نے ایسی وسیع سلطنت قائم کی۔ اگر تھوڑا ملک ہوتا تو اولاد دیکھ بھال لیتی۔ کہاں کشمیر کہاں داکن کھیڑہ کجا کابل اور کجا بنگالہ۔ بھلا اس کا انتظام کس کے بس کا تھا۔ اس لیے اولاد نے جلد سے جلد گلو خلاصی کر کے جس کا ملک تھا اسی کے حوالہ کر دیا خود وبال سے بچے اور حضرت عالمگیر کو عقبیٰ کے بازپرس سے بچایا۔ یہ کچھ تھوڑا احسان ہے!

۸- خان فیروز جنگ

شہاب الدین نام تھا۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمد عابد عہد شاہجہانی میں ہندوستان

آئے۔ عالمگیری عہد میں چار ہزاری منصب اور خان قلیچ خاں کے خطاب سے سرفراز ہوکر صدر الصدور ہو گئے۔ گولکنڈہ کے محاصرہ میں موجود تھے۔ اور گولہ سے زخمی ہو کر ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو گولکنڈہ ہی میں انتقال کیا۔ ان کی قبر چین قلیچ خاں کے مقبرہ کے نام سے نواح گولکنڈہ میں اب بھی موجود ہے۔ اُن کے لڑکے شہاب الدین خاں عہدِ عالمگیری میں توران سے آئے اور سہ صدی منصب سے مفتخر کیے گئے۔ جس زمانہ میں کہ شاہی فوجیں راجپوتانہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں اور شاہزادہ اکبر کی نقل و حرکت کا شاہی لشکر میں کچھ پتہ نہ تھا، عالمگیر نے ان کو مامور کیا۔ اجنبی ملک اور غیر مانوس زبان کبھی کا ہیکو ہندوستان آئے تھے اور یہاں کی زبان سے کیا واقفیت تھی؟ لیکن ہوشیار شہاب الدین گئے اور چودھویں دن واپس آئے۔ لشکر میں پروانگی کے بعد داخل ہو کر عالمگیر سے حالات عرض کیے اور بادشاہ نے خوش ہو کر فرمایا ؎

چوں لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہِ افسرِ اقبال میشود

درگا داس راٹھور اور دیگر شورش کنندگان کی گوشمالی ان کے سپرد ہوئی۔ اس خدمت کو بھی خوب انجام دیا۔ اور صلہ میں داروغگی عرض مکرر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ دکھن کی مہم میں اپنے جانبازانہ حملوں سے غنیم کا منہ پھیر دیا اور عالمگیر نے صلہ میں شہاب الدین سے غازی الدین خان بنا دیا راہیڑی کے مشہور قلعہ کے سامنے مرہٹوں سے لڑے اور آخر میں عالمگیری

اقبالِ غالب ۔۱۰ اس خدمت کے صلہ میں خطاب فیروز جنگ اور نقارہ مرحمت ہوا۔

شاہزادہ محمد اعظم بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ لشکر میں قحط پڑ گیا کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ رسد لیکر جائے۔ مگر فیروز جنگ نے بیڑا اُٹھایا اور جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ قلعہ بیجاپور فتح ہو گیا اور بادشاہ نے فیروز جنگ کو "فرزند ارجمند بے ریو ورنگ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا دیکھئے عالمگیر کس محبت کے ساتھ فیروز جنگ کی اس خدمت کا اعتراف کرتا ہے۔

"بدستیاری فرزند بے ریو ورنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح شد"

حیدرآباد کے محاصرہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور فتح حیدرآباد کے بعد منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار مرحمت ہوا۔

دکھن میں طاعون کا مرض نمودار ہوا۔ جس کا اثر کان، زبان اور آنکھ پر پڑتا تھا۔ فیروز جنگ اس مرض میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر خدمات اُسی تندہی اور جاں نثاری کے ساتھ انجام دیتے رہے جو ان کا شعار تھا۔ سنتا گھوڑ پڑہ مرہٹہ جرنل کا سر ان کے ذریعہ سے دربار میں پیش ہوا۔ ایسی سزائیں تو ممالک مفتوحہ میں آج بھی کمیاب نہیں ہیں؟

فیروز جنگ کی جاگیر شاہزادہ بیدار بخت کے صوبہ میں تھی۔ عالمگیر نے ایک مرتبہ فیروز جنگ کی فوج کا جائزہ لیا اور منظوری سے زیادہ سامان پا کر ضبط کر کے شاہزادہ کو عتاب نامہ بھیجا۔ اس واقعہ کا ذکر ایک رقعہ میں موجود ہے۔ پرچہ نویسوں نے خبر دی کہ خان فیروز جنگ اپنے آپ کو سپہ سالار لکھتے

ہیں۔ بیچارے کی بُری طرح خبر لی گئی۔ لیکن حسنِ طلب سمجھکر بادشاہ نے اُن کی آرزو پوری کردی۔

عالمگیر کے آخر زمانہ میں فیروز جنگ برار کے صوبہ دار تھے اور انتقال کے دن ایلچپور میں تھے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ محمد اعظم نے تاج شاہی سر پر رکھ لیا اور بادشاہ کے مقابلہ کا انتظام کرنے لگے فیروز جنگ نے بادشاہ کی وصیتوں کو یاد دلا کر ان کو باز رکھنا چاہا۔ شاہزادہ نے سخت جملے استعمال کیے۔ جس کی وجہ سے تمام تورانی امیر بگڑ گئے۔ اور اس مہم میں شریک نہیں ہوئے۔ آخر میں اعظم شاہ کو روزِ بد دیکھنا پڑا اور جان بھی گئی۔

بہادر شاہ نے اپنے عہد میں فیروز جنگ کو صوبہ دار گجرات مقرر کردیا۔ اس فتح نصیب امیر نے ۱۱۲۲ھ میں بمقام احمد آباد داعیِ اجل کو لبیک کہا اور نعش انھیں کے بنوائے ہوئے مقبرہ (اجمیری دروازہ کے قریب) دہلی میں سپرد خاک ہوئی۔

شیخ شہاب الدین کا اخلاق، خلقِ محمدی کا نمونہ تھا۔ باوقار اور فتح نصیب تھے۔ جہاں گئے فتح ہاتھ باندھے ہوئے موجود۔ نابینائی کی حالت میں بھی فوج کی سرداری کرکے ملک اور قلعے فتح کیے۔ خطاب اور انعام سے سرفراز ہوئے ایسی مثال آجکل معدوم ہے۔ خان فیروز جنگ کی وفاشعاری کا سکہ عالمگیر کے دل پر ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقعہ پر جب حاسدوں نے پیچ مارا تو عالمگیر نے فوراً ہی جواب دیا "حاشا کہ برخان فیروز جنگ کہ از کجا تا بکجا باین حال رسید

گمان کفرانِ نعمت کہ گزاشت کردہ شود۔ انھیں خاں فیروز جنگ کی یادگار آصف جاہ نظام الملک امیر الامرا میر عثمان علی خاں اس گئے گذرے زمانہ میں اردو زبان کی ٹوٹی پھوٹی کشتی کی ناخدائی فرما رہے ہیں ؎

اے در بقائے عمر تو نفعِ جہانیاں باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

خان فیروز جنگ کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں (مدار المہام شاہجہانی) کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کے بطن سے میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول پیدا ہوئے۔

۹۔ میر قمر الدین قلیچ خاں

یہ نواب فیروز جنگ کے بیٹے تھے اور ۱۰۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وفاشعاری اور بہادری ان کی آبائی میراث تھی۔ جوان ہو کر خدمات بجا لائے۔ دکن میں عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں۔ اور عالمگیر کے دست راست بنے رہے منصب میں ترقی ہوتی گئی اور بالآخر پنجہزاری منصب سے مفتخر ہو کر ۱۱۱۷ھ میں انگوٹھی مرحمت ہوئی۔ جس پر ان کا خطاب قلیچ خاں کندہ کرا دیا گیا تھا۔

جب قافلہ سالار رحلت کر گیا اور بہادر شاہ کا زمانہ آیا تو ان کو خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت ہو کر صوبۂ اودھ کی حکومت سپرد ہوئی۔ جہاندار شاہ کے عہد میں خانہ نشین ہو گئے۔ جب فرخ سیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو ان کو ہفت ہزاری منصب دیکر صوبہ داری دکن مرحمت فرمائی۔ اور نظام الملک

فتح جنگ کے خطاب سے مفتخر کیا۔ امیر الامرا امیر حسن علی خاں سے تعلقات میں برابر کشیدگی رہی۔ جب محمد شاہ کا دور آیا تو بادشاہ گردں کا دور دورہ ختم ہوا اور نظام الملک فتح جنگ خان دوراخاں وزارت عظمی کے عہدہ جلیلہ پر فائز کئے گیے اور خدمات کے معاوضہ میں صوبہ گجرات اور مالوہ شامل صوبہ داری دکھن ہوکران کو مرحمت ہوئے۔

چونکہ محمد شاہ کے دربار کا رنگ بے رنگ ہو رہا تھا اس لئے ان کی اصلاح کی کوشش بیکار ہوئی۔ یہ عالمگیری نقشہ جمانا چاہتے تھے اور وہاں الٹی لباط تھی۔ تنگ آکر دکھن چلے گئے۔ غیر حاضری کے زمانہ میں ان کی مخالفت دربار میں ترقی کرتی گئی اور فوج کشی کرکے حاسد اور خودغرض درباریوں نے ان کو دکھن میں ختم کردینا چاہا۔ وہ زمانہ بھی نظام الملک کے لیئے بہت ہی پر آشوب تھا۔ ایک طرف تو مرہٹوں سے لڑائی ٹھنی ہوئی تھی اور دوسری جانب سے یہ غیبی گولہ۔ لیکن خدا کو دکھن میں اسلام کا نام رکھنا منظور تھا اس لیئے بوڑھے نظام الملک نے تمام دشمنوں پر فتح پائی اور خودغرض درباری شکست کھاکر دہلی بھاگ گئے اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو یہ شعر ؎

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

آج کس طرح اورنگ زیب کے مزار پر صادق آسکتا تھا۔

سلطنت مغلیہ کا ستارہ ڈوب رہا تھا اور محمد شاہ عجیب شش و پنج میں تھے نظام الملک کی یاد پھر آئی اور فرمان کے ساتھ خطاب آصف جاہ کے مرحمت ہونے کی مبارکباد بھیجکر جلد دہلی پہونچنے کی تاکید کی۔ اب دربار اور

سلطنت بالکل نزع کے عالم میں تھے۔ نہ عالمگیری دبدبہ تھا اور نہ صاحبقرانی شوکت وسطوت۔

نظام الملک دہلی پہونچے تو فضل علی خاں نے یہ قطعہ پیش کیا ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد   رونق دہ ملک بادشاہی آمد

تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف   گفتا آیت رحمت الٰہی آمد

دہلی پہونچکر حکم ملا کہ مرہٹوں کے اٹھتے ہوئے طوفان کو روکا جائے۔ نظام الملک دھلی سے آگرہ ہوتے ہوئے قنوج اور مکن پور پہونچے اور دریائے جمنا کو کالپی کے نیچے عبور کیا اور بھوپال کے نواح میں پہونچکر مرہٹوں کو شکست دی۔ اسی وقت نادر شاہ کی آمد آمد کا غلغلہ اٹھا۔ نظام الملک اس خبر کو سنکر فوراً دہلی لوٹ پڑے اور نادر شاہ کے ہاتھوں سے دھلی کا برباد ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دکھن واپس ہوئے ترچناپلی دکرناٹک کے ملک فتح کرکے اپنے معتمد قاضی نواب انوارالدین خاں گوپاموی کے سپرد کئے اس سے پوری فراغت بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ احمد شاہ درانی کی آمد آمد کی خبریں پاکر لشکر آراستہ کرنے لگے۔ برہان پور میں فوج کا اجتماع ہوا موت نے حملہ کردیا اور نظام الملک مغلوب ہوکر ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو بمقام برہان پور راہی ملک بقا ہوئے۔ حرم شریف شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پائین دفن ہوئے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ تیموری امیروں میں ان سے زیادہ دبدبہ اور سطوت کا امیر ہندوستان میں نہیں گذرا۔ باید وشاید

طریقہ سے دکھن کے ملک پر حکومت کرتے رہے۔ اور کسی کو آنکھ ملاکر بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ سیر چشم اور فیاض تھے۔ ان کی سخاوت اور عالی ہمتی کا شہرہ سنکر عرب، عجم، توران، اور خراسان کے علمار اور فضلا نیز دیگر ارباب علم و فن کشاں کشاں ان کے دربار میں آتے تھے۔ اور علی قدر مراتب ہر شخص کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔

امیر الامرا۔ آصف جاہ اول۔ دین پرور، نکتہ نواز، کرم گستر تھے شاعری سے شوق تھا اور صاحب دیوان تھے۔ جب وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو کر دہلی آئے تو اپنی غزل کا یہ شعر؎

کے سوئے چمن میرود آن وست حنائی
امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

پیش کر کے خواہش ظاہر کی کہ غزل پوری کی جائے اور علامہ بلگرامی نے فوراً اسی بحر میں قصیدہ لکھکر پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے:

تا حسن ترا شعلۂ انوار بدست است مہ را ہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

اگر عالمگیر کے بعد میر قمر الدین کا قدم دکھن میں نہ ہوتا تو دکھن میں آج حیدرآباد کی ریاست نہ ہوتی۔

۱۰۔ خان نصرت جنگ ذو الفقار خاں

محمد اسمٰعیل نام تھا۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کے لڑکے مہر النسا صبیہ آصف خاں کے بطن سے ۱۰۶۷ھ میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت :۔

"زبرج اسد رونمود آفتاب"

محمد اسمٰعیل کی شادی اپنے ماموں نواب شائستہ خاں امیر الامرا کی لڑکی سے ہوئی تھی لہٰذا حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

عالمگیر کی نگرانی میں تعلیم پائی تھی اس لیے بڑے پایہ کے امیر نکلے۔ ان کے ہاتھوں سے دکھن اور کرناٹک کے سو قلعے فتح ہوئے اور مرہٹوں کا اس درجہ استیصال ہوا کہ پاؤں رکھنے کو جگہ باقی نہیں رہی۔ انھوں نے جان توڑ کر مشکل مہمات سر کیں۔ عالمگیر نے ان کو اعتقاد خاں نصرت جنگ سپے ریو وبکرینگ کے خطابات سے سرفراز فرما کر پنجہزاری منصب سے مفتخر کر دیا۔ اور علم و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ نصرت جنگ نے دکھن کا مشہور قلعہ جنجی فتح کیا تو راجہ رام پسر مہاراجہ سیواجی اپنے اہل و عیال اور بوڑھی ماں کو چھوڑ کر قلعہ سے بھاگ گیا۔ فتح کے شادیانے بجے۔ ناصر علیؒ نے خوشخبری سنکر فوراً قصیدہ نصرت جنگ کی مدح میں لکھا جس کا پہلا شعر ہے ؎

اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذو الفقار

شاعر انعام سے مالا مال کر دیا گیا۔ لیکن دن ہی بھر میں سب خرچ کر ڈالا اور رات کو چارپائی پر لیٹا تو کوڑی پاس نہ تھی۔ اب ایسے دینے والے کہاں اور لینے والوں کی تو بفضلہ اس زمانہ میں بھی کمی نہیں۔

عالمگیر کے زمانہ میں نصرت جنگ کا شش ہزاری منصب ہو گیا تھا۔ اور بخشی الملک سربلند خاں کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس عہدۂ جلیلہ پر ان

کو سرفراز فرمایا۔

جب بہادر شاہ کا زمانہ آیا۔ تو خطابات پر "امیر الامرا صمصام الدولہ" کا اضافہ ہو کر ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ اور دکھن کی صوبہ داری پر مامور ہوئے۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں بھی ان کا دبدبہ قائم رہا۔ لیکن بادشاہ کے فسق و فجور سے یہ تنگ تھے۔ ابتری زیادہ بڑھی اور فرخ سیر نے حملہ کر کے شاہی فوج کو شکست دی اُس وقت امیر الامرا نے اپنے بوڑھے باپ کو مشورہ دیا کہ دکھن چل دینا چاہیئے۔ مگر انھوں نے نہ مانا اور اُن کی رائے کے مطابق جہاندار شاہ کو گرفتار کر کے فرخ سیر کے دربار میں لے گئے۔ نذر قبول ہوئی مگر جہاندار شاہ اور یہ دونوں مارے گئے چونکہ باپ کی رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے اس لیئے کسی نے یہ تاریخ فوت لکھی ہے:۔

"ابراہیم اسمٰعیل را قرباں نمود"

۱۱۲۴ھ

چونکہ ان کے کوئی اولاد وغیرہ نہ تھی اس لیے بے نام و نشان رہے۔

۱۱۔ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور

مہاراجہ جسونت سنگھ شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی راجہ گج سنگھ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ راجہ نے ۲ محرم ۱۰۴۸ھ کو انتقال کیا اور وصیت کے مطابق بادشاہ نے جسونت سنگھ کی تخت نشینی منظور کر کے خلعت اسپ و نقارہ اور خطاب راجگی سے مفتخر کیا۔

راجہ گج سنگھ کے وکیل مطلق ٹھاکر گج سنگھ منصب ہزاری اور چہار صد سے سرفراز ہو کر نو عمر راجہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ جوان ہو کر راجہ جسونت سنگھ نے سلطنت کی خدمت انجام دی۔ لیکن ننہالی قرابت کی وجہ سے ان کے مزاج میں شوخی اور بیباکی زیادہ تھی۔ اور شاہزادوں کو خطرہ میں نہ لاتے تھے۔

جس وقت اورنگ زیب اور مراد کی آمد آمد کا شہرہ ہوا تو شاہزادہ دارا شکوہ کو ایک معتبر سپہ سالار کی ضرورت پیش آئی اور ان کی نظر انتخاب مہاراجہ پر پڑی۔ مہاراجہ کو ایک لاکھ نقد انعام دیا گیا اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز فرما کر حکومت صوبہ مالوہ ان کے تفویض ہوئی۔ یہ اپنا لشکر لیکر اجین پہونچے۔ اور دکھن کی متحدہ فوج کا انتظار کرنے لگے۔ اور اورنگ زیب بھی پہونچ گیا اور قاصد مصالحت کے لیئے دوڑنے لگے لیکن کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ کو دونوں فوجیں

کا مقابلہ دھرمات پور[1] نوالح اُجین) میں ہوا۔ مہاراجہ نے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ راجپوت رام رام کا نعرہ لگاتے ہوئے شاہزادہ اورنگزیب کے لشکر میں گھسے چلے جاتے تھے۔ اور کھیرے ککڑی کی طرح کٹتے اور گرتے تھے۔ لیکن حملہ پر حملہ کرتے ہی رہے باوجود بہادری کے قسمت نے یاوری نہ کی۔ آٹھ ہزار راجپوتوں میں صرف پانچسو کی جان بچی۔ اور باقی قتل ہوئے۔ مہاراجہ خود بھی زخمی ہو کر جودھپور چلے گئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔ جب سموگڑھ کا میدان بھی اورنگ زیب کے ہاتھ رہا تو مہاراجہ نے گھوڑے دوڑانے شروع کئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگھ کی وساطت سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہو کر منصب بحال ہو گیا اور سپہ سالاری کا عہدہ قائم رکھا گیا۔

معافی کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ عالمگیر کی ہمرکابی میں شجاع کے مقابلے کے لیے کھجوہ[2] گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں۔ نہ معلوم کیا بات مہاراجہ کے دل میں سمائی کہ شجاع سے ملکر اورنگ زیب کی فوج پر آدھی رات کو شبخون مارا اور شاہزادہ محمد سلطان کی فوج اور دوسرے امیروں کو غفلت کی حالت میں لوٹتے ہوئے جودھپور چل دیئے۔ فوج میں ہل

---

[1] اس فتح کی یادگار میں دھرمات پور کا نام فتح آباد رکھا گیا اور یادگار میں عالمگیر نے سرائے اور مسجد بنوا کر ایک عمدہ باغ بھی نصب کیا باغ کا اب پتہ نہیں البتہ شکستہ مسجد کے قریب جنگل واقع ہے اور یہی کسی زمانہ میں باغ ہوگا سرائے کے بھی آثار باقی نہیں ہیں فتح آباد۔ اجین۔ اندور ریلوے لائن پر واقع ہے اور ریلوے جنکشن ہے۔

[2] فتح پور اور کانپور (E. I. R.) کے درمیان ریلوے اسٹیشن بوندکی سے ۹ میل پر ہے اور ضلع فتح پور میں تحصیل کا ہیڈکوارٹر ہے۔ یہاں شاہی عمارتیں اسوقت بھی موجود ہیں۔

چل پڑگئی۔ لیکن عالمگیر کے چہرہ پر شکن نہ آئی۔ باقیماندہ فوج سے شاہزادہ شجاع کو شکست دیکر مہاراجہ کی طرف رخ کیا اور کھجوہ سے اجمیر پہونچ گیا۔ پروفیسر سرکار نے خوب کہا ہے۔ دغابازی اور نمک حرامی ہر ملک اور قوم میں معیوب ہے لیکن ایک راجپوت کے لیے بہت زیادہ شرمناک کھجوہ سے واپس آکر مہاراجہ نے شاہزادہ داراشکوہ کو سبز باغ دکھلا کر گجرات سے طلب کیا اور جب شاہزادہ نواح اجمیر میں آگیا تو مہاراجہ خود عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگ کی سفارش سے دوبارہ قصور معاف کرالیا۔ منصب بحال ہوکر صوبۂ گجرات کی حکومت پر مامور رہوئے بیچارے داراشکوہ نے پھر تقدیر آزمائی کی اور پانسہ خلاف پڑا۔ مہاراجہ ۱۰۷۳ھ میں سیواجی کے مقابلہ کے لیئے بھیجے گئے۔ دھرمات پور کی خفت نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور سیواجی سے سازکرگئے۔ مہاراجہ بوندی پر نیت کچھ زور ڈالا مگر انھوں نے وفاشعاری کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالا۔ اور جوانمردی کے ساتھ سیواجی کا مقابلہ کرکے ان کا قافیہ تنگ کرتے رہے۔ جب عالمگیر کو خبر پہونچی تو مہاراجہ کو دکھن سے واپس طلب کرلیا۔ مگر کوئی سزا نہیں دی ۱۰۷۲ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ کابل اور ۱۰۸۰ھ میں دکھن مامور کیے گئے اور بعدہ جمرود اور مضافات کابل کی حکومت ان کے سپرد ہوئی۔ اور اسی جگہ ۲ ذی الحجہ ۱۰۸۹ھ کو انتقال کیا۔

دکھن کی آخری تعیناتی کے بعد سے مہاراجہ نے راستبازی اپنا مسلک قرار دیدیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے عہد پر قائم رہے۔

ان کی امیرانہ یادگار سے جمنا کے کنارہ موضع گٹھواس میں جو شہر آگرہ کے نواح میں ہے مہاراجہ کی کچہری کا مکان موجود ہے اور راجہ جسونت سنگھ چھتری کے نام سے مشہور ہے اورنگ آباد دکھن میں چہار دیواری کے باہر مشرق رویہ ان کا آباد کیا ہوا پورہ موجود ہے اس کے قریب ہی ایک عمدہ عمارت بنوائی تھی جس کے نشانات اب بھی کچھ باقی ہیں ایک تالاب بھی ہے۔

سلطنتِ تیموریہ کا قاعدہ تھا کہ منصبدار صوبہ دار کی وفات کے بعد اُن کے وارث سوگواری میں بیٹھتے تھے۔ اور وقتِ مقررہ کے بعد جس درجہ کا منصبدار ہوتا تھا اُسی درجہ کا امیر یا شاہزادہ اُس کے مکان پر جاکر بادشاہ کی جانب سے تعزیت کی رسم ادا کرکے خلعت پہنا کر ماتم کدہ سے باہر نکالتا تھا۔ اور پھر بادشاہ کی قدمبوسی کے بعد منصب مرحمت ہوا کرتا تھا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد مہاراجہ کے عزیز اور پسماندگاں اُن کی حاملہ بیگمات کو بلا اطلاع لیکر کابل سے چلدیئے۔ جب دریائے اٹک پر پروانہ راہداری مانگا گیا تو میر بحر پر حملہ کرکے اُس کو زخمی کیا۔ تلوار چلی اور چونکہ سرکاری آدمی کم تھے اس لیئے مارے گئے۔ رانیاں دریائے اٹک اتر کر پنجاب میں آگئیں۔ عالمگیر کو واقعات کی خبر ہوتی رہی جب یہ قافلہ دہلی پہنچا تو تنبیہ پہرہ لگا دیا گیا۔ راجپوتوں نے حماقت پر حماقت یہ کی کہ مصنوعی رانیاں اور راجکمار بنا کر چھوڑ گئے اور رانیوں کو معہ لڑکوں کے لیکر جودھپور چلدیئے اور وہاں جاکر اس قدر فساد مچایا کہ تمام راجپوتانہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ مسجدیں شہید کی گئیں۔ راجہ اندر سنگھ راٹھور حاکم جودھپور اور محمد طاہر خاں فوجدار نے خیریت اسی میں دیکھی کہ کان دبا کر اجمیر واپس ہوئے۔ صورت حال سے حضرت عالمگیر کو خبر دی ہیں نے بلا کسی تنقید کے معاملہ کی صورت پیش کردی

ہے۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ اس میں قصور کس فریق کا ہے؟

عالمگیر نے اطلاع پاکر بخشی الملک سربلند خاں کو ان راجپوتوں کی سرزنش کے واسطے بھیجا اور خود اجمیر ہو کر شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر تعینات کیا۔ جب راجپوت اس عظیم الشان فوج سے گھر گئے تو انھوں نے درگا داس نامی راجپوت کی چرب زبانی سے فائدہ اٹھاکر شہزادہ محمد اکبر کو سلطنت کا سبز باغ دکھلایا اور شہزادہ اس خوشنما جال میں پھنسکر ستر ہزار فوج کے ساتھ باپ کی جانب پھرا۔ بادشاہ کے پاس خواجہ سرا، عملہ و خدمتگار ملا کر آٹھ سو آدمی سے زیادہ نہ تھے کوئی اور بادشاہ ہوتا تو حواس بجانہ رہتے۔ لیکن عالمگیری ڈپلومسی نے سب کو نیچا دکھلایا۔ راجپوت فوج بھاگ نکلی، شاہزادہ اکبر نے جلا وطنی اختیار کی اور اسی حالت میں مرا۔ اس فتح کے بعد راجپوتانہ بالکل ٹھیک ہوگیا اور عالمگیر نے مشہور راجہ امر سنگھ والی جودھپور کے پوتے راجہ اندر سنگھ کو راجہ کے خطاب سے سرفراز فرماکر خلعت خاصہ علم و نقارہ شمشیر مرصع اور دیگر لوازمات شاہی مرحمت فرماکر جودھپور کی گدی پر متمکن کیا۔ اور اس طرح سے حق حقدار کو پہنچا۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ اس نے جودھپور کے نابالغوں پر ایسے مظالم کیے کہ راجپوتانہ کے راجہ مہاراجہ بدظن ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مغلیہ جھنڈے کے نیچے لڑنے نہیں گئے۔ لیکن فہرست کے ملاحظہ سے جو میں نے آگے کتاب کے آخر میں درج کی ہے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے مرتے دم تک راجپوت مہاراجہ لڑائیوں میں ساتھ رہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی مہاراجہ بھیم دکھن کی لڑائیوں میں ساتھ رہے اور مغلیہ فوج کے پہلو بہ پہلو رہکر اپنا نام پیدا کرگئے۔

عالمگیری مدار المہام

رائے رایان راجہ رگھوناتھ داس

راجہ رگھوناتھ داس حساب کتاب اور معاملہ فہمی میں بے نظیر تھے۔ نواب سعد اللہ خاں کی سرکار میں عام متصدیوں میں ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ان کی نیابت پر پہنچے جو کام دیا گیا وہ شوق کے ساتھ انجام دیا۔

کمال کے قدر داں حضرت صاحبقراں ثانی کو اُن کی ذہانت اور قابلیت بھا گئی اور مدار المہام کی سرکار سے اُن کی خدمات شاہی دربار میں منتقل ہو گیا۔ ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہو کر رائے کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

نواب سعد اللہ خاں کے انتقال کے بعد کچھ دنوں کے لیئے مدار المہام ہو گئے۔ لیکن پھر خالصہ شاہی کی دیوانی پر واپس آئے۔

سموگڈھ کی لڑائی کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ کھجوہ اور جنگ دوم دارا شکوہ میں راجہ نے قلم کے بجائے تلوار ہاتھ میں لی۔ اور خوب مردانگی کے جوہر دکھلائے۔ عالمگیر کے دل پر نقش ہو گیا کہ راجہ صرف قلم ہی کا مالک نہیں بلکہ تلوار کا بھی دھنی ہے۔

عہد عالمگیری میں راجہ مستقل طور پر مدار المہامی کے منصب اعلیٰ پر فائز رہے اور اپنے خدمات خیر خواہی اور ایمانداری کے ساتھ انجام دیتے رہے خدمات کے صلہ میں راجہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ قابلیت اور خیر خواہی کی وجہ سے عالمگیر

ان کو عزیز رکھتے تھے۔ جب کشمیر سے تو راجہ مدار المہام بھی ہمرکاب تھے لیکن کشمیر کے قریب پہونچکر اا ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو راجہ نے دائمی مفارقت اختیار کی۔

عہد عالمگیری میں اُن کا منصب دو ہزار پانصدی ذات اور پانصد سوار تھا۔ اور خطاب راجہ سے مفتخر تھے۔

مدار المہام فاضل خاں

نام ہی کے فاضل نہ تھے بلکہ فی الحقیقت فاضل اجل، جامع علوم دینی و دنیوی تھے اور جامعیت علوم اور معاملہ فہمی میں یگانۂ روزگار۔ اور علم نجوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اکثر احکام از روئے نجوم ایام شاہزادگی میں عالمگیر کو لکھ کر دئے تھے۔ وہ بجنسہ پورے ہوئے۔ جو واقعہ ہم دکھن میں خواص پورہ کے مقام پر پیش آیا فاضل خاں نے برسوں پہلے اس کی پیشین گوئی کردی تھی۔

اوائل عہد عالمگیری میں میر سامان کے عہدہ پر فائز رہے۔ جب مدار المہام رائے رایان راجہ رگھوناتھ نے انتقال کیا تو بادشاہ کی نظر انتخاب انھیں پر پڑی۔

اور اا ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں قلمدانِ مدار المہامی ان کے سپرد ہوا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ۲ ذیقعدہ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ جو مقبرہ اپنے لیے لاہور میں بنوا گئے تھے۔ اسی میں دفن ہوئے۔ عالمگیر کو اُن کے انتقال کا اسقدر صدمہ ہوا کہ عید گلابی نہیں منائی۔ مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن اسی

کو خلعتِ ماتم مرحمت فرماکر برہان الدین خاں بنا دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اعتماد خاں
کا خطاب مرحمت ہوگیا۔ اعتماد خاں نے تمام عمر بادشاہ پرستی اپنا شعار رکھا۔

عمدۃ الملک مدار المہام جعفر خاں

صادق خاں میر بخشی کا لڑکا آغا طاہر وصلی کا پوتا اور یمین الدولہ آصف خاں
مدار المہام کا بھانجا اور داماد تھا۔ عہد شاہجہانی میں منصب پنجہزاری پر فائز تھے
مگر جب عہدِ عالمگیری میں فاضل خاں کا انتقال ہوا تو اس وقت یہ صوبۂ مالوہ
کے صوبہ دار ہی تھے۔ سیاحتِ کشمیر سے واپسی پر عالمگیر نے ان کو مدار المہامی
کے منصب کے لیے انتخاب فرماکر طلبی کا حکم جاری کیا اور ۳۰ ربیع الاول سنہ ۶
جلوس میں جعفر خاں نے پانی پت کے مقام پر شرف باریابی حاصل کیا
اور عمدۃ الملک کا خطاب مرحمت ہوکر منصب مدار المہامی پر فائز ہوئے مدار المہامی
کی خدمات اس خوبصورتی اور ایمانداری سے انجام دیں کہ عالمگیر کو کبھی اعتراض
کا موقع نہ ملا۔ مشکل سے مشکل کاموں کو چٹکی بجاتے کرتے تھے۔ جب بیماری
کی وجہ سے بسترِ علالت پر صاحبِ فراش ہوگئے تو بادشاہ بلاناغہ اُن کی
عیادت کو جاتے تھے۔ عمر نے وفا نہ کی اور بمقام دہلی ۲۵ ذالحجہ سنہ ۱۰۸۳ھ میں
اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔
تین روز تک برابر شاہی مطبخ سے کھانا ان کے سوگواروں کے لیے بھیجا
گیا اور شاہزادگان اکبر و محمد اعظم کو تعزیت کے لیے اُن کے لڑکے نامدار خاں
اور کامگار خاں کے پاس بھیجکر کلمات تشفی آمیز کہلا بھیجے۔ بعدہ خلعت ماتم،

سوگواروں کو مرحمت ہو کر ماتم سے نکالا گیا۔ نعش آگرہ لائی گئی، اور دریائے جمنا کے کنارے ایک عالیشان مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

یہ عمارت اس وقت بھی موجود ہے۔ اور جعفر خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے

عمدۃ الملک امیر الامرا محمد ابراہیم اسد خاں مدار المہام

باپ کا نام خان قتلر خاں تھا۔ اُن کے خاندان کی دربار ایران میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ لیکن شاہ عباس صفوی نے اپنے عہد میں اس خاندان کو اس قدر تنگ کیا کہ ان کے باپ وطن کو خیرباد کہکر مع اپنے بیٹے اسد خاں کے وارد ہندوستان ہوئے۔ یہاں دور جہانگیری کی آخری منزل تھی۔ بڑی آؤبھگت ہوئی۔ یمین الدولہ صادق خاں کی لڑکی سے عقد ہو گیا۔ جب شاہجہانی عہد آیا تو اپنے آبائی خطاب ذوالفقار خاں سے مفتخر کیے گئے اور منصب سہ ہزاری مرحمت ہو گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں پٹنہ عظیم آباد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور وہیں ۷۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

ابراہیم خان الخی خاں قتلر خاں سہ ہزاری کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ شاہجہان نے وزیر آصف خاں (ابوطالب شائستہ خاں کے والد) کی لڑکی سے ان کا عقد کر کے بخشی دوئم کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ رفتہ رفتہ سہ ہزاری ہو گئے۔ جب عالمگیری آفتاب چمکا تو چہار ہزاری منصبدار ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ۲۶ رجب ۱۰۸۶ھ کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر

بجائے عمدۃ الملک جعفر خاں دستورِ معظم کے سرفراز ہوئے۔ ہفت ہزاری منصب مرحمت ہو کر عمدۃ الملک کے خطاب سے عزت افزائی کی گئی۔ تلوار میں یہ زور تھا کہ لشکرِ اعدا پر گرتے اور دم کی دم میں میدانِ جنگ میں صفیں درہم برہم کر دیتے تھے اور مسندِ وزارت پر بیٹھکر قلم میں وہ روانی آجاتی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں دم کے دم میں سلجھا دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ عالمگیر کو ان کی ہر ادا پسند تھی۔ بادشاہ پرست تھے مگر اپنے معروضات دربار میں بے خوف و خطر پیش کرتے تھے اور حضرت عالمگیر ان کی بات کو کان دھر کر سنتے اور توجہ کے ساتھ حکم دیتے تھے ان کی وزارت نے عہدِ عالمگیری میں چار چاند لگا دئے تھے۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

یہ وزیر اور مدار المہام ہی نہ تھے بلکہ خلوت اور جلوت کے بیٹھنے والے۔ رقعاتِ عالمگیری پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ دربارِ عالمگیری میں ان کا کیا درجہ تھا، اُن کی بات کی کیا قدر تھی، اور اُن کی شخصیت کا کیا اثر تھا۔ امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ محمد ابراہیم سے نواب عمدۃ الملک امیر الامرا۔ آصف الدولہ اسد خاں بہادر فدوی خاص کے خطابات عطا ہوئے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہ عالم نے ان کو وکیلِ مطلق کا منصب مرحمت فرمایا۔ جو وزارتِ عظمیٰ کے درجہ سے بڑھا ہوا تھا۔ جہاندار شاہ کا زمانہ آیا تو فسق و فجور کا دور دورہ ہوا۔ مگر ان کی آو بھگت میں کمی نہ ہوئی فرخ سیر نے حملہ کیا تو انھوں نے جہاندار شاہ کو نظر بند کر دیا۔ محض اس غرض سے کہ ہندوستان کی باگ ایسے بادشاہ کے ہاتھ

میں ہونی چاہیئے جو مضبوطی کے ساتھ حکومت کر سکے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ فرخ سیر نے فتح کے بعد جہاندار شاہ اور عمدۃ الملک کے بیٹے نواب نصرت جنگ کو قتل کر دیا اور فتح کے شادیانے بجواتا ہوا شاہانہ جلوس کے ساتھ ۲۲ ذوالحجہ سنہ ۱۱۲۴ھ کو دہلی میں داخل ہوا۔

جلوس میں جہاندار شاہ کی نعش ہاتھی پر تھی اور ہاتھی کی دُم سے امیرالامرا نصرت جنگ کا سر بندھا ہوا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اسدخاں ننگے سر ننگے پیر آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے سر جھکائے دہلی کی سڑکوں پر جا رہے تھے۔

خاندان کی مستورات مجبور کی گئیں اور انھوں نے بھی جلوس میں شریک ہو کر عبرت بین آنکھوں کے سامنے "فاعتبروا یا اولی الابصار" کا نقشہ پیش کر دیا۔ انہیں اسدخاں کی سیادت اور بزرگی پر شاہنشاہ اورنگ زیب کا اس قدر اعتقاد تھا کہ ایک موقعہ پر جب مہم فتح نہیں ہوتی تھی تو گھبرا کر اسدخاں کو اس طرح لکھا:

"آں فدوی خود سیّد و کریم النفس است اگر بحضور قلب دعا کنند، گنجائش دارد"

فرخ سیر نے اسدخاں کو پیشن دیکر نظربند کر دیا اور اسی نظربندی کی حالت میں سنہ ۱۱۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کی نعش بڑے تزک و احتشام سے شاہی صرفہ سے خاندانی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئی ؎

صاحب نظرے کجاست تا در نگرد،
کاں صولت و جبروت بہ ایں جا ازرد؟

فہرست امرائے ہنود در عہد عالمگیر

(از مولوی سید احمد صاحب مارہروی)

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	خدمات
۱	کچھواہہ	مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ (جے پور)	ہفت ہزار و ہفت ہزار ذات	سموگڈھ کی لڑائی کے بعد بمقام متھرا عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ انعام اور جاگیر مرحمت ہوئی اور دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور کیے گئے بسنہ ۱۰۶۸ھ و ۱۰۶۹ھ۔ سیواجی مہراج کی مہم پر مامور ہوئے۔ بسنہ ۱۰۷۵ھ قلعہ پورندھر اور کوکن کے دیگر مشہور قلعے فتح کیے سیواجی مہراج نے صلح کے لیے درخواست کی جو منظور ہوئی۔ تفصیل کی ضرورت نہیں اور مرزا راجہ کی سفارش پر سنبھاجی کے نام پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار کا منصب مرحمت ہوا اسی سال بیجاپور کی مہم پر مامور ہوکر کامیاب رہے ۲۸ محرم سنہ ۱۰۷۸ھ کو برہان پور پہنچکر اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئے۔ بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ راجہ مرزا علم سنسکرت میں مہارت رکھتے تھے۔ ترکی۔ فارسی اور عربی زبانوں سے واقف تھے۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام امیر	منصب عہد عالمگیری	تذکرات
				یادگاریں ۱۔ اورنگ آباد میں ان کا آباد کیا ہوا جے سنگھ پورہ چہار دیواری کے باہر غرب رویہ موجود ہے ۲۔ اکبرآباد میں انھوں نے نفیس عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ یہ عمارتیں اور ایک عمدہ باغ ۱۰ بیگہ آراضی میں واقع تھیں لیکن اب نام و نشان باقی نہیں۔
۲	کچھواہہ	کنور رام سنگھ پسر مرزا راجہ	پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار	شاہجہانی منصب سہ ہزاری تھا۔ سموگڈھ کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ سنہ ۳ ج میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کشمیر سے لائے اور انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۵ ج میں سنبھاجی پسر سیواجی مہراج کو لیکر دربار میں حاضر ہوئے اور اسی سال سیواجی کے استقبال کے لیئے بھیجے گئے جو مرزا راجہ کے ذریعہ سے امان کے طالب ہو کر اطاعت کا حلف اٹھا چکے تھے۔ سنہ ۱۰ ج میں مرزا راجہ کی وفات پر خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب چہار ہزاری سے سرفراز کیے گئے۔ باپ کی کل جاگیر مرحمت ہوئی

خدمات	منصب عہد عالمگیری	نام امیر	خاندان	نمبر شمار
خلعت معہ جمدہر، شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ عربی معہ ساز طلا۔ فیل معہ جھول زربفت وساز نقرہ مرحمت ہوا۔ اور اُسی سال منصب پنجہزاری ذات وپنجہزاری سوار سے مفتخر ہو کر آسام کی مہم پر تعینات ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا۔ سنہ ۱۲ ج میں منصب کے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳ ج پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار دو اسپہ سہ اسپہ۔ سنہ ۱۹ ج (۱۰۸۶ھ) خلعت واسپ کے ساتھ بیش قیمت جواہرات مرحمت ہوئے اور اسی سال وفات پائی۔				
باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں داخل ہوئے اور صوبہ کابل میں تعینات۔ سنہ ۱۳ ج میں حاضر دربار ہوئے بادشاہ نے خلعت اور سرپیچ مرصع مرحمت کیا۔ سنہ ۱۷ ج میں خلعت وشمشیر۔ اسپ۔ فیل اور نقد انعام سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۲۰ ج میں راجہ رام سنگہ کے مرنے کے بعد کابل سے دربار میں آئے۔ خلعت وجاگیر اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ سنہ ۲۵ ج میں خانہ جنگی میں زخمی ہو کر دو دن بعد ۱۰ ربیع الآخری سنہ ۹۰ ۱ھ کو انتقال کیا۔	منصب ہزاری وچہار صد سوار	راجہ کشن سنگہ پسر راجہ بان سنگہ	کچھواہہ	۳

نمبر شمار	[illegible]	نام امیر	منصب عالمگیری	خدمات
۴	کچھواہہ	راجہ بشن سنگھ پسر راجہ کشن سنگھ کچھواہہ	منصب ہزاری وچہار صد سوار	۵ ربیع آخر سنہ ۱۰۹۱ھ کو بجائے اپنے باپ کے خطاب راجگی سے موصوف ہوکر منصب ہزاری ذات وچہار صد سوار مرحمت ہوا۔ اور اسی سال راٹھوروں کی تنبیہ پر مامور ہوئے اس کے بعد اسلام آباد (متھرا) کی فوجداری پر سرفراز ہوکر سنہ ۴۲ (۱۱۱۰ھ) میں وفات پائی دربار عالمگیر سے ان کے بیٹے بجے سنگھ کو خطاب راجہ جے سنگھ کا مرحمت ہوا۔ جو راجہ جے سنگھ سوائی کے نام سے مشہور ہیں۔
	کچھواہہ	دھیراج راجہ جے سنگھ سوائی پسر راجہ بشن سنگھ	دو ہزاری ذات دو ہزار سوار	سلطنت مغلیہ کے دور آخری کے مشہور ارکان سلطنت تھے۔ معزز خاندان کچھواہہ کے سردار، راجہ بشن سنگھ کے بیٹے اور مرزا راجہ جے سنگھ کے پرپوتے باپ کے مرنے کے وقت ہزاری ذات ہشت صد سوار کا منصب تھا۔ سنہ ۴۴ (۱۱۱۱ھ) میں باپ کے مرنے کے بعد منصب ہزار پانصدی و ہزار سوار پر مفتخر ہوکر خطاب جے سنگھ سے موصوف ہوئے۔ اور یہ نام ایسا چمکا کہ اصل نام غائب ہوگیا۔ سنہ ۴۵ھ میں عمدۃ الملک اسد خاں کے ساتھ قلعہ کھلنا (سخرلنا) کی تسخیر پر مامور ہوئے اُس وقت تک سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے لیکن اپنے حملہ ہائے شیرانہ و دلیرانہ سے قلعہ کو فتح کرلیا۔

[illegible]	[illegible]	نام امیر	منصب عالمگیری	خدمات
				اس صلہ میں دو ہزار ذات دو ہزار سوار پر سرفراز ہوئے (دیکھو یہ تو نابالغ تھے۔ انکو عالمگیر نے مسلمان کیوں نہ کرلیا؟) بادشاہ کے انتقال کے وقت زندہ رہے۔ اور شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ میں مہاراجہ اجیت سنگہ سے ساز باز کرلی لیکن پھر سنبھل گئے اور تمام عمر خلوص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۰ ر شعبان ۱۱۵۶ھ کو وفات پائی۔ راجہ جے سنگہ علم دوست تھے۔ اُن کو علمی قدردانی کا شوق تھا۔ زبان برج بھاشا کی حسن و خوبی اُنہیں کی قدردانی اور کمال پروری سے ظاہر ہوئی۔ تمام ہندوستان کے عالم، فاضل، گنوان پنڈت انکے علمی دربار میں موجود تھے۔ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے دہلی اور نواح دہلی میں برج بھاشا کے شوق کو پھیلایا۔ علمائے ہانارنی شرح جمنی وغیرہ کتب ہندسہ کا عربی سے بھاشا میں ترجمہ کرایا۔ انہیں راجہ نے مرزا خیر اللہ بیگ کے ذریعہ سے جو علوم ریاضی میں بے نظیر عالم تھے

[illegible]	[illegible]	نام امیرزادہ	منصب عالمگیری	خدمات
				اُجین۔ جے پور، شاہجہاں آباد میں ۲۰۔۲۰ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے اجرام فلکی کے مشاہدہ کے واسطے رصدگاہیں قائم کیں۔ لیکن راجہ ۳۰ سال کے اندر ہی مرگئے۔ اس لیے یہ عظیم الشان علمی کام ناتمام رہا۔ انبر سے چار کوس کے فاصلہ پر شہر جے پور آباد کیا۔ یہ شہر صفائی اور خوشنمائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔
۲	کچھواہہ	بجے سنگھ برادر راجہ جے سنگھ	عالمگیری امیر شاہ عالم نے سہ ہزاری ذات وسوار کے منصب پر سرفراز فرمایا	بجے سنگھ کا خطاب مرحمت ہوکر منصب سے سرفراز اور کابل شاہزادہ معظم کے ہمراہ تعینات کیے گئے۔ اپنی خدمات سے شاہزادہ کو خوش رکھا جب معظم شاہ بہادر شاہ ہوئے تو ان کا ستارہ چمکا اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا شاہ عالم کو دونوں بھائی عزیز تھے۔ بجے سنگھ کا پیر جادۂ اطاعت سے بہک گیا۔ اور جلدی راہِ راست پر آ بھی گیا۔ لیکن راجہ جے سنگھ نے تمام عمر اطاعت شعاری کو اپنا مسلک رکھا۔ اور آبا واجداد کے طریقہ پر رہے۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۷	راٹھور جودھپور	عمدۂ راجگان مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور پسر گج سنگھ راٹھور پسر راجہ سورج سنگھ	ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنجہزار دو اسپہ سہ اسپہ۔	واقعات کے لیئے ملاحظہ ہوں صفحات ماقبل۔
۸	〃	مہاراجہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ		جودھپور میں مسجدیں توڑوادیں اور اذان کی ممانعت کی مسلمانوں پر جب علانیہ مظالم ہوئے تو عالمگیر اُس جانب متوجہ ہوا۔ مہاراجہ شکست کھاکر پہاڑوں میں جا چھپے اور عالمگیر کے مرنے کے بعد پھر ملک میں واپس آکر پُرانا آموختہ دوہرانا چاہا۔ لیکن بہادر شاہ کا زمانہ تھا فوراً ہی علاج ہوگیا۔ قصور معاف ہوکر منصبدار ہوئے اور مختلف صوبوں میں تعینات رہے۔ ۲۲ ذوالحجہ ۱۱۲۷ھ کو نہایت دھوم دھام سے اپنی لڑکی کی شادی فرخ سیر کے ساتھ کی۔ یہ آخری راجپوت لڑکی تھی جو خاندانِ مغلیہ کے محلسرا میں داخل ہوئی۔ شادی کے بعد گجرات کی صوبہ داری کا پروانہ مہاراجہ اجیت سنگھ کو ملا۔ پھر سادات بارہہ سے سازش کرکے داماد کے قتل میں شریک ہوئے۔ اور صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری ملی جب سادات کی بساط اُلٹی

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				تو پھر مہاراجہ نے سر اٹھایا۔ لیکن نواب نظام الملک آصف جاہ آ گئے اور مہاراجہ نے اطاعت پر کمر باندھ لی۔ سنہ ۱۱۳۵ھ میں اُن کے بیٹے نے باپ کا کام تمام کر دیا اور خود جودھپور کے حاکم بن بیٹھے۔
	راٹھور	راجہ رائے سنگھ پسر راؤ امر سنگھ پسر راجہ گج سنگھ راٹھور		سنہ ۱۰۶۸ھ میں سموگڈھ کی لڑائی کے بعد متھرا کے مقام پر بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہو کر خلیل اللہ خاں کے ساتھ دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد کھجوہ کی لڑائی میں شریک ہو کر جوہر دکھائے اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ بادشاہی کارخانجات لوٹ کر کھجوہ سے جودھپور چل دئے تو عالمگیر نے راجہ رائے سنگھ کو ایک لاکھ روپیہ نقد مرحمت فرما کر خطاب راجگی سے سرفراز کیا۔ خلعت۔ اسپ۔ فیل۔ شمشیر مرصع۔ اور نقارہ عطا کر کے قبیلۂ راٹھور کا سردار مقرر کیا اور جودھپور کی حکومت کا امیدوار بنایا۔ جب جسونت سنگھ کا قصور معاف ہوا تو راجہ اندر سنگھ دربار میں طلب ہو کر جنگ دوم دارا شکوہ میں شریک ہوئے۔ ۲ سنہ جلوس میں

نمبر	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				مرزا راجہ جے سنگھ کے ہمراہ سیوا جی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوئے اور حسن خدمات کے صلہ میں خلعت۔ اسپ۔ نقد انعام سے سربلند۔ سنہ ۸ھ میں مرزا راجہ کے ہمراہ مہم بیجاپور پر تعینات ہوئے۔ سنہ ۱۰ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن میں مامور ہوئے۔ سنہ ۱۸ھ میں عبدالکریم میانہ کے مقابلہ میں صفیں درست کر رہے تھے کہ موت آگئی اور یہ نامی وفادار راجہ اس دار فانی سے چل بسا۔
۱۰	راٹھور جودھپور	راجہ اندر سنگھ پسر راجہ رائے سنگھ	سہ ہزار ذات سہ ہزار پانچصد سوار	راجہ رائے سنگھ کا لڑکا اور راو امر سنگھ کا پوتا تھا۔ سنہ ۸ھ عالمگیری میں باپ کے انتقال کے بعد ملازمت شاہی میں داخل ہوا۔ سنہ ۲۲ھ میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے موصوف ہو کر سرداری قوم راٹھور اور حکومت جودھپور پر سرفرازی ہوئی۔ خلعت خاصہ۔ شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ معہ ساز طلا اور فیل و علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۴ھ میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا اس کے بعد دکھن کی مہمات میں متعین رہا۔

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ [illegible] میں منصب سہ ہزاری دو دو ہزار سوارسے سرفراز کیا گیا۔ شہنشاہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ اعظم نے پنجہزاری منصب عطا فرمایا اور خانگی لڑائی میں ان سے کام لینا چاہا۔ یہ سر جھکا کر نکلے اور سیدھے جودھپور چلے گئے۔
	راٹھور کشن گڈھ	راجہ مان سنگھ پسر راجہ روپ سنگھ	منصب سہ ہزاری ذات	راجہ روپ سنگھ مہا راجہ جسونت سنگھ کے چچا زاد بھائی تھے جب ہری سنگھ اُن کے چچا نے لاولد انتقال کیا تو حضرت صاحبقران ثانی نے راجہ روپ سنگھ کو خلعت و اسپ عطا کر کے کشن گڈھ کی حکومت مرحمت فرمائی اور اسی عہد میں علم و نقارہ مرحمت ہو کر رفتہ رفتہ منصب میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری تک پہونچے۔ قلعہ چیتور کے انہدام کے لیے مامور ہوئے اور اسی سال پرگنہ مانڈل گڈھ سرکار چیتور جاگیر میں مرحمت ہوا راجہ روپ سنگھ شاہزادہ دارا شکوہ کے دست راست تھے اور سموگڈھ میں دلاوران زمانہ کے حوصلہ سے بھی بڑھ کر لڑے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے اورنگ زیب کے ہاتھی

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				تک پہونچ گئے بہادری کے ساتھ ہاتھی پر حملہ کیا اور مارے گئے۔ راجہ مان سنگھ اسی سورما کا لڑکا تھا اور باپ کے مارے جانے کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہو کر ملازمانِ شاہی میں داخل ہوا کشن گڑھ بدستور جاگیر میں رہا۔ اور پوروہ ماندل کی فوجداری سپرد ہوئی۔ سنہ۳۵ج عالمگیری میں ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے ہمراہ قلعہ جنجی کی تسخیر پر متعین ہوا۔ قلعہ مذکور کی فتح میں ذوالفقار خاں کا بازو رہا۔ سنہ۴۳ج میں منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا اور اپنے آقائے نعمت کی وفات تک شاہی خدمات بجا لاتا رہا۔ باوجودیکہ راجہ روپ سنگھ عالمگیر کے کٹر دشمن تھے۔ لیکن عالمگیر نے ان کے لڑکے سے منہ نہ موڑا۔ اگر سموگڑھ میں عالمگیری فوج ٹوٹ نہ پڑتی تو راجہ روپ سنگھ نے شاہزادہ عالمگیر کا کام ہی تمام کر دیا تھا۔

نمبر	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ضبط اور گنجائش اس کو کہتے ہیں۔ عالمگیر کا مقولہ بالکل صحیح ہے ؎ ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست شیر مرد زمانہ دانی کیست آنکہ با دشمناں تواند ساخت وانکہ با دوستاں تواند زیست
۱۱	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا پسر ستر سال پسر گوپی ناتھ پسر راؤ رتن ہاڈا	منصب سہ ہزاری	ہاڈا چوہان راجپوتوں کی گوت ہے۔ راؤ ستر سال کا لڑکا تھا۔ ستر سال کو جو ارادت اور عقیدت شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ تھی اُس کا یہ کرشمہ تھا کہ یہ راجہ جان ہتھیلی پر لیے ہوئے اپنے بہادر راجپوت فوج کے ساتھ عالمگیری فوج پر دلیرانہ حملہ کرتا رہا لیکن جان عزیز کھوئی اور سموگڈھ کا میدان عالمگیر اور مراد کے ہاتھ رہا۔ سموگڈھ کے بعد راؤ بھاؤ سنگھ دربار عالمگیری میں حاضر ہوا خطا بخش اور عذر پذیر شاہزادہ نے نظر عنایت سے گریز نہ کیا۔ خطاب راؤ کے ساتھ علم و نقارہ مرحمت فرما کر سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور شاہزادہ محمد سلطان

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	حالات
				کے ہمراہ شاہزادہ شجاع کے تعاقب پر مامور ہوا اس کے بعد صوبۂ دکن میں مقرر ہوا۔ سنہ ۳ ج میں امیر الامرا شائستہ خاں کے ساتھ محاصرۂ قلعۂ جالنہ (اسلام آباد) میں شریک ہوا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔ اور جب اُن کے بجائے مرزا راجہ مامور ہوا تو یہ اخلاص اور عقیدتمندی کے ساتھ اُن کے ساتھ کام کرتا رہا۔ سنہ ۹ ج میں چاندہ کی مہم میں شریک ہوا اور اورنگ آباد میں سنہ ۱۰۸۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی رانی کو دکن بلا کر اس پر دباؤ ڈالا۔ مگر راؤ بھاؤ سنگھ نے جادۂ اطاعت سے انحراف نہ کیا اور مہاراجہ کی کوشش دکن میں علمِ بغاوت بلند کرنے کی رائیگاں ہوئی۔ راؤ نے ایک وفاشعار راجپوت کی طرح اپنی جان دی۔
۱۳	خاندان ہاڈا بوندی	راؤ انرودھ سنگھ پسر کشن سنگھ		راؤ بھاؤ سنگھ لاولد مرے تو عالمگیر نے ان کے بھائی بھگونت سنگھ کے پوتے انرودھ سنگھ کو بوندی کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۱۰۷۶ھ میں درجن سنگھ ہاڈا نے بونڈی پر حملہ کیا۔ بادشاہ نے راؤ انرودھ سنگھ کو خلعت۔ اسپ و فیل اور نقارہ مرحمت فرما کر دکھن سے بونڈی واپس کیا۔ اور مغل خاں کو مع فوج کے امداد کے لیے ساتھ کیا۔ درجن سنگھ شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپا اور بونڈی پر راؤ انرودھ سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔
۱۴	خاندان ہاڈا بونڈی	راؤ بدھ سنگھ پسر انرودھ کوٹہ و بونڈی	سہ ہزاری ذات	وطن کی حکومت پر سرفراز ہو کر بہادر شاہ کے ساتھ صوبۂ کابل میں تعینات ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے منصب میں اضافہ کر کے خطاب راجہ رام سے سرفراز کیا۔ کوٹہ اور مومیدانہ کی زمینداری انعام میں مرحمت فرمائی۔ بدھ سنگھ کے بعد ان کے لڑکے امید سنگھ اور ان کے بیٹے کشن سنگھ مسند نشیں ہوئے۔
۱۵	ایضاً	جگت سنگھ ہاڈا پسر مکند سنگھ پسر مادھو سنگھ پسر راؤ رتن ہاڈا		مکند سنگھ ہاڈا۔ راؤ ستر سال ہاڈا کے عزیز قریب تھے جس طرح راؤ ستر سال سموگڈھ میں عالمگیر کے مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے تھے اسی طرح راؤ مکند سنگھ دہرمات پور کی لڑائی میں اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				لڑتا بھڑتا جا پہنچا۔ اور شجاعت کے ساتھ لڑکر شاہزادہ دارا شکوہ پر قربان ہوگیا۔ کوٹہ اس کی جاگیر میں تھا۔ جب عالمگیر کا ملک پر قبضہ ہوا تو اسی راؤ مکند سنگہ کا لڑکا جگت سنگہ دربار میں حاضر ہوا اور باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ دیکھو عالمگیر نے باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا۔ جب سنہ ۲۵ ج ۱۰۹۲ھ میں اس نے لاولد انتقال کیا تو بادشاہ نے اس کے چچا کشور سنگہ کو اس کا جانشین مقرر کرکے کوٹہ کی گدی پر بٹھایا۔
۱۶	ہاڑا کوٹہ	راؤ کشور سنگہ		سنہ ۲۵ ج ۱۰۹۲ھ عالمگیری میں بادشاہ نے ان کو بجائے راؤ جگت سنگہ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ یہ راؤ مکند سنگہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں تعینات ہوئے۔ اور اس مہم میں زخمی ہوئے۔ سنہ ۳۰ ج میں شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ مہم حیدرآباد میں مامور ہوئے۔
۱۷	؍؍	رام سنگہ ہاڑا راجہ کوٹہ	دو ہزاری پانصد ذات	سنہ ۳۸ ج میں نقارہ مرحمت ہوکر اسی سال فوت ہوئے۔ بجائے اپنے باپ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز ہوئے اور منصب شش صدی سے

نمبر شمار	نام قوم و ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ہزاری ذات۔ نصرت جنگ ذوالفقار خاں کی سفارش سے اضافہ کیا گیا۔ مرہٹوں کی لڑائی میں ذوالفقار خاں کے ساتھ جانفشانی اور اخلاص سے خدمات انجام دیں اور اُن کے صلہ میں سنہ ۴۲ ج میں نقارہ مرحمت ہو کر سنہ ۴۷ ج میں منصب دوہزاری پانچصد ذات و سوار سے سرفراز فرمائے گئے اور موہیدانہ کی زمینداری مرحمت ہوئی۔ عالمگیر کے یہاں ان کا منصب چہار ہزاری ہوا۔ یہ اور ان کی اولاد اخلاص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے ان کے خاندان کے ماتھے پر بدخواہی اور بغاوت کا داغ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ یہ بڑی بات ہے۔
۱۰	راٹھور بھورتیہ بیکانیری	راؤکرن راٹھور	سہ ہزاری ذات بسہ ہزاری سوار	شاہجہاں کے زمانہ میں منصب سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ جب دولت آباد کی حکومت شاہزادہ اورنگ زیب کو مرحمت ہوئی تو یہ شاہزادہ موصوف کی ماتحتی میں دکن میں تعینات رہ کر وہاں

نمبر پیڑھی	منصب شاہجہان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کی مہمات میں شریک ہوئے۔ سنہ ۱۰۶۸ھ میں جب شاہجہاں بیمار ہوئے تو شاہزادہ دارا شکوہ نے تمام امرائے متعینہ مہم دکھن کو دربار میں واپس طلب کرلیا۔ اُن میں راؤ کرن بھی تھے مگر یہ دکھن سے بیکانیر چلے گئے۔ سنہ ۳ عالمگیری میں امیر خاں خوافی ان کی سرکوبی کے واسطے مامور ہوئے۔ راؤ کرن اُن کے ساتھ دربار میں آئے قصور معاف ہوا منصب پر بحال ہوکر دکھن میں تعینات کیے گئے۔ سنہ ۹ میں زمیندار چاندہ کی سرکوبی پر تعینات ہوئے وہاں کوئی ایسا قصور سرزد ہوا کہ جاگیر بیکانیر، سرداری قوم اور منصب سے برطرف کردیے گئے اور سنہ ۱۰ میں بیمار ہوکر بمقام اورنگ آباد انتقال کیا۔ اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر دکھن اور پچھم کے گوشہ میں ان کا آباد کیا ہوا پورہ ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔ راؤ کرن کے چھ لڑکے تھے۔ سوائی راؤ اور انوپ سنگھ کے علاوہ سب نے لاولد انتقال کیا۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۱۹	خاندان راٹھور بھوریتیہ بیکانیری	راجہ انوپ سنگھ بھورتیہ پسر راو کرن	دو ہزار پانچصدی دو ہزار سوار	باپ کی زندگی میں دکھن کی مہم میں شریک رہا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۰ھ میں بصلہ حسن خدمات بہادر خاں کوکہ کی سفارش پر خطاب راجگی مرحمت ہوا سنہ ۱۰ھ میں دکھن کی لڑائیوں میں خاص نام پیدا کیا۔ اور سنہ ۲۱ھ میں اورنگ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا سیواجی بھونسلہ نے آکر شورش برپا کی۔ راجہ انوپ سنگھ نے اپنی بساط سے زیادہ کر دکھایا اور اپنی تھوڑی سی جماعت لیکر مقابلہ کے لیئے میدان میں آموجود ہوا لیکن قدرت کا تماشا دیکھو کہ اسی وقت خانجہاں بہادر ناظم دکھن معہ اپنی فوج کے سیواجی کا پتہ لگاتے ہوئے موقعہ پر پہونچ گئے۔ اور سیواجی مہاراج موقعہ سے بلا لڑے ہوئے چلدئے سنہ ۳۰ھ میں نصرت آباد سکھر کا قلعہ دار اور فوجدار ہوا سنہ ۳۲ھ میں امتیاز گڈھ (ادونی) کی حکومت پر سرفراز کیا گیا اور سنہ ۳۵ھ میں تبادل ہوکر منصب دو ہزار پانچصدی ذ دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔
۲۰	بیکانیری	راجہ سروپ سنگھ	ہزار پانچصدی	انوپ سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے سروپ سنگھ کو بادشاہ نے بیکانیر کی موروثی حکومت

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				پر سرفراز فرمایا۔ یہ راجہ اپنے باپ کی زندگی میں شاہی منصب داروں میں تھا اور اپنے حسن خدمات سے سب کو گرویدہ کیے ہوئے تھا۔ وطن کی حکومت پر سرفراز ہونے کے بعد ہی ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی ماتحتی میں شاہی خدمات انجام دیتا رہا۔ بادشاہ کو اس کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا۔ [illegible]ھ میں اس کو خدمتِ خاص سپرد ہوئی۔
				یہ لشکر خان فیروز جنگ سے راجہ رام پسر سیواجی بھونسلہ کے اہل و عیال کو شاہی لشکر میں لانے کے لیے مامور ہوا۔
۲۱	خاندان بوندیلہ اورچہ	راؤ بکرن بوندیلہ پسر بھگوانداس پسر نرسنگھ دیو (قاتل ابوالفضل)	ہزاری ذات	شاہزادگی کے زمانہ کا رفیق تھا کھلنا کی تسخیر پر مامور ہوا اور اس کی دلاوری اور حسنِ تدبیر سے وہ ملک فتح ہو کر ممالکِ شاہی میں شامل ہوا۔ منصب ہزاری پر سرفراز کیا گیا۔ جنگ اجین سموگڈھ اور کھجوہ میں عالمگیر کے رفاقت میں جانفشانیاں کیں۔ اور سرفراز ہوتا رہا۔ اس کے بعد چنپت بندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا [illegible]ھ میں مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ مہم سیواجی اور بیجاپور میں شریک ہوا۔ [illegible]ھ میں محمد امین خاں

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ناظم کے ہمراہ صوبہ کابل میں تعینات ہوا سنہ ۱۱ ھ میں طلب ہوکر دشہنی پر مامور کیا گیا اور پھر اٹھ صوبہ کی فوجداری پر تعینات ہوا۔ سنہ ۲۰ ھ میں بہادر گڈھ میں خدمات شاہی انجام دے رہا تھا کہ بیمار ہوکر وطن چلا گیا اور سنہ ۱۲ ھ میں انتقال ہوا
۲۲	بوندیلہ اورچھہ	راؤ دلیپ سنگھ راؤ بکرن بوندیلہ	سہ ہزار ذات سہ ہزار سوار	سنہ ۱۱ ھ میں منصب دو صد بجاہی شتاد سوار پر سرفراز ہوا۔ پھر سنہ ۱۲ ھ میں پانچصد ذات پانچصد سوار کے منصب سے سرفراز ہوکر دکھن تعینات کیا گیا۔ اور دوبارہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ دکھن گیا۔ ضلع کونکن میں اس محنت اور جانفشانی کے ساتھ کام کئے کہ منصب میں حسب سفارش حسن علی خاں عالمگیری اضافہ ہوا سنہ ھ میں حسن خدمات کے صلہ میں ہفت صدی و ہفت صد سوار پر ترقی پائی۔ سنہ ۲۹ ھ میں غازی الدین خاں فیروز جنگ کے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کو اپنی جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ خطاب راؤ اور اضافہ منصب

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام خاندان	نمبر شمار
سے سرفراز ہوا۔ سنہ ۳۰ جلوس میں اورنی (امتیاز گڈھ) کا قلعدار ہوا۔ منصب دوہزار پانچصد ذات ہزار و پانچ صد سوار اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۳۴ جلوس میں منصب میں پچاس ہزار پانچصد سوار دوہزار پانصد ذات کا اضافہ ہوا۔ اور سنہ ۴۹ جلوس میں سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے مفتخر ہوا۔ عالمگیر کے بعد محمد اعظم شاہ نے پنجہزاری منصب پر سرفراز کیا۔ اور شاہزادگان کی لڑائی میں ہراول کا سردار تھا۔ بہادری سے لڑکر مارا گیا۔				
راجہ پہاڑ سنگہ شاہجہانی چہار ہزاری منصبدار تھے۔ سنہ ۱۰۶۴ھ میں انتقال کیا۔ اندرمن اور سجان سنگہ دو بیٹے چھوڑے۔ اندرمن بجائے اپنے باپ کے پانچصد ذات و چہار صد سوار کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ عہد عالمگیری میں خطاب راجگی سے مفتخر ہوکر امارت کے درجہ پر پہنچا اور سنہ ۲ جلوس میں فوت ہوگیا	پانچصد ذات چہار صد سوار (راجہ)	راجہ اندرمن پسر راجہ پہاڑ سنگہ پسر نرسنگہ دیو	بوندیلہ	۲۳
باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۲۸ جلوس شاہجہانی میں		راجہ سجان سنگہ		۲۴

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		پسر راجہ پہاڑ سنگھ		اُس کا جانشین مقرر ہو کر خطاب راجگی سے موصوف ہوا۔ اور معرکۂ اُجین میں ہمراہ مہاراجہ کے موجود تھا لیکن موقعہ کے وقت کھسک گیا۔ سموگڈھ کے بعد دربار عالمگیری میں حاضر ہوکر موردِ نوازش ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں جانبازی کا حق ادا کیا۔ سنہ ۴ ج میں خان خاناں (میر جملہ) کے ساتھ مہم آسام اور کوچ بہار میں متعین ہوا اور متھرا پور کی لڑائی بڑی بہادری سے لڑکر غنیم کی فوج کو پسپا کیا۔ سنہ ۸ ج میں سیواجی کی مہم پر دکن متعین ہوا اور پھر مہم بیجاپور میں شریک ہوا۔ سنہ ۲۳ ج میں قلعہ سیوانہ سیواجی سے فتح کیا، اور صلہ میں فرمان تحسین مرحمت ہوا اور منصب میں اضافہ کیا گیا۔ سنہ ۲۴ ج میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا۔
۲۵		راجہ دیبی سنگھ پسر راجہ بھارت شاہجہانی پسر	دو ہزار پانصدی ذات دو ہزار	اور اندچہ کی گدی قدیم سے راجہ دیبی سنگھ کے مورث کے قبضہ میں چلی آتی تھی، جہانگیر نے راجہ نرسنگھ دیو کو مرحمت فرمائی۔

نمبر شمار	سنہ جلوس	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		رام جیو جہانگری سنہ ۴ج میں اسکی صاحبزادی داخل حرم جہانگیری ہوئیں	پانچصد سوار	لیکن جب شاہجہاں کا دور آیا تو سرداری قوم بندیلہ کا منصب راجہ دیبی سنگھ کو مرحمت ہوکر اورچہ کی حکومت عطا ہوئی۔ شاہجہانی عہد میں کام کیے اور صلہ پاتے رہے کابل قندھار کے معرکوں میں شریک ہوکر نام پیدا کیا۔ اجین سے کسی وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگھ نے ان کو قید کردیا۔ فتح کے بعد رہائی حاصل کرکے بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوئے اور منصب دوہزاری ذات دوہزار یالفد سوار سے سربلند کیے گئے سموگڑھ وغیرہ کے میدانوں میں جوہر دکھائے اور فوجداری بھیلسہ پر مامور ہوئے۔ سنہ ۱ج میں شمشیر خاں کے ہمراہ مہم یوسف زئی پر مامور ہوئے سنہ ۱۳ج میں محمد امین خاں قلعہ دار کے ساتھ کابل تعینات ہوئے۔ اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر پچھم اور دکھن گوشہ میں راجہ کا آباد کیا ہوا پورہ ان کے نام سے مشہور ہے
۲۶		راجہ جسونت سنگھ	خلعت و نقارہ	سنہ ۲۹ج میں نقد انعام مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۱ج میں پسران چنپت بوندیلہ کی تنبیہ پر مامور ہوا۔

نمبر شمار	نام ریاست	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۲۷	اودے پور	رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ پسر رانا کرن سنگھ پسر رانا امر سنگھ پسر رانا پرتاب سنگھ پسر رانا اُدے سنگھ پسر رانا سنگرام	پنجہزاری ذات پنجہزاری	رانا سنگرام کی بابر سے لڑائی ہوئی اور تیموریہ خاندان نے نمایاں فتح حاصل کی۔ اکبر نے حملہ کرکے رتن بھنور اور چتوڑ کے قلعے فتح کئے۔ اکبر کی ڈپلومیسی نے کچھ کام نہ دیا وہ ملک فتح کرتا رہا لیکن فرمانروائے اودے پور نے سر نہ جھکانا تھا نہ جھکایا۔ ہر مرتبہ پہاڑوں میں جا چھپا۔ جہانگیری زمانہ میں شاہزادہ خرم نے نمایاں فتح حاصل کی اور راؤ اودے پور کے راجہ کو قابو میں لے آیا۔ رانا دربار میں کے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ کنور جگت سنگھ دکھن میں مامور ہوئے اور رانا کرن کی وفات کے بعد منصب پنجہزاری ذات و سوار سے مفتخر ہوکر خطاب رانا سے سرفراز کئے گئے سنہ ۲۶ ج میں رانا جگت سنگھ نے انتقال کیا۔ اور صاحبقران ثانی نے راج کنور کو رانا راج سنگھ کا خطاب دیکر پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اور اودے پور کی گدی پر بٹھا دیا۔ سنہ ۲۲ ج عالمگیری میں جودھپور والوں کے ساتھ رانا نے بھی بغاوت کی۔ شاہی فوجیں مامور ہوئیں۔ رانا کو پکڑ نہ سکیں وہ پہاڑوں میں جا چھپے اور شاہی فوجیں تمام ملک پر قابض ہوگئیں۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	[illegible]
سنہ ۲۴ج میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے توسل سے قصور معاف ہوا۔ منصب بحال ہوا اور ملک مفتوحہ واپس کیا گیا اور اسی سال رانا نے انتقال کیا۔				
سنہ ۲۴ج خلعت تعزیت مرحمت ہوکر منصب پنجہزاری پر سرفراز کیا گیا۔	"	رانا جے سنگہ پسر رانا راج سنگہ	اودے پور	۲۸
سنہ ۲۳ج میں حاضر دربار ہوکر منصبداروں میں داخل ہوئے۔ اور دکن میں سرفروشی کرتے رہے۔ سنہ ۵۰ج میں سہ ہزاری ہوئے۔	دو ہزار ذات ہزار سوار	کنور اندر سنگہ پسر رانا راج سنگہ	"	۲۹
	ایضاً	بہادر سنگہ پسر رانا راج سنگہ		۳۰
سنہ ۲۴ج میں حاضر دربار ہوئے اور انعام سے مالا مال کئے گئے۔		کنور بہادر سنگہ		۳۱
ایضاً		کنور پرتھی سنگہ برادر نمبر ۳۱	"	۳۲
سنہ ۲۴ج میں حاضر دربار ہوئے۔ اور سنہ ۲۵ج میں دکن کی مہم میں تعینات ہوئے ہمراہ شاہزادہ محمد اعظم۔ سنہ ۳۰ج محاربات میں شریک ہوتے رہے۔ سنہ ۳۸ج میں انتقال کیا۔	پنجہزاری امیر	راجہ بھیم سنگہ برادر راجہ جے سنگہ	"	۳۳
رانا امر سنگہ کا پوتا تھا۔ شاہجہانی دور کا آغاز ہوا بادشاہ کو اُن کے باپ کی خدمات و رفاقت کا بہت کچھ خیال تھا لیکن رائے سنگہ اُس وقت بچہ ہی تھا۔ لیکن بیس ہزار انعام	پنجہزاری ذات پنجہزار سوار پانچصد دو اسپہ سہ اسپہ	راجہ رائے سنگہ سیسودیہ	سیسودیہ	۳۴

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				نقارہ خلعت، سرپیچ وغیرہ مرحمت فرما کر دو ہزاری ذات ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ جوان ہوکر راجہ رائے سنگھ ہوا۔ یہ خدمات پر خدمات انجام دیتا تھا۔ اور قدردان بادشاہ منصب میں اضافہ کرتا رہتا تھا جنگ اُجین میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن عین جنگ میں اورنگزیبی غلبہ دیکھکر کھسک گیا۔ سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہوکر شاہی خدمات انجام دینے لگا۔ جنگ دوم داراشکوہ میں شریک ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں بھی موجود تھا۔ عالمگیر کو اس پر پورا بھروسا تھا۔ سنہ ھ میں مرزا راجہ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا سنہ ھ میں مہم بیجاپور میں شریک ہوکر کارگذاری کا حق ادا کیا۔ اور حسن کارگذاری کے صلہ میں منصب پنجہزاری پنجہزار سوار پانچصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا گیا۔ سنہ ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن تعینات ہوا۔ اور سنہ ھ میں وفات پائی

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۳۵	سیسودیہ	راجہ مان سنگھ		دربارِ عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ خلعت اور منصب سے سرفراز کیے گئے۔
۳۶	"	جہان سنگھ		
۳۷	"	انوپ سنگھ		
		پسران راجہ رائے سنگھ سیسودیہ		
۳۸	"	راؤ امر سنگھ چندراوت	ہزار پانصدی دہزار سوار۔	رائے چاندو کا پوتا اور رائے درگا داس اکیری کا پرپوتا تھا۔ سنہ ۲۴ ج شاہجہانی میں بجائے راجہ روپ سنگھ لاولد کے منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور شاہزادہ داراشکوہ کی سفارش سے منصب میں اضافہ ہو کر دکھن تعینات ہوا۔ لیکن ۱۰۶۸ھ میں شاہزادہ داراشکوہ نے جہاں اور امیروں کو واپس طلب کر لیا تھا۔ یہ بھی واپس لایا گیا۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ اُجین تعینات ہوا۔ شکست کے بعد اپنے وطن رام پور چلا گیا پرگنہ رام پور متصل قلعہ چتور واقع ہے جو کہ راؤ امر سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ سموگڑھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہو کر مہم شجاع پر تعینات ہوا۔ لیکن راستہ سے

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	نمبر شمار
گھر چلا گیا۔ پھر حاضر ہوکر قصور معاف کرایا اور دکن میں مامور ہوکر مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ کارہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۱ھ میں قلعہ سالھیر کی لڑائی میں کام آیا۔				
سالھیر کی لڑائی میں باپ تو کام آئے اور لڑکا دشمنوں کے قبضہ میں آگیا۔ رہائی پاکر بہادر خاں کوکہ کے ذریعہ سے حاضر ہوا۔ اضافۂ منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور آخر عمر تک وفاشعاری کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا۔	یک ہزار ذات سے ہزار پانچصدی ذات وسوار	راؤ محکم سنگھ پسر راؤ امر سنگھ	سیسودیہ	۳۹
سنہ ۳۲ھ باپ کے مرنے کے بعد حاضر دربار ہوکر ملازمانِ شاہی میں داخل ہوا۔ خلعت مرحمت ہوکر جاگیر پرگنہ رام پور بدستور قبضہ میں رہی۔ شاہزادہ بیدار بخت کے لشکر سے بلا اجازت وطن چلا گیا اور پھر حاضر ہوکر قصور معاف کرایا۔ گولاس کی قلعداری پر مامور کیا گیا۔ دوبارہ قصور کیا معطل ہوکر طلبی ہوئی لیکن مرہٹوں سے جاملا اور حاضر نہیں ہوا جلاوطنی کی حالت میں جان دی۔	منصبدار	راؤ گوپال سنگھ پسر راؤ محکم سنگھ	”	۱

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۴۱	سیسودیہ	راجہ رتن سنگھ عرف راجہ اسلام خاں پسر گوپال سنگھ	منصبدار	سنہ ۱۰۴۲ھ میں مختار خاں صوبہ دار مالوہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور پرگنہ رام پور بھانپورہ جاگیر میں رہا۔ عالمگیری بساط اُلٹ گئی۔ راجہ نے اجین وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور لڑائی میں مارا گیا۔ یہ لڑائی سارنگپور د بھوپال اجین ریلوے لائن کے قریب سنہ ۱۱۲۲ھ میں ہوئی
۴۲	"	بیرم دیو سیسودیہ	سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار	سورج مل سیسودیہ کا لڑکا اور رانا امر سنگھ کا پوتا تھا سنہ [illegible]ھ شاہجہانی میں حاضر ہو کر منصبدار ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصبدار ہو گیا۔ اور سنہ [illegible]ھ میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ دکھن مامور ہوا لیکن شاہجہاں کی بیماری کے زمانہ میں اور امرائے متعینۂ دکھن کے ہمراہ ان کو بھی شاہزادہ دارا شکوہ نے واپس طلب کر لیا سموگڈھ میں دارا شکوہ کی فوج کی ہراول تھی اور شکست کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوا۔ مہم دوم دارا شکوہ اور شجاع کے مقابلہ میں تعینات ہوا امتحان میں پورا اترا تو دکھن میں مامور کیا گیا۔ سنہ [illegible]ھ میں خلعت

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				مرحمت ہوکر راجہ رام سنگھ کے ہمراہ آسام تعینات ہوا اور واپسی پر ۱۲؁ میں فوجدار خاں فوجدار متھرا کے ساتھ متھرا میں تعینات ہوکر انتقال کیا۔
۴۳	خاندان راجہ باسو	راجہ راج روپ پسر راجہ جگت سنگھ	سہ ہزار پانصد ذات سہ ہزار پانصد سوار	شاہجہانی امیر تھا۔ ان کی قدیم ریاست پنجاب کے شمالی پہاڑوں میں دوآبے ملی ہوئی تھی اور اکبر کی نابالغی کے زمانہ میں بیرم خاں نے اس کو فتح کرلیا تھا۔ یہاں کے راجہ دولت تیموریہ کی جاں نثاری کا دم بھرتے رہے۔ دو ایک مرتبہ قدم بھٹکا ضرور مگر فوراً سنبھل بھی گئے۔ راجہ راج روپ، راجہ باسو کا پوتا اور راجہ جگت سنگھ کا بیٹا تھا۔ ۱۹؁ شاہجہانی میں منصب اور خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا۔ اور پرگنہ جموں کی خاندانی حکومت مرحمت کی گئی۔ کانگڑہ کے قریب موضع دہمڑی میں اُن کے دادا نے عالیشان قلعہ اور دیگر عمارتیں تعمیر کرا کے جہانگیر نورالدین کے نام پر نورپورہ نام رکھا تھا۔ راجہ نے بھی اپنے زمانہ میں برادرانہ کام کئے اور سہ ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے۔ مہم قندھار

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				پر مکرر شاہزادگان دارا شکوہ اور عالمگیر کے ساتھ تعینات ہوا۔ سنہ ۲۵-۲۶ج اور سنہ ۲۹ج میں جموں چلا گیا۔ سنہ ۱۰۶۸ھ میں سموگڈھ کے بعد حسب الطلب شاہزادہ دارا شکوہ کی خدمت میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔ خلیل اللہ خاں کے ذریعہ سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوکر منصب سہ ہزار و پانصدی ذات و سہ ہزار پانصدی سوار سے سرفراز ہوکر سرحد سری نگر پر متعین ہوا تاکہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کوہستان سری نگر سے لائے جب دارا شکوہ مہاراجہ جسونت سنگھ کا طلبیدہ نواح اجمیر میں آکر مقابل ہوا تو زبردست لڑائی ہوئی جس کی فتح کا سہرا راجہ روپ۔ شیخ میر۔ مرزا راجہ اور دلیر خاں کے سر بندھا۔ سنہ ۲ج میں مکرر سری نگر کی مہم پر تعینات کیا گیا اور اسی کی معرفت سے شاہزادہ سلیمان شکوہ، کنور رام سنگھ کے سپرد ہوا۔ اس جلاوطنی میں راجہ سری نگر نے اپنی لڑکی کی شادی شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ کردی تھی ا

نمبر شمار	خاندان	نام راجه	منصب عالمگیری	خدمات
				بڑی مشکل سے راجه نے اس مہم کو سر کیا سنہ ۲؟ ج میں سرحد غزنین پر بجائے شہامت خاں کے تعینات ہوا۔ اور اسی سال راہی ملک بقا ہوا۔ اس کی وفات کا بادشاد کو عرصہ تک صدمہ رہا
۴۴		راجه پہاڑ سنگھ		راجه جگت کا لڑکا جو باپ کے ساتھ مہم بدخشاں میں شریک تھا۔ آخر میں مسلمان ہو گیا اور بادشاہ نے مرید خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مدتوں غوربند کی تھانہ داری پر مامور رہا۔ صاحب مآثر الامرا تحریر کرتے ہیں کہ اُس کی اولاد اُس کے وطن شاہ پور بہروہیں پر جو تاراگڈھ سے پچھم طرف واقع ہے قابض چلی آتی ہے اور ان میں جو گدی نشین ہوتا ہے مرشد خاں کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو امرائے ہنود در عہد مغلیہ)
۴۵	گوڑ خاندان	راجه انرودھ گوڑ پسر راجه بیٹھل داس	سه ہزار ذات سه ہزار سوار دو اسپہ سه اسپہ	راجه بیٹھل داس گوڑ کا لڑکا تھا کسی زمانہ میں یہ لوگ میواڑ اور مارواڑ کے راجه تھے لیکن جب راٹھور ٹھاکروں کا زور ہوا تو یہ وہاں سے خارج ہو کر چھوٹے چھوٹے مقامات پر قابض ہوئے۔ راجه گوپال داس شاہجہاں کے بچپن

نمبر شمار	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ہی سے شاہزادگی کے زمانہ کا یار وفادار تھا۔ جب شاہجہانی آفتاب طلوع ہوا تو اس کی بڑی مان دان ہوئی پنجہزاری امیر ہوا اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا راجہ بیٹھل داس راجہ ہوکر امیر ہوا۔ شاہی خدمات انجام دیں اور منصب پر منصب اور انعام پاتا رہا اس کا لڑکا راجہ انرودہ راجہ ہوا۔ شاہجہانی سرکار سے نقارہ علم منصب انعام واکرام سب ہی کچھ پایا۔ اور ۲۸ سنہ جُ میں رانا کی تنبیہ پر مامور کیا گیا اور سموگڈھ کے بعد عالمگیری دربار میں آیا۔ منصب بحال ہوا اور بڑی آؤبھگت ہوئی اس لیے کہ ان کا خاندان جاں نثاری کے لیے ضرب المثل تھا شجاع کی مہم پر تعینات کیا گیا راستہ ہی میں قضا کر گیا۔
۴۶	گوڑ	ہرجس پسر راجہ بیٹھل داس	منصبدار	بڑے بھائی کو حکومت ملی اور ان کو منصب عطا ہوا عہد عالمگیری میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا اور خدمات انجام دیتا رہا۔
۴۷	″	ہیرا سنگھ نبیرہ بیٹھل داس		بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور سنہ ۱۰ جُ میں مہم بھیجنا پڑی اور یہ مارا گیا۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نام ریاست	نمبر شمار
موجودہ زمانہ کی تقسیم کے مطابق تحصیل باہ ضلع آگرہ کا کل علاقہ اور کچھ علاقہ چنبل پار ریاست گوالیار کا بھداور میں شامل ہے۔ بھدوریہ ٹھاکر قدیم سے دلاوری اور شجاعت میں مشہور ہیں اس قوم کی بنوائی ہوئی گڑھیاں بھنڈ (ریاست گوالیار) پناہٹ (ضلع آگرہ) کچورہ (تحصیل باہ آگرہ) اور خوبصورت عمارتیں اب بھی موجود ہیں اور بلحاظ صناعی وخوبصورتی قابل دید ہیں۔ اکبر نے بدن سنگھ کو اس قوم کا سردار مقرر کرکے راجگی کے خطاب اور منصب سے سرفراز کیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے راجہ ہوتے رہے اس خاندان نے اطاعت شعاری اور جانبازی کو اپنا ایمان بنالیا اور اکبر اعظم کے جانشینوں نے اس کو اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا اور بڑے بڑے منصب عطا کئے۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان کے اندر اور باہر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتا رہا۔ راجہ بدن سنگھ کی وفات کے بعد اُن کے لڑکے راجہ مہا سنگھ کو خطاب راجگی اور منصب سے سرفرازی بخشی گئی۔ کابل وغیرہ میں تعیناتی کے بعد ۳۱ جلوس شاہجہانی میں منصب کا اضافہ ہوا۔	ہزاری ذات ہشت صد سوار وپانچصد سوار دو اسپہ سہ اسپہ	راجہ مہان سنگھ بھدوریہ	بھداور	۴۴

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۱۰۶۸ھ کی جنگ سموگڈھ میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ تھا۔ شکست کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوا۔ اور شبھکرن بوندیلہ کے ہمراہ چنپت بوندیلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔ سنہ ۱۰ھ میں کامل خاں کے ساتھ مہم یوسف زئی پر تعینات ہو کر موردِ تحسین و آفریں ہو کر اضافۂ منصب سے سرفراز کیا گیا۔ یہ خدمات انجام دیتا رہا اور جوہر شناس بادشاہ اس کی عزت افزائی کرتا رہا سنہ ۱۶ھ میں راہیِ ملک عدم ہوا۔ میرے محترم مولوی سعید احمد صاحب قبلہ مارہروی۔ تاریخ امرائے ہنود میں تحریر فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کو سموگڈھ کا قریب تر راستہ بذریعہ گھاٹ موضع گھونسلی پرگنہ باہ ضلع آگرہ اسی راجہ نے بتلایا تھا یا اس کے اشارہ سے اس کے کسی رشتہ دار نے بتلا دیا تھا اور اس طرح اورنگ زیب چنبل کو آسانی سے عبور کر کے سموگڈھ آ گیا۔ اگر کہیں چنبل کے عام گھاٹ دھولپور سے عبور کرنا ہوتا تو دارا شکوہ کے راجپوت سپاہی اورنگزیب کے دانت کھٹے کر دیتے۔
۴۹	″	راجہ اودت سنگھ پسر جہان سنگھ	سہ ہزاری ذات وسہ ہزار سوار	راجہ جہان سنگھ کا بیٹا۔ باپ کی زندگی میں ملازمتِ شاہی میں داخل ہو گیا۔

نمبر شمار	نام خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سنہ ۲۴ ج میں قلعہ چتور کا قلعدار ہوا۔ سنہ ۲۶ ج میں باپ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے سرفراز ہوکر ارجن سنگھ ہاڈا کی سرکوبی پر مامور ہوا اور صلہ میں خلعت انعام اور اضافہ منصب سرفراز ہوا۔ سنہ ۲۶ ج میں مہم بیجاپور میں شریک ہوکر اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے۔ سنہ ۴۷ ج میں منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار پر سرفراز ہوکر قلعہ سخرلنا (کھلنا) جیسے مشہور قلعہ کا قلعدار ہوا۔ یہ انتہائی اعتبار کا بین ثبوت ہے۔ سنہ ۳۲ ج میں اضافہ منصب کے ساتھ فوجداری ایرج پر مامور ہوا۔ عالمگیر کے زمانہ تک زندہ رہا۔ بڑے دبدبہ کا امیر تھا اور بادشاہ کی نظر میں بڑی توقیر اور عزت تھی۔ جہاں مسلمان امیروں کی ریاستیں تباہ اور برباد ہوگئیں۔ یہ مشہور ریاست بھی مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں ختم ہوگئی لیکن ریاست کی صورت کسی قدر قایم ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے کچھ مواضعات معافی میں دے رکھے تھے اور کچھ نقد عطا ہوا۔ مل ملاکر قریب ایک لاکھ سالانہ آمدنی ہے۔ موضع نوگنواں تحصیل باہ صدر مقام ہے
۵۰	بھدا ور	راجہ کلیان سنگھ	نوصدی ذات	سنہ ۴۲ ج میں منصب میں اضافہ ہوا

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
		بھداوز	شش صد سوار	
۵۱	مرہٹہ	سنبھاجی پسر سیواجی بھونسلہ	شش ہزاری شش ہزار سوار	سنہ ۸ھ میں پنجہزاری ذات پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ۔ سنہ ۱۸ھ میں ترقی منصب ہوئی۔ ۸۰ لاکھ انعام خلعت و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔
۵۲	"	سیتھوداماد سیواجی	سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار	مسلمان ہوکر محمد قلیخاں ہوئے اور شاہی خدمات بجا لاتے رہے۔
۵۳		کیرت سنگہ بھورتیہ بیکانیری	انعام و خلعت	سنہ ۱ھ میں راجہ رام سنگہ کے ہمراہ مہم آسام میں تعینات ہوکر خلعت سے سرفراز ہوئے۔
۵۴	"	رگھا مرہٹہ	انعام و خلعت	ایضاً
۵۵	بھورتیہ	رگھوناتھ سنگہ بھورتیہ	منصب ہزاری ذات سہ صد سوار	سنہ ۱۲ھ میں منصب میں ترقی ہوکر جمدہر قیمتی ایک ہزار انعام میں مرحمت ہوا۔ مہم آسام میں نمایاں خدمت انجام دیتے تھے۔
۵۶	جودھپور	کنور بھوپت سنگہ کیر جسونت سنگہ	خلعت	سنہ ۱۴ھ میں خلعت مرحمت ہوا۔
۵۷		کیسر سنگہ برادر راجہ رام سنگہ		ایضاً
۵۸		رائے لال چند	دیوان خالصہ	سنہ ۱۷ھ میں تشخیص مالگزاری و تصفیۂ مقدمات کے واسطے کابل تعینات ہوئے۔
۵۹		بکرم سنگہ گوالیری	دو ہزار پانصد ذات	سنہ ۱۸ھ میں خلعت مرحمت ہوکر جمدہر مرصع اسپ با ساز طلا انعام میں مرحمت ہوکر قلعداری گوالیار پر مامور کئے گئے۔ یہ اُس زمانہ میں بڑی

نمبر	خاندان	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اس لیے کہ گوالیار کا قلعہ وہ جگہ تھی جہاں خاندان شاہی کے شاہزادے معتوب ہو کر نظر بند کیے جاتے تھے۔
۶۰		رگھوداس جھالا	ہفت صدی ذات پانصد سوار	سنہ ۱۸ ج میں حاضر دربار ہو کر منصب سے سرفراز کیے گئے۔ ابتدا میں مہاراجہ اودے پور کی سرکار میں ملازم تھے۔
۶۱	سیسودیہ	گردھرداس		ملازمتِ شاہی میں داخل ہو کر دہلی میں تعینات ہوئے سنہ ۱۷ ج میں حسن پاشا حاکم بصرہ کے استقبال کے انتظام میں لاہوری دروازہ پر دوسرے امیر سے جھگڑا ہو گیا تلوار چلی۔ اور یہ کام آئے۔
۶۲	گوڑ	منوہرداس گوڑ	پانصدی ذات دوصد سوار	سنہ ۲۰ ھ میں خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے قلعدار شولا پور بنے۔ دیکھئے دکھن میں مرہٹوں اور دیگر مسلمان بادشاہوں سے معرکہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ اور راجہ صاحب شولا پور اسی قلعہ کے قلعدار تھے اور امتیاز کرنا کس کو کہتے ہیں۔
۶۳		چھپاجی ملازم راجہ سنبھاجی	خلعت عطا ہوا	سنہ ۲۵ ج میں۔
۶۴		جسونت راؤ دکھنی	منصب چار ہزاری چار ہزار سوار	منصب سنہ ۲۵ ج میں عطا ہوا۔ سنہ ۲۸ ج میں خلعت مرحمت ہوا۔
۶۵		جگدیو رائے پسر چاندول رائے		سنہ ۲۵ ج میں حاضر دربار ہوئے۔

نمبر شمار	نمبر جہانگیری	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۶۶		ہری سنگھ برادر جری سنگھ زمیندار دیوان گڈھ	خلعت مرحمت ہوا	سنہ ۲۵ ج میں حاضر دربار ہوئے۔
۶۷		تلوک چند رائے رایان	منصب صد ذات ہفت صد سوار	شاہزادہ محمد اعظم کی سرکار میں دیوان تھے سنہ ۲۹ ج میں خطاب رائے رایان مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۹ ج ہی میں فوت ہوئے۔ پہاڑ سنگھ گوڑ کی بغاوت نواح اجین میں فرو کی۔ اور منصبدار ہو کر رائے رایان کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔
۶۸		ارجوجی عمو زاد برادر بھنساجی مہاراج	دو ہزاری ذات ایک ہزار سوار	سنہ ۲۸ ج میں خلعت و اسپ مرحمت ہو کر منصب سے سرفراز ہوئے۔
۶۹		اوچلاجی داماد سیواجی	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	سنہ ۲۹ ج میں خلعت علم۔ نقارہ۔ اور پہونچی مرصع اور فیل عطا ہو کر منصب سے سرفراز کیا گیا۔
۷۰		ایسوجی قلعدار سالھیر	دو ہزاری و ہزار سوار	سنہ ۳۰ ج میں حاضر دربار ہوا خلعت علم طوغ نقارہ۔ اسپ و فیل اور بیس ہزار انعام نقد مرحمت ہو کر منصب پر سرفراز کیا گیا۔
۷۱		ایماجی	خلعت فیل عطا ہوا	
۷۲		لکھوجی	ایضاً	
۷۳		محکم سنگھ چندراوت	خلعت و انعام	سنہ ۲۹ ج میں خلعت و انعام عطا ہوا۔
۷۴		بالوجی کھوریرا		سنہ ۳۰ ج میں منصب میں اضافہ ہو کر خلعت و انعام مرحمت ہوا۔ فتح بیجاپور میں نمایاں کام کئے۔

نمبر شمار	منصب شاہجہانی	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
۷۵		مانکوجی دکھنی	دو ہزاری ذات ہزار سوار	سنہ ۳۰ جلوس میں حاضر دربار ہوا اور سنہ ۳۱ جلوس میں منصب عطا ہوا۔
		محمدی راج پسر جسونت سنگھ	منصبدار	۱۳ سال منصبدار تھا۔ طاعون میں موت ہوئی تاریخ طاعون (قیامت بود یا شور بابود) ۱۱۰۹ھ خلعت علم نقارہ وغیرہ سب ہی کچھ ان کو مرحمت ہوا تھا۔
۷۶		راجہ ساہوجی پسر مہاراجہ سنبھاجی بھونسلہ	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	سنہ ۱۱۰۱ھ میں سات برس کی عمر تھی اپنے باپ سنبھاجی کے ساتھ قید ہو کر دربار عالمگیری میں پیش ہوا۔ منصب ہفت ہزاری ذات۔ ہفت ہزار سوار سے سرفراز ہوا اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر خلعت۔ جمدھر مرصع۔ اسپ و فیل اور علم۔ نقارہ مرحمت ہوا۔ اور اس کی سرکار کے لیے دیوان و بخشی علیحدہ مقرر کیے گئے۔ نواب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کو اتالیق مقرر کیا گیا۔ منصب کی تنخواہ کے مطابق زرخیز پرگنے جاگیر میں مرحمت ہوئے۔ اور احاطۂ گلال باڑی میں (جہاں شاہی خیمہ نصب ہوتے تھے) اس کی ماں اور دادی کے ڈیرے نصب کرائے گئے۔ مرتے دم تک عالمگیر نے اس کے ساتھ وہی برتاؤ رکھا جو شاہزادگان تیموریہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ سنہ ۴۷ جلوس میں خلعت اور سونے کی پہنچی جس میں

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	[illegible]	[illegible]
الماس جڑے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں جڑاؤ اور جمدھر اور اسپ معہ زین طلا کے عطا ہوا۔ سنہ ۴۸ھ میں بہادر جی کی لڑکی سے نہایت دھوم دھام کے ساتھ شادی کردی۔ سرپیچ میناکار اور جیغہ مرصع قیمتی دس ہزار روپیہ کا مرحمت ہوا۔ سنہ ۱۱۱۷ھ میں اپنے اتالیق کے ساتھ قلعہ بخشندہ کی تسخیر پر متعین ہوا۔ اور اسی سال بادشاہ نے انتقال کیا اور مہاراجہ ساہوجی کو شاہزادہ محمد اعظم نے مطلق العنان کردیا۔ راجہ ساہوجی احمد آباد پہنچا۔ جہاں عالمگیر نے انتقال کیا تھا اور محتاجوں کو کھانا تقسیم کیا اور پھر خلد آباد جاکر مزار پر حاضر ہوا اور بہت کچھ خیرات کی کھانا پکواکر فاتحہ دلایا۔ دیکھو عالمگیر نے بھی وہی برتاؤ کیا جو اس کے آباواجداد مغلوب دشمن کے ساتھ کرتے آئے تھے جو فیاضانہ برتاؤ کیا گیا اس کی نظیر ہندوستان کیا۔ بلکہ دنیا کی تمام تاریخیں پیش کرنے سے عاری ہیں دیکھو سات سال کی عمر سے عالمگیر کے قریب رہا لیکن اُس نے اس کو مسلمان نہیں کرلیا۔ بلکہ ہندو ہی رہنے دیا۔ اور وہ برتاؤ کیا کہ راجہ ساہوجی نے ایصال ثواب کے لحاظ سے اُس کی مزار پر				

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				حاضر ہو کر فقیروں اور غریبوں کو فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کیا۔
۷۸ ۷۹		بدن سنگھ اودے سنگھ	پسران بھاجی منصبدار	سنہ ۳۳ جلوس میں اپنے بھائی۔ ماں اور دادی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور اعزاز کے ساتھ گلال باڑی میں ٹھہرائے گئے۔ منصب سے سرفراز ہوئے۔ انعام و خلعت۔ اسپ با ساز طلا۔ انگشتری مرصع انعام میں عطا ہوئے سب کے واسطے علیحدہ علیحدہ منصب اور وظیفے مقرر کر کے قلعۂ دولت آباد میں رہنے کا حکم دیا اور سب کی سرکار کے لیے علیحدہ علیحدہ متصدی مقرر ہوئے۔ یہ عالمگیری برتاؤ تھا۔ لیکن اس کا معاوضہ کیا ملا۔ پڑھو اور غور کرو کہ عالمگیر کی اولاد کے ساتھ آخر میں کیا برتاؤ کیا گیا۔
۸۰		رائے مرلیدھر دیوان سرکار شائستہ خان		خلعت ماتم مرحمت ہو کر نقد انعام سے سرفراز کیے گئے اور سنہ ۳۸ جلوس میں ملازمان شاہی میں داخل ہوئے
۸۱		رامچندر تھانہ دار گھاٹون	دو ہزاری پانصد ذات سوار دو اسپہ سہ اسپہ سہ ہزاری	سنہ ۴۰ جلوس میں دو ہزاری اور سنہ ۴۳ جلوس میں سہ ہزاری پر ترقی پائی۔
۸۲		دوندی راؤ	ہزار و پانصدی ذات	سنہ ۴۴ جلوس میں تربیت خاں کے توسل سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر منصب مذکور پر سرفراز ہوا۔
۸۳		پرتل		کل ممالک کے وقائع نگاراں کا افسر تھا۔

خدمات	منصب عالمگیری	نام راجہ	نمبر آئین	نمبر
سنہ ۴۲ ج میں فوت ہوا۔ اس کے لڑکے بھولا ناتھ کا عالمگیر کے مزاج میں دخل تھا اور مزاجداں بھی تھا آخر میں مسلمان ہو کر اخلاص کیش کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بجائے باپ کے مقرر ہوا۔				
مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور کی سرکار میں ملازم تھا اور اُن کے مرنے کے بعد اپنی چرب زبانی سے تمام راجپوتوں کو بادشاہ کے خلاف بھڑکا کر شاہزادہ اکبر کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب فتنہ فرو ہوا تو اکبر کے نوزائیدہ بچے بلند اختر کو لیکر پہاڑوں میں چلا گیا۔ سنہ ۴۲ ج میں شجاعت خاں صوبہ دار گجرات کے توسل سے ہاتھ بندھے ہوئے دربار میں حاضر ہوا خطا بخش اور عفو پذیر بادشاہ نے قصور معاف کر کے ملازمان شاہی میں داخل کیا خلعت و جمدھر مرصع عطا کر کے منصب سے سرفراز فرمایا۔ سنہ ۴۹ ج میں شاہزادہ محمد اعظم کی فوج سے بلا اجازت چلا گیا لیکن واپس آکر معافی چاہی اور قصور معاف ہوا۔	سہ ہزارہ دوہزار سوار	درگاداس راٹھور		۸۴
سنہ ۴۲ ج میں منعم خاں کے ذریعہ سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر خلعت، منصب اور علم	شش ہزاری پنجہزار سوار	سیواد قلیہ		۸۵

نمبر	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سے سرفراز کیا گیا۔
۸۶		بھاگو بنجارہ	پنجہزاری ذات چہار ہزار سوار	مرہٹوں سے ساز کرکے سنہ ۴۲ھ میں بھاگ گیا اور سنہ ۴۶ھ میں حاضر ہوکر قصور کا اعتراف کرکے ملتجی ہوا قصور معاف ہوکر منصب بحال کیا گیا۔
۸۷		سوبھان	پنجہزاری ذات دو ہزار سوار	سنہ ۴۳ھ میں منصب سے سرفراز ہوکر علم و نقارہ خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔
۸۸		دلیت رام	منصبدار	سنہ ۴۴ھ میں خلعت انعام اور منصب سے سرفراز کیا گیا۔
۸۹		بنداجی بیواجی بھونسلہ کا چچازاد بھائی	سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار	تھانہ داری بدیا نچگاؤں پر منصب دو ہزار پانصد پر مامور تھا سنہ ۴۴ھ میں منصب میں ترقی ہوئی۔ دکھن میں نمایاں خدمات انجام دیں۔
۹۰		ستر سال بوندیلہ		سنہ ۴۸ھ
۹۱		کاھوجی	شش ہزاری ذات شش ہزار سوار	سنہ ۴۹ھ میں منصب میں ترقی ہوئی ملازمان شاہی سے تھا۔ دکھن کی مہم میں شاہی فوج کے ساتھ غنیم پر شیرانہ حملے سے صفیں درہم برہم کیا کرتا تھا۔
۹۲		پسران مان سنگھ	۵۰۰ صدی	سنہ ۴۹ھ میں دربار میں حاضر ہوکر منصبدار ہوئے اور کام کرتے رہے۔ لیکن قدردان بادشاہ نے رحلت کی۔ پھر ان کی قدر نہ ہوئی۔ جس کا جدھر سینگ سمایا چلدیا۔
۹۳		مکند سنگھ	۵۰۰ اذات	نصرت آباد کا ناظم تھا اور سنہ ۵ھ میں منصب

نمبر شمار	نمبر صفحہ	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا۔
۹۴		شیو سنگھ	دو ہزار ذات و دو سو سوار	سنہ ۵ جلوس میں قلعداری و فوجداری راٹھیری سے قلعدار جالنہ ہوا۔ اور منصب میں ترقی ہوئی اولاً منصب ہزاری تھا اور رفتہ رفتہ دو ہزاری ہوگیا۔
۹۵		پرتھی سنگھ راٹھور		سنہ ۵ جلوس خلعت کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا
۹۶		عالم سنگھ زمیندار	خلعت و خطاب راجگی	اُجین کا زمیندار تھا اور معرکۂ اجین میں شریک تھا۔ فتح کے بعد اس کو خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا اور صوبۂ اُجین کی حکومت پر سرفراز ہو کر انعام و خلعت وغیرہ مرحمت ہوا۔
۹۷		راجہ کلیان بھدوریہ		
۹۸		مان سنگھ ہاڈا		ایام شہزادگی کے ملازم تھے اور معرکۂ سموگڈھ میں حق نمک ادا کر کے جان دی۔
۹۹		منشی ہرراۓ		سب سے بڑے تجارتی شہر سورت کے ناظم تھے اور سید سعد اللہ بزرگ سے ان کو خاص عقیدت تھی
۱۰۰		مالوجی بھونسلہ	منصبدار پنجہزاری	مالوجی اور پرسوجی حمایت خاں کے ذریعہ سے دربار شاہجہانی میں حاضر ہوئے اور اُن کا چھوٹا بھائی کھیلوجی دولت نظامیہ سے مل گیا پرسوجی دکھن میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مامور ہوا لیکن شاہزادہ داراشکوہ کے اشارہ سے دربار چلا آیا۔ اُجین اور سموگڈھ میں عالمگیر

نمبر شمار	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کے خلاف لڑا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر ندامت کا اظہار کیا۔ قصور معاف ہوا منصب بحال کیا گیا۔ مالوجی اور پرسوجی کی تیس اور بیس ہزار سالانہ پنشن ہو گئی۔ سنہ ۱۱۲۷ھ میں انتقال کیا نہایت لائق اور خلیق تھا۔ اس کا آباد کیا ہوا پورہ مالوجی حیدرآباد میں ہے۔
۱۰۱		راج سنگھ راٹھور		سنہ ۲۰ ج میں خلعت کے ساتھ دو ہزار نقد انعام بھی مرحمت ہوا۔
۱۰۲		رائے مکرند	ناظم بریلی	بریلی کے ناظم تھے سنہ ۱۲ ج میں صوبہ بنگال میں تعینات ہوئے۔
۱۰۳		راجہ مان دھاتا	تھانہ دار غور	سنہ ۲۰ ج میں غوربند کا تھانہ دار تھا۔
۱۰۴		راجہ جسونت سنگھ بوندیلہ	خلعت و نقارہ	سنہ ۲۱ ج میں چنپت بوندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور سنہ ۲۹ ج میں خلعت کے ساتھ فیل اور نقارہ مرحمت ہوا۔
۱۰۵		راجہ اودت سنگھ	دو ہزار پانصدی ذات ہزار پانصد سوار	اورچھا کا زمیندار سنہ ۳۳ ج میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب ہزار و پانصدی سے سرفراز ہوا سنہ ۳۶ ج میں دو ہزار پانصدی ہزار و پانصد سوار سے سربلند ہو کر ایرج کی فوجداری پر مامور ہوا
۱۰۶		پرتھی سنگھ		جموں کا راجہ تھا۔ شاہزادہ سلیمان شکوہ

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				نے اس کے ملک میں پناہ لی اور اُسی جلاوطنی میں راجہ نے اپنی نور دیدہ شہزادہ کے عقد میں دی (صفحہ ۲۳۱ پروفیسر سرکار جلد دوم) اولاً شاہزادہ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا لیکن ان کا لڑکا منڈی سنگھ اور درباری مل گئے اور انھوں نے شاہزادہ کو حوالہ کر دیا۔ اور ملازمت شاہی میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱ج میں ہمراہ لودی خاں کابل تعینات ہوئے۔
۱۰۷		راجہ امر سنگھ نرودی	ہزار پانصدی ذات ہزار سوار (شاہجہانی)	قلعدار نرور اور پھر جاگیردار ہوگئے۔ سنہ ۱۴ج۔
۱۰۸		انی رائے پنڈت	دو ہزاری ذات ہزار سوار	صدر دفتر کے صیغۂ حساب و تنخواہ کا دیوان اعلیٰ (اکاؤنٹنٹ جنرل) مقرر ہوا۔ شاہزادوں اور عالیشان امرا سے لیکر سپاہی تک سب کی تنخواہ کا حساب کتاب اس کے ذمہ تھا۔ لوگ رعایت چاہتے تھے مگر پنڈت جی نے رعایت کا سبق نہیں پڑھا تھا۔ اس لیے لوگ سخت الفاظ لکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے۔ عالمگیر کے مشہور و معروف معتمد علیہ امیر نعمت خاں عالی بھی کسی معاملہ پر ناراض ہوگئے اور ہجو لکھ ماری۔ ملاحظہ ہوں چند شعر:۔ اے راجہ چوں کنم کہ انی رائے شد سقط ابن عم مرا زدسو ہر متحوذ خواب کرد

نمبر شمار	جاگیر	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				آنچ ورنہاد قیلان تھیا پول ؛ مارا چہ فیل بندحساب دکتاب کرد یارب نصیب ہیچ مسلمان مگرسیا ؛ ظلیکہ آں برہمن خانہ خراب کرد تحقیق داں کہ آں خرچینی مردداست ؛ درسایہ رسید خلعت خورد وخواب کرد
۱۰۹		راجہ رام داس نروری	منصب ہزاری سہ صد ذات	شاہجہانی دور میں خدمات انجام دیں۔ جب عالمگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو راجہ سنہ ۱ جلوس میں شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ مہم شجاع پر مامور ہوا۔ اور مہم آسام پر بھی تعینات ہوا۔ اس مہم سے فارغ ہوکر شمشیر خاں کے ہمراہ مہم افغانہ پر تعینات ہوا اور کامیاب ہوکر منصب سے مفتخر کیا گیا۔
۱۱۰		چودہری ناتھ رائے مورث راجہ بہادر راجہ جگ نرائن رائے رئیس پڈرونہ	رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور	سنہ ۹ جلوس میں سند مشعر معافی اُن رسوم کے لیے عطا ہوئی جن کی ادائیگی چودھری صاحب کو رنجیدہ رکھتی تھی (ملاحظہ ہو سند دستخطی اسحاق خاں ناظم فرید محی الدین محمد اورنگزیب بادشاہ غازی) ذیقعدہ سنہ ۱ جلوس میں اُن کو دوسری سند عطا ہوئی جس کے ذریعہ سے اُن کی حکومت پرگنہ سدھوا (سرکار جونپور) میں منتقل ہوگئی (ملاحظہ ہو سند موجودہ دفتر ریاست پڈرونہ) ۲۵ شوال سنہ ۲۱ جلوس سند نانکار عطا ہوئی۔ (ملاحظہ ہو اصل سند) ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱ھ کو دوسری سند بابتہ عطیہ نان

[illegible]	[illegible]	نام راجہ	منصب عالمگیری	خدمات
				کار مرحمت ہوئی تفصیل مواضعات کے لیے ملاحظہ ہو اصل سند موجودہ دفتر ریاست۔ ۵ ار رمضان سنہ ۲۵ جلوس چار موضعوں میں نان کار مرحمت ہو کر سند عنایت ہوئی۔ ملاحظہ ہو پروانہ دستخطی فضل بن عاقل بندہ درگاہ عالمگیری۔ ۲ ربیع الثانی سنہ ۳۹ جلوس سند دستخطی ابوالفتح معتقد بادشاہ عالمگیر غازی صوبہ دارچکلہ معظم آباد عرف گورکھپور مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ موضع بانسی و ۲۳ دیگر مواضعات کی سند مرحمت ہو کر نان کار عطا ہوئی۔ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۳۹ میں پروانہ دستخطی ابوالفتح مشعر عطائے نان کار۔ اس مرتبہ ۱۶۴ مواضعات میں نان کار مرحمت ہوئی۔ ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۴۶ جلوس دستخطی محمد قاسم فدوی بادشاہ پٹہ داند و پرگنہ سدھوہ جونیا جو چودھری نابھ رائے کا قدیم اور آبائی موضع تھا۔ اس کی سند مرحمت ہوئی پانڈے موہن لال سرکاری ملازم سے چودھری صاحب کی نقیض ہو گئی تھی۔ اور یہ موضع نکل گیا تھا اس لیے مکرر عطا ہو کر سند عطا ہوئی۔ چودھری ناتھورام کو بادشاہ کی قدم بوسی کا اشتیاق ہوا اور بمقام اجمیر حاضر ہو کر اس نعمت سے سرفراز کیے گئے اور فرمان مرحمت ہوا۔ جو درحقیقت فخر خاندان ہے۔

(۱۴) فہرست صوبجات مع آمدنی

(ماخوذ از "اورنگ زیب" صفحہ ۱۰۳-۱۰۵)

(ناظرین بھول نہ جائیں کہ عہدِ عالمگیری میں مسکرات کی کوئی آمدنی نہ تھی)

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱	الہ آباد	ایک کروڑ چودہ لاکھ تیرہ ہزار پانچسو چھہتر روپیہ
۲	آگرہ	۲ کروڑ پچاس لاکھ چوالیس ہزار تین روپیہ
۳	اودھ	اسی لاکھ بتیس ہزار نوسو ستائیس روپیہ
۴	اجمیر شریف	ایک کروڑ ترسٹھ لاکھ آٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۵	گجرات	ایک کروڑ تیرہ لاکھ اڑسٹھ ہزار سات سو اٹھائیس روپیہ
۶	بہار شریف	ایک کروڑ سترہ لاکھ نو ہزار پانچسو پچیس روپیہ
۷	بنگال	ایک کروڑ اکتیس لاکھ پندرہ ہزار نوسو چھ روپیہ
۸	دہلی	تین کروڑ بتیس لاکھ تین ہزار سات سو ترپن روپیہ
۹	کابل	چالیس لاکھ چھپن ہزار نوسو تراسی روپیہ
۱۰	لاہور	دو کروڑ چوبیس لاکھ ترپن ہزار تین سو دو روپیہ
۱۱	ملتان	ترپن لاکھ ستاون ہزار پانچسو روپیہ
۱۲	مالوا	ایک کروڑ ننانوے ہزار پانچسو روپیہ
۱۳	برار	دو کروڑ بہتر لاکھ ترانوے ہزار ایک سو اکتیس روپیہ
۱۴	خاندیس	ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ تیس ہزار تین سو آٹھ روپیہ

آمدنی

نمبر شمار	نام صوبہ	آمدنی
۱۵	احمد نگر و دولت آباد	تین کروڑ پچاس لاکھ اکہتر ہزار ایک سو انیس روپیہ
۱۶	ٹھٹہ	تیرہ لاکھ بیس ہزار چار سو بیس روپیہ
۱۷	کشمیر	ستاون لاکھ ستائیس ہزار پانچسو نو روپیہ
۱۸	اُڑیسہ	پینتیس لاکھ اٹھاون ہزار پچیس روپیہ
۱۹	تلنگانہ، حیدرآباد و گولکنڈہ	دو کروڑ تہتر لاکھ تراسی ہزار دو سو روپیہ
۲۰	بیدر	ایک کروڑ بتیس لاکھ اڑسٹھ ہزار پانچسو اٹھاون روپیہ
۲۱	بیجاپور	پانچ کروڑ ترسٹھ لاکھ ستر ہزار چھ سو اٹھتر روپیہ
	میزان کل آمدنی اراضی	بتیس کروڑ چونسٹھ لاکھ چودہ ہزار تین سو اٹھاون روپیہ
	کل آمدنی	اسّی کروڑ روپیہ۔

(۱۵) اصلاحات

۱۔ ہر صوبہ اور حکام کے صدر مقامات پر وکیل سرکار مقرر کئے گئے تاکہ وہ دعوے کی صورت میں سلطنت کی جانب سے عدالتوں میں پیروی کریں۔

۲۔ کابل سے اورنگ آباد تک۔ آگرہ کے راستہ پر ہر ایک منزل پر سرائیں بنوائیں جس کے اخراجات خزانہ شاہی سے ملتے تھے۔ کھانا پکانے کے برتن بھی سرکاری ہوتے تھے۔

۳۔ اِس کے پہلے بادشاہوں نے جو مکانات اسی طرح کے عام راستوں کے سوا دوسرے راستوں پر بنائے تھے اُن کی مرمت کرانا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دریاؤں

پر پل باندھے اور بڑے دریاؤں سے عبور کرنے کے لیے کشتیاں مہیا کر دیں۔

۴۔ بڑے اور چھوٹے شہروں میں مدرسے جاری کیے طالبعلموں کے لیے وظائف مقرر کیے اور کتب خانے قائم کیے۔

۵۔ غریبوں اور لولے لنگڑوں کے لیے جابجا سرکاری غریب خانہ اور مطب کھولے۔

۶۔ سرکاری طور سے سڑک پر تین تین کوس کے فاصلہ پر ہرکاروں کی چوکیاں قائم تھیں۔ جہاں ہرکارہ رہتا تھا۔ اس لیے چٹھیاں اکثر حصۂ ملک میں جلد پہنچتی تھیں۔

۷۔ مسجدوں اور مندروں کے لیے اراضی وقف کی۔

۸۔ پرچہ نویسی کا محکمہ جاری کیا اور وقائع نویس تمام ممالک محروسہ میں مقرر کیے جو مقامی حکام کے نقل و حرکت کی بھی برابر خبریں دیا کرتے تھے۔

۹۔ عالمگیر خود ہر روز کچہری میں اجلاس کرتا تھا اور ایسی ہی پابندی ہر افسر کے لیے تھی۔

۱۰۔ ستی کی رسم کسی عام قانون کے ذریعہ سے نہیں روکی۔ لیکن رکاوٹیں ضرور پیدا کر دیں مثلاً بغیر صوبہ دار کی اجازت کے کوئی عورت ستی نہیں ہو سکتی تھی اور صوبہ دار کے لیے لازم تھا کہ عورت کو لالچ دے اور دیگر ذرائع سے باز رکھے اور اگر اس پر بھی اس کا اصرار ہو تو حکم تھا کہ صوبہ دار اپنی مستورات کے ذریعہ سے اس عورت پر اثر ڈالے۔ جب سب تدبیریں بیکار ثابت ہوتی تھیں تو ناچار صوبہ دار اجازت دیتا تھا۔

۱۱۔ خنثیٰ کیے جانے کی بری رسم کو شاہی فرامین کی مدد سے روک دیا گیا۔

۱۲۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلہ کے لیے دو جدا حاکم ہوتے تھے

اور کوتوال فوجداری و پولیس کا افسر تھا۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی صوبہ دار کو نیچے درجہ کے خطابات عطا کرنے کا اختیار تھا اور بشرط منظوری عالمگیر وہ جاگیر بھی دینے کا اختیار رکھتا تھا۔ کل افسران سول اور ملٹری کو مقرر اور برخاست کر سکتا تھا سوائے اُن افسران کے جو شاہی فرمان کے ذریعہ سے مقرر ہوئے تھے لیکن ان کے معطل کرنے کا صوبہ دار کو اختیار تھا۔ دیوان کی مدد سے اراضی اجارہ پر دے سکتا تھا لیکن محصول کے جمع کرنے کا اُس کو اختیار نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کو اپنے صوبہ میں پورا اختیار تھا جن میں چند ایسے تھے جن کو شاہی منظوری کے بعد عمل میں لاتا تھا۔ صوبہ دار کی نگرانی میں کام ہوا کرتا تھا دوسرے درجہ پر دیوان کا عہدہ تھا جس کی تقرری خاص شاہی فرمان سے ہوتی تھی۔ صوبہ میں وہ مال کا اعلیٰ افسر تھا۔ صوبہ دار کے حسابات کی جانچ پڑتال اُس کے متعلق تھی اور اُس کو اختیار تھا کہ خاص وجوہ کی بنیاد پر کسی خاص خرچ کے لیے روپیہ نہ دے۔ دیوان براہِ راست وزیر سلطنت کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔

محکمۂ اپیل کے کل جج۔ شاہی فرمان کے ذریعہ سے مقرر ہوتے تھے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عالمگیر تمام باتوں کے موجد تھے بلکہ یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ باوجود فوج کشی اور ملک گیری کے عالمگیر اپنی رعایا اور ملک کی بھلائی کو بھولے ہوئے نہ تھے۔ پُرانے قانون میں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی اصلاح کے بعد برقرار رکھا اور جہاں کوئی دستور یا قاعدہ نہ تھا فوراً کمی کو پورا کیا۔